میرا نام یوں تو کچھ اور ہی ہے لیکن اگر آپ مجھے شاہد کے نام سے جانیں تب بھی میری حیرت انگیز سرگزشت پر کوئی اثر نہ پڑے گا میں اپنا حسب نسب بیان کر کے زمین و آسمان کے قلابے ملانے کے بجائے صرف اپنے گھر کے افراد کے بارے میں آپ کو اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں میرا گھرانا کل چار افراد پر مشتمل تھا میرے بوڑھے والد جو گھریلو اخراجات کے پیش نظر کمیٹی کی ملازمت کرنے پر مجبور تھے انہیں ایک سو تیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو وہ اپنے گاڑھے پسینے کی اس معمولی اجرت کو وصول کرتے اور پھر لا کر اسے میری ماں کے حوالے کر دیتے میری ضعیف ماں پورے مہینے کس کس پریشانی سے اس رقم کو خرچ

کرتی تھی اس کا انداہ آپ خود لگا سکتے ہیں ان کے علاوہ ایک میری بڑی بہن تھی جس کی عمر انیس سال کے لگ بھگ تھی میں اپنی زبان سے اس کی خوب صورتی کی تعریف نہیں کروں گا لیکن کوئی مبالغہ نہیں کہ حسن سیرت میں وہ اپنی مثال آپ تھی۔ آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ نویں جماعت کا منہ نہ دیکھ سکی اسے تعلیم حاصل کرنے کا دیوانگی کی حد تک جنون تھا لیکن اس کی کشادہ پیشانی پر تعلیم کی یہ رخنہ اندازی کوئی بل نہ ڈال سکی اس نے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اپنے شوق کو اپنے سینے کی گہرائیوں میں دفن کر کے گھریلو کام کاج میں ماں کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا دو دو وقت کے فاقوں کے باوجود وہ ہمیشہ مسکراتے رہنے کی عادی بن چکی تھی شاید وہ جانتی تھی کہ حالات سے مفر حال ہے اس کی شادی کا مسئلہ بار بار اٹھتا لیکن گھر کی چار دیواری تک ہی محدود رہتا اس لئے کہ میرے والدین

کے پاس جہیز کا بندوبست کرنے کے لئے معقول رقم نہ تھی میرے
عزیزواقارب اگر چاہتے تو میرے والدین کے اس بھار کو آسانی سے
ان کے ناتواں کاندھوں سے اتار سکتے تھے لیکن وہ سب کھاتے پیتے
لوگ تھے اس لئے ساری دنیا سے بے نیاز تھے انہیں کسی کی غربت کا
کوئی احساس کیوں ہوتا بہرحال میری بہن کی شادی کا مسئلہ بدستور
کھٹائی میں پڑا رہا۔

اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی اپنی بہن کی طرح مجھے بھی پڑھائی کا
بے حد شوق تھا پتا نہیں میری بہن نے کوئی سنہری خواب دیکھے تھے یا
نہیں لیکن میں نے بارہا ایسے خواب دیکھے تھے تعلیم مکمل کرنے کے
خواب بڑا آدمی بننے کے خواب میں ان خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے
کی غرض سے شب و روز مصروف رہتا میری خواہش تھی کہ میں پڑھ لکھ
کر بڑا آدمی بن جاؤں اپنے والدین کی اس غربت کو دور کر سکوں

جس نے انہیں وقت سے پہلے بوڑھا کردیا تھا۔
میری تمنا تھی کہ بڑا آدمی بننے کے بعد جب میرے عزیز رشتے دار مجھے پہچاننے لگیں اور میری بہن کا رشتہ مانگنے کی خاطر میرے دروازے پر آئیں تو میں انہیں پہچاننے سے انکار کردوں یہ خواہش اور نہ جانے کتنی آرزوئیں ہمیشہ میرے دل میں مچلا کرتی تھیں انہی کی تکمیل کے لئے میں نے بمشکل اپنے تعلیمی سلسلے کو جاری رکھا اس خیال سے کہ میرے والدین میری تعلیم کے اخراجات اپنے ناتواں کاندھوں پر بوجھ نہ محسوس کریں میں نے دوڑ دھوپ کر کے دو ٹیوشن حاصل کرلیں تھیں تعلیمی اخراجات سے جو رقم پس انداز ہوتی وہ میں ایک سعادت منداور فرماں بردار اولاد کی حیثیت سے اپنے والدین کو دے دیا کرتا تھا۔
حالات سے سمجھوتا کر لینے کے بعد میں ذہنی طور پر خود کو کسی قدر مطمئن

محسوس کرنے لگا اور یہی آسودگی میری جسمانی صحت برقرار رکھے ہوئے تھی میرے اکثر واقف کار مجھے پہلوان کے خطاب سے نوازتے تھے میں نے جو دو ٹیوشن کر رکھی تھیں ان میں ایک دو بچوں کی تھی جو چوتھی جماعت میں پڑھتے تھے یہاں سے مجھے بیس روپے ماہوار ملتے تھے دوسری ٹیوشن رشیدہ نامی ایک فیشن ایبل لڑکی کی تھی جو دسویں جماعت کی طالبہ تھی رشیدہ کا باپ بیرسٹر تھا اور بڑے شاہانہ انداز میں زندگی گزارتا تھا اس کی آمدنی آٹھ دس ہزار روپے ماہوار سے کسی طرح کم نہ تھی شہر میں اس کی ٹکر کا کوئی بیرسٹر نہ تھا اس لئے وہ ہمیشہ منہ مانگی فیس وصول کیا کرتا یوں بھی اس کے پاس کسی کیس کا ہونا کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا اس کے گھر میں آسائش کا تمام سامان موجود تھا دولت کی بہتات نے پورے گھر کو آزاد خیال بنا رکھا تھا رشیدہ کے پاس ایک الگ کار تھی جس پر وہ آزادی سے گھوما پھرا کرتی

تھی اس پر کسی قسم کی بندش یا روک ٹوک نہیں تھی اس کا عالی شان مکان ہمارے ہی محلے میں واقع تھا اس کے گھر کی قدریں علیحدہ تھیں۔

مجھ سے جب اس ٹیوشن کے لئے کہا گیا تو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا اس لئے کہ میں ایف اے کے دوسرے سال میں پڑھتا تھا رشیدہ کو پڑھانے کے لئے بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والوں کی خدمات بھی حاصل کی جا سکتی تھی غرضیکہ جب میرے دوست اکبر نے مجھ سے اس ٹیوشن کے بارے میں کہا تو میں بھونچکا رہ گیا۔

اکبر کہیں تم مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے ہو؟ میں نے حیرت سے اس کا منہ تکتے ہوئے سوال کیا تو وہ بڑی لاپروائی سے مسکرا کر بولا۔

مجھے یقین تھا کہ تمہیں اس پیشکش پر اعتبار نہیں آئے گا۔

ظاہر ہے۔ میں نے جلدی سے کہا بھلا کہاں میں اور کہاں بیرسٹر صاحب کی صاحب زادی رشیدہ میرا مطلب ہے کہ اس کے لئے

ماسٹروں کی کیا کمی پھر یہ کہ میں ابھی کوئی بڑی ڈگری بھی حاصل نہیں کر سکا۔

نہ سہی مگر تمہیں یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے اکبر نے سنجیدگی سے مشورہ دیا میری مانو تو تم اسی وقت جا کر بیرسٹر راشد حسین سے معاملے کی بات طے کرلو مجھے یقین ہے کہ وہاں سے تمہیں معقول معاوضہ ملے گا۔

اکبر میرا واحد مخلص دوست تھا اس کے مشورے پر میں نے راشد حسین سے ملنے کا ارادہ کرلیا دوسرے دن شام کو جب میں نے بیرسٹر راشد حسین کے دیوہیکل مکان کا رخ کیا تو میرے قدم لڑکھڑا رہے تھے مجھے ڈر تھا کہیں یہ کوئی دلچسپ مذاق نہ ہو مگر جب میں راشد حسین سے ملا تو مجھے حقیقت کا احساس ہو گیا انہوں نے نہایت لاپروائی سے مجھ سے چند منٹ گفتگو کی اور ٹیوشن کی اجرت دو سو روپے ماہوار طے کر

کے یہ حکم صادر کر دیا کہ میں اسی وقت سے رشیدہ کو پڑھانے کی ذمہ داری قبول کرلوں میں نے خوشی خوشی اس پیشکش کو قبول کرلیا اور اسی دن سے رشیدہ کو پڑھانا شروع کر دیا میرے اور رشیدہ کے مضامین چونکہ ایک جیسے تھے اس لئے مجھے اسے پڑھانے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی پھر بھی احتیاطاً میں نے دوسرے روز دسویں جماعت کا کورس خرید لیا ٹیوشن پر جانے سے پیشتر میں اچھی طرح اس سبق کو پڑھ لیا کرتا جو مجھے رشیدہ کو پڑھانا ہوتا میں کسی قیمت پر اس ٹیوشن کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا میرے والدین کو جب حالات کا علم ہوا تو وہ بھی بے حد خوش ہوئے لیکن قدرت ہماری مسرتوں پر قہقہہ زن تھی۔

جہاں تک رشیدہ کا تعلق ہے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ بے حد آزاد خیال اور ماڈرن واقع ہوئی تھی کھاتے پیتے گھرانے کی لڑکی تھی

اس لئے اس کی صحت بھی بڑی اچھی تھی گو اسے حسین نہیں کہا جا سکتا
لیکن اس کے بھرے بھرے جسمانی خدوخال مخالف جنس کے لئے
بے حد کشش رکھتے تھے بات بات پر اپنے موتیوں جیسے دانتوں کی
نمائش کرتے رہنا اس کی عادت تھی لباس وہ ہمیشہ چست پہننے کی
عادی تھی لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہ تھا میں ٹھیک سات
بجے شام اس کی کوٹھی پر پہنچ جاتا اور ڈیڑھ گھنٹے پڑھانے کے بعد واپس
لوٹ آتا رشیدہ مجھ سے ہمیشہ حسب عادت مسکرا مسکرا کر باتیں کرتی
تھی لیکن میں اس کے سامنے بھیگی بلی بنا بیٹھا رہتا سنجیدہ رہنے میں ہی
میری بھلائی تھی میں حتیٰ الامکان یہی کوشش کرتا کہ پڑھائی کے
دوران کم سے کم اس کے چہرے کی طرف دیکھوں تاکہ ماحول سنجیدہ
رہے یوں بھی میں اپنی وحشت سے واقف تھا، میری کوشش یہی ہوتی
کہ پڑھائی کے موضوع سے ہٹ کر کوئی اور بات نہ ہونے پائے۔

ایک ماہ تک میں نے خود کو لئے دیئے رکھا ہر چند کہ میں محسوس کر رہا تھا کہ رشیدہ پڑھائی سے زیادہ میری ذات میں دلچسپی لیتی ہے لیکن میں نے کبھی اس کے ساتھ کھیل کھیلنے کا تصور بھی اپنے ذہن میں نہیں پھٹکنے دیا جب ایک ماہ پورا ہوا اور رشیدہ نے پہلی مرتبہ میری اجرت دی تو اس روز ماحول سنجیدہ نہ رہ سکا رشیدہ نے مجھے سو سو کے دو نوٹ پکڑاتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

لیجئے شاہد صاحب یہ آپ کے پہلے مہینے کی ٹیوشن فیس ہے۔

شکریہ۔ میں نے نوٹ لے کر جیب میں رکھ لئے پھر کتاب کھولی تو رشیدہ نے بڑی بے تکلفی سے کتاب بند کر دی پھر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی آج کچھ پڑھنے کا موڈ نہیں ہے کچھ باتیں کیوں نہ کی جائیں۔

کچھ باتیں۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ شکی نظروں

سے مجھے دیکھ رہی تھی میں نے جلدی سے نظریں نیچی کرتے ہوئے کہا

کیا آپ میری پڑھائی سے مطمئن نہیں ہیں؟

جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔

کیا مطلب میں نے سہم کر دریافت کیا کیا آپ ٹیوشن جاری رکھنا نہیں چاہتی۔

یہ بات بھی نہیں ہے۔رشیدہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

پھر؟میں نے مجسم سوال بن کر رشیدہ کی طرف دیکھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

شاہد صاحب کیا آپ واقعی کالج میں پڑھتے ہیں؟رشیدہ کا سوال مبہم تھا اس لئے میں گڑبڑا کر بولا۔

جی ہاں۔لیکن یہ بات تو میں نے ٹیوشن کرتے وقت ہی بتا دی تھی۔

آپ واقعی بہت بھولے بھالے ہیں ویری انوسنٹ۔

رشیدہ کا لہجہ اس بار اس قدر معنی خیز تھا کہ میں گنگ سا رہ گیا اس کی باتوں کا مفہوم اب میری سمجھ میں آ چکا تھا لیکن میری ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس کی بات کا جواب دوں خاموشی سے نظریں نیچی کئے بیٹھا رہا۔

ایک بات پوچھوں شاہد صاحب؟ کچھ توقف کے بعد رشیدہ نے پوچھا۔

جی پوچھئے۔

آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے۔

جی ہاں۔ میں نے دیدہ دانستہ بڑی معصومیت سے جواب دیا مجھے اپنے گھر کے ہر فرد سے بے حد محبت ہے۔

غلط سمجھے آپ۔ میرا مقصد یہ تھا کہ آپ کسی لڑکی سے پیار کرتے ہیں رشیدہ نے بڑی بے تکلفی اور بے باکی سے اپنے جملے کی وضاحت کی

آپ نے کسی لڑکی کو بھی دل کے قریب محسوس کیا ہے۔

جی نہیں میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔ ابھی تک مجھے یہ سعادت نہیں حاصل ہوئی۔

ہوں تو گویا آپ موقع کی تلاش میں ہیں؟ کیوں ہے نا یہی بات۔

اگر آج آپ کا دل پڑھائی میں نہیں لگ رہا تو میں کل حاضر ہو جاؤں گا میں تیزی سے اٹھا تو رشیدہ نے انتہائی بے باکی سے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

ارے آپ تو لڑکیوں سے بھی زیادہ شرماتے ہیں حد ہوگئی صاحب۔

رشیدہ صاحبہ۔ میں نے ہمت کر کے کہا آپ غالباً بھول رہی ہے کہ میں آپ کا استاد ہوں۔

وہم ہے آپ کا۔ رشیدہ ڈھٹائی سے مسکرا کر بولی۔

اگر میں ڈیڈی کو مجبور نہ کرتی تو وہ آپ کو کبھی اس کام پر مامور نہ کرتے

پھر کیا۔ آپ نے مجھے محض اپنی تفریح طبع کے لئے ملازم رکھا ہے میں نے اس بار قدرے درشت لہجے میں کہا۔

جی ہاں اور اس کی وجہ صرف اتنی سی ہے کہ آپ مجھے اچھے لگتے ہیں رشیدہ نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے جواب دیا پھر ایک دم سنجیدہ ہو کر بولی شاہد چھوڑو یہ تمام باتیں بتاؤ اگر میں یہ کہوں کہ تم میرے ساتھ شادی کر لو تو تمہارا کیا جواب ہوگا۔

اس سوال کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا میں نے غصے سے کہا پھر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا رشیدہ نے جس بیہودہ انداز میں اس ذکر کو چھیڑا تھا وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا میں غصے میں بھرا جانے کے ارادے سے آگے بڑھا تو رشیدہ لپک کر میرے سامنے آ گئی۔

شاہد۔ اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تمہیں میری یہ بات ماننی ہوگی ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم خسارے میں رہو۔

دولت سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے محترمہ! لیکن شاید آپ شاہد کو نہ خرید سکیں۔

یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے رشیدہ نے بگڑے ہوئے تیور سے دریافت کیا۔

جی۔ میں نے نفرت سے جواب دیا بہتر ہو گا کہ آپ اپنے لئے کسی دوسرے مناسب ٹیوٹر کا بندوبست کر لیں۔

گٹ آؤٹ۔ رشیدہ ایک دم بپھر کر بولی لیکن اتنا یاد رکھنا کہ تم نے میری پیشکش ٹھکرا کر اچھا نہیں کیا میں تمہارا جینا محال کر دوں گی تم نہیں جانتے کہ تم نے کس لڑکی کو ٹھکرایا ہے میری ضد کے آگے ڈیڈی بھی ہار مانتے ہیں۔

میرے ذہن میں ایک ہیجان برپا تھا رشیدہ نے مجھے جو دھمکی دی تھی وہ انتہائی رکیک تھی میرے دل نے مشورہ دیا کہ میں اسے کھری کھری

سنا کر چلا آؤں مگر ذہن نے اس مشورے کو قبول نہ کیا چنانچہ میں نے حقارت سے رشیدہ کے چہرے پر الوداعی نظر ڈالی پھر غصے میں کھولتا ہوا اس کی عالی شان کوٹھی سے باہر نکل آیا جہاں مجھے اس دو سو روپے کے ٹیوشن چھوٹ جانے کا ملال تھا وہاں اس بات کی خوشی بھی تھی کہ رشیدہ جلد ہی اپنے اصل روپ میں میرے سامنے آ گئی ورنہ اگر یہی صورت بعد میں پیش آتی تو حالات میرے حق میں خطرناک صورت بھی اختیار کر سکتے تھے۔

میں اپنے خیالوں میں کھویا کھویا گھر پہنچا والدہ کے ہاتھوں میں پیسے تھما دیئے پھر اپنے کمرے میں آیا بستر پر لیٹا تو ایک بار پھر میرا ذہن رشیدہ کے مسئلے میں الجھ گیا لاتعداد سوالات میرے ذہن میں کلبلا رہے تھے رشیدہ نے مجھے شادی کی پیش کش کیوں کی تھی؟ اور اگر وہ صرف مذاق تھا تو پھر اس نے مجھے دھمکی کیوں دی کیا یہ بھی امارت کی ایک شان

ہے یا پھر بے جا آزادی کا کوئی ایسا فلسفہ جو اس نے اپنے ناپختہ ذہن کے سانچے کے مطابق ڈھال لیا تھا؟ کیا رشیدہ میرے علاوہ کچھ اور لوگوں کو بھی اسی قسم کی دھمکی تو نہیں دے چکی۔؟

میں اس گتھی کو سلجھانے میں الجھتا رہا پھر جیسے اچانک تمام گرہیں آپ سے آپ کھل گئی ہوں مجھے اس فیشن ایبل لڑکے کا خیال آ گیا جو رشیدہ کا کلاس فیلو تھا اور اکثر و بیشتر رشیدہ کے ساتھ گھوما پھرا کرتا تھا ایک دو بار میں نے بھی ان دونوں کی بڑھتی ہوئی بے تکلفی کو مشتبہ نظروں سے دیکھا تھا لیکن اس وقت کچھ خیال نہیں کیا تھا مگر اب، اب میرا ذہن اس بات پر جم کر رہ گیا تھا کہ رشیدہ مجھے یقیناً قربانی کا بکرا بنانا چاہتی ہے جدید تہذیب کی غلاظت جو اس نے اپنے اوپر اوڑھ لی تھی میرے بے داغ دامن میں چھپانا چاہتی ہے اس خیال سے میرے ذہن کو جھٹکا لگا مجھے رشیدہ پر ترس بھی آیا لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ اب

دوبارہ کبھی بھول کر بھی اس کی دہلیز کا رخ نہ کروں گا۔
رات بھر میں رشیدہ کے کردار کے بارے میں سوچتا رہا صبح کالج چلا گیا
کالج سے واپسی کے بعد میں نے حسب معمول کچھ دیر آرام کیا پھر
پڑھنے بیٹھ گیا ابھی مجھے پڑھتے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اکبر آ گیا
خلاف توقع آج وہ کچھ سنجیدہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا میں نے وجہ دریافت کی
تو اس نے سوالیہ نگاہوں سے میرے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات کا
جائزہ لیتے ہوئے کہا۔
شاہد میں نے سنا ہے کہ تم نے بیرسٹر صاحب کی لڑکی کا ٹیوشن چھوڑ دیا
ہے۔
ہاں میں نے جواب دیا۔
کوئی خاص وجہ تھی؟ اکبر نے پوچھا۔
مجھے اپنی پڑھائی کے لئے وقت نہیں ملتا تھا میں نے مصلحتاً جھوٹ بول

دیا اکبر میرا بہترین دوست اور راز دار تھا لیکن میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ رشیدہ کے کردار کے بارے میں اسے کچھ بتاؤں۔

میرا جواب سن کر اکبر کچھ دیر چپ رہا پھر آہستگی سے بولا۔

شاہد خدا کرے جو کچھ میں نے سنا ہے وہ غلط ہو۔

کیا سنا ہے تم نے؟ میں نے پہلو بدل کر دریافت کیا۔

کیا یہ سچ ہے کہ رشیدہ نے تم سے شادی کرنے کو کہا تھا اکبر نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا میں نے اس کے جملے کی باریکی اور گہرائی کو محسوس کیا تو مضطرب ہو کر اول تا آخر تمام باتیں اکبر کو بتا دیں وہ حیرت سے میری باتیں سنتا رہا میں خاموش ہوا تو وہ بولا۔

شاہد کیا تمہیں یقین ہے کہ رشیدہ اپنے گناہوں کو تمہارے سر تھوپنا چاہتی ہے۔؟

ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ وہ کردار

کے معاملے میں مشتبہ ہے اس کی خاصیت اس کچے موم کی طرح ہے جو ایک ذرا سی تپش پا کر با آسانی پگھل سکتا ہے اس کے تیور مجھے کبھی اچھے نہیں معلوم ہوئے۔

مجھے تمہارے بیان پر صدفی صد اعتبار ہے میرے دوست مگر یہ جو کچھ بھی ہوا بہت برا ہوا۔

کیوں؟ میں نے تعجب سے پوچھا اس میں آخر میرا کیا قصور ہے۔

تم نہیں جانتے کہ حالات کس قدر سنگین صورت اختیار کر گئے ہیں اکبر نے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ شاہد میری مانو تو کچھ دنوں کے لئے تم اس شہر سے کہیں دور ہٹ جاؤ۔

وہ کس لئے؟ میں نے حیرت سے پوچھا۔

اس لئے کہ تم حالات کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔

کیا حالات حالات کی رٹ لگا رکھی ہے کچھ بتاؤ تو سہی کہ آخر بات کیا

ہے۔؟

اکبر نے فوراً ہی کوئی جواب نہ دیا میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ حالات کی نوعیت بیان کرنے سے گریز کر رہا ہے کیوں؟ یہ مجھے نہیں معلوم بہر حال اس کی آنکھوں میں میرے لئے ہمدردی اور محبت کا بھرپور جذبہ موجود تھا میں بڑی بے چینی سے حالات کی تہہ تک پہنچنے کا منتظر تھا۔

لیکن اکبر بہت متفکر معلوم ہوتا تھا کچھ دیر تک میں اس بات کا منتظر رہا کہ اکبر گفتگو شروع کرے لیکن جب اس نے چپ سادھے رکھی تو میں ضبط نہ کر سکا اکبر کو مخاطب کر کے بولا۔

کیا تم چاہتے ہو کہ میں حالات سے بے خبر رہوں اور اندھیرے میں کسی خطرے سے دوچار ہو جاؤں۔

آج دوپہر رشیدہ اسکول سے واپسی پر میرے گھر آئی تھی اکبر نے آہستہ سے کہا جانتے ہو اس نے مجھ سے تمہارے بارے میں کیا کہا

ہے اس کا بیان ہے کہ تم نے اس کی عزت پر ڈاکا ڈالا ہے اور بلیک میل کرنے کی دھمکی دے کر مہینے بھر تک اس کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے ہو اور اب جب اس نے تم سے شادی کی درخواست کی تو تم نے اس کی مدد کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیر لیا۔

رشیدہ بے شرم اور بیہودہ ہے میں بپھر اٹھا میرا چہرہ سرخ ہو گیا میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی سطح سے اس قدر گر چکی ہو گی اس نے جو بکواس کی ہے وہ سراسر بہتان ہے وہ اپنی ناکامی کا بدلہ لینا چاہتی ہے ننگ خاندان۔

مجھے یقین ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔

اور اس کے باوجود تمہارا مشورہ ہے کہ میں اس بے بنیاد الزام کی تردید کرنے کے بجائے ایک مجرم کی طرح حالات سے خوفزدہ ہو کر

میدان چھوڑ دوں میں نے تیزی سے کہا اب تک تو میں خاموش تھا۔
لیکن اب میں پہلی فرصت میں بیرسٹر سے مل کر اسے بتادوں گا کہ
رشیدہ مجھے غریب سمجھ کر جو الزامات میرے سر تھوپنے کی کوشش کررہی
ہے اس کی ذمے داری حامد پر عائد ہوتی ہے جو رشیدہ کو دن رات اپنی
کار میں لئے اڑتا پھرتا ہے۔
یہ تم دوسری حماقت کرو گے اکبر نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا یہ ہوسکتا
ہے رشیدہ نے ابھی ان باتوں کا تذکرہ اپنے والد سے نہ کیا ہو لیکن اگر
یہ بات ان کے علم میں تمہارے ذریعے آ گئی تو وہ اپنی امارت کے نشے
میں تمہارے ہی اوپر چڑھ دوڑیں گے۔
اکبر دیر تک مجھے حالات کے نشیب و فراز کے بارے میں سمجھاتا رہا
اس کی بات معقول تھی۔
میں نے وعدہ کرلیا کہ جب تک دوسری طرف سے پہل نہ ہوگی میں

اپنے جذبات قابو میں رکھوں گا اکبر نے مجھے یہ بھی بتایا کہ رشیدہ صرف اس مقصد سے اس سے ملی تھی کہ ایک دوست کے رشتے سے وہ مجھے رشیدہ کے ساتھ شادی کر لینے پر مجبور کر سکے صاف لفظوں میں اس نے اکبر کے ذریعے ایک بار پھر مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کی پیشکش قبول نہ کی تو حالات میرے حق میں اچھے ثابت نہ ہوں گے۔

اکبر کے جانے کے بعد بھی میں اسی سلسلے میں سوچتا رہا پھر یہ سوچ کر ان باتوں کو ذہن سے جھٹک دینے کی کوشش کی کہ جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں تو خواہ مخواہ پریشان ہونے سے فائدہ۔ جب کوئی بات سامنے آئے گی تب دیکھا جائے گا اس فیصلے کے بعد میں مطمئن ہو گیا اور دوبارہ کتابوں کی ورق گردانی میں مشغول ہو گیا۔

ایک ہفتے تک کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں ہوئی جو میرے سکون کو

درہم برہم کرسکتی رشیدہ اکبر سے دوبارہ نہیں ملی۔ نہ ہی بیرسٹر کے گھر سے کوئی خبر آئی اس کے روزمرہ کے معمول میں کوئی فرق نہیں آیا تھا پہلے کی طرح وہ اب بھی بڑی آزادی کے ساتھ حامد سے تعلقات استوار کئے ہوئی تھی مجھے ان اطلاعات سے مزید تقویت ہوگئی میں نے اپنے تئیں یہی نتیجہ اخذ کیا کہ رشیدہ نے محض دھمکی دے کر مجھے اپنے جال میں پھانسنا چاہا تھا لیکن جب اسے مایوسی ہوئی تو اس نے اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا مجھے خوشی تھی کہ مفت کی بلا سے نجات مل گئی لیکن میرا یہ خیال پندرہ روز بعد ریت دیوار کی مانند ڈھے گیا جب رشیدہ نے محلے کے ایک بچے کے ہاتھ مجھے ایک فیصلہ کن خط بھجوایا میں نے خط کا مضمون پڑھا تو ایک لمحے کے لئے مجھے پسینہ آ گیا رشیدہ نے مجھے اس خط کے ذریعے صرف ایک روز کی مہلت دی تھی اور مجھ پر بے شمار بیہودہ اور گھناؤنے الزامات بڑی بے باکی سے تراشے تھے

کہ اگر اب بھی میں نے اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا تو وہ تمام باتیں اپنے ڈیڈی کو بتا دے گی اور اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی لے ڈوبے گی۔

خط کا مضمون اس قدر اخلاق سوز تھا کہ بے قصور ہونے کے باوجود مجھے جھرجھری آ گئی میں اکبر سے مشورہ کرنے اس کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ دو روز کے لئے اپنی خالہ کے پاس گاؤں گیا ہوا ہے اکبر کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے سوچا کہ کیوں نہ راشد حسین سے مل کر انہیں حقیقت حال سے آگاہ کر دیا جائے مگر یہ ارادہ بھی اس خیال سے ترک کر دیا کہ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے مقابلے میں میری باتوں پر کبھی یقین نہ کریں گے چنانچہ میں نے ایک بار پھر یہی فیصلہ کر کے خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ قبل از وقت ذہن کو نہ الجھایا جائے بلکہ موقع آنے پر حالات سے ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے ہر

چند کہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا لیکن کوئی نامعلوم سا خدشہ ایسا ضرور تھا جو مجھے پریشان کئے ہوئے تھے اگلا دن میں نے کس طرح گزارا یہ میرا دل ہی جانتا ہے تیسرے روز میں نے گھر سے نکلنا مناسب نہیں سمجھا اور طبیعت کی ناسازی کا بہانا بنا کر گھر پر رک گیا صبح سے قسم قسم کے واہمے پریشان کر رہے تھے نہ جانے کیوں میں خود کو بزدل محسوس کر رہا تھا جب کہ میرا دل اور میرا خدا اس بات کا گواہ تھا کہ میں نے رشیدہ کے جسم کو کبھی چھوا تک نہ تھا بہر حال کچھ انجانے خطرے ایسے ضرور تھے جو مجھے بے چین کئے ہوئے تھے میں نے کئی بار خود کو دلاسہ دیا کہ رشیدہ کا خط دھمکی کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا لیکن دل تھا کہ دھڑکے جاتا تھا۔

نو بجے والد صاحب اپنے کام پر چلے گئے تو میں اپنی باہر والی مختصر سی بیٹھک میں آ گیا اور یونہی وقت گزاری کے لئے کتاب کے صفحات

الٹنے پلٹنے لگا گیارہ بجے کے قریب دروازے پر کسی نے دستک دی تو میرا دل دھک سے رہ گیا ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ والدہ سے کہوں کہ وہ دیکھ لیں کہ کون آیا ہے لیکن پھر مجھے اپنی بزدلی پر غصہ آ گیا چنانچہ میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پایا اٹھا اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے دروازے کی کنڈی کھول دی باہر میرے والد کے دفتر کا ایک چپڑاسی کھڑا تھا جو ایک دو بار پہلے بھی والد صاحب کے پاس آ چکا تھا چپڑاسی نے مجھے دیکھ کر ادب سے سلام کیا پھر اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی گٹھڑی میرے حوالے کرتے ہوئے بولا بڑے صاحب نے کچھ ضروری چیزیں بھیجی ہیں انہیں احتیاط سے رکھ لیں۔

میرے دل میں کوئی چور نہیں تھا اس لئے میں نے چپڑاسی سے گٹھڑی لے کر الماری میں بند کر دی اور دروازے کو کنڈی لگا کر دوبارہ کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا بمشکل آدھا گھنٹہ گزرا ہو گا کہ دروازے پر

پھر دستک سنائی دی اس بار دستک کی آواز خاصی تیز تھی میں کتاب بند کر کے جلدی سے اٹھا اور دروازہ کھول دیا لیکن دوسرے ہی لمحے میری نگاہوں کے نیچے اندھیرا اچھل گیا دروازے پر ایک پولیس انسپکٹر اور چھ سپاہیوں کی جھلک دیکھتے ہی میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا میں حواس باختہ ہو گیا اور دل کی دھڑکنیں اتنی تیز ہو گئیں کہ ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

شاہد علی تمہارا نام ہے انسپکٹر نے کرخت لہجے میں پوچھا تو میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

جی جی ہاں م........... میرا ہی نام شاہد علی ہے میں نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

صورت ہی سے چور اچکے معلوم ہوتے ہو انسپکٹر سرد لہجے میں بولا پھر

مجھے دھکا دیتا ہوا اندر آ گیا سپاہی بھی اس کے پیچھے تھے میں نے اس اقدام پر احتجاج کرنا چاہا لیکن آواز میرے حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔

کیا تم سیدھی طرح نہیں بتاؤ گے کہ وہ زیورات اور نقدی تم نے کہاں چھپائی ہے جو تم نے بیرسٹر راشد حسین کے گھر سے چوری کئے ہیں۔

انسپکٹر نے اندر آ کر مجھے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا تو میں لرز کر بولا۔

یہ......یہ جھوٹ ہے سب۔.........مم میں نے کبھی چوری نہیں کی۔

ابھی معلوم ہو جائے گا انسپکٹر نے کہا پھر سپاہیوں کو گھر کی تلاشی لینے کا حکم دیا۔

میں بری طرح بوکھلایا ہوا تھا پھر بھی مجھے یقین تھا کہ انسپکٹر کو اپنے ارادے میں مایوسی ہو گی لیکن پھر اس گٹھڑی کو کھولا گیا جو کچھ دیر پیشتر والد کا چپڑاسی دے گیا تھا گٹھڑی کھلتے ہی میرا دل ڈوبنے لگا میری

نظریں ان قیمتی اور جھلملاتے ہوئے زیورات اور نقد رقم پر سحر زدہ انداز میں جم کر رہ گئیں جو گٹھڑی سے برآمد ہوئے تھے مجھ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

نتیجہ ظاہر تھا مجھے راشد حسین کے گھر چوری کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا میں نے اپنی بے گناہی کا یقین دلانا چاہا لیکن لاتوں اور گھونسوں سے میری زبان بند ہو کر دی گئی میری والدہ اور بہن کو میرے کمرے میں کھیلے جانے والے ڈرامے کا علم ہوا تو گھر میں کہرام مچ گیا میری والدہ غش کھا کر گر پڑیں محلے کی کچھ عورتوں نے انہیں سنبھالا کچھ میری بہن کو پکڑے ہوئے تھیں جو میری گرفتاری پر پچھاڑیں کھا رہی تھیں محلے کے درمیانہ طبقے کے لوگوں نے جو مجھ سے واقف تھے میرے بارے میں انسپکٹر کو ہر طریقے سے یقین دلایا لیکن سب بے سود تھا مال برآمد ہو چکا تھا والد صاحب کے دفتر کے اس

چپڑ اسی کو بلوایا گیا جس نے مجھے گھڑی لاکر دی تھی لیکن وہ صاف مکر گیا اس کے افسر سے رابطہ کیا گیا تو اس نے بھی چپڑ اسی کی طرف داری کرتے ہوئے یہی بیان دیا کہ چپڑ اسی ایک سیکنڈ کے لئے بھی دفتر سے کہیں باہر نہیں گیا تھا۔

میرے خلاف جو جال بچھایا گیا تھا میں اس میں پوری طرح سے پھنس چکا تھا میری والد کو چپ سی لگ گئی تھی وہ مجھے خالی خالی نظروں سے تکے جا رہے تھے غیر اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات ان کی اداس آنکھوں سے مترشح تھے بے بسی نے ان کی زبان پر تالے ڈال دیئے تھے جتنی دیر تک انسپکٹر کاغذات کی تیاری میں مصروف رہا والد صاحب برابر مجھے گھورتے رہے پھر جب جائے وقوع کارروائی مکمل ہوئی اور پولیس مجھے لے جانے لگی تو میرے والد کی مجبور آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے انہوں نے بڑے پیار سے آگے بڑھ کر مجھے اپنے

کشادہ سینے سے لگالیا اور بھرائی آواز میں بولے۔

ہمت سے کام لینا میرے بچے جس کا کوئی نہیں ہوتا خدا اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔

میری ہچکیاں بندھ گئی تھیں اندر سے میری مجبور بہن کی دل ہلا دینے والی چیخ و پکار جاری تھی لیکن میں ایک نظر اسے دیکھنے سے بھی قاصر تھا انسپکٹر کی اشارے پر سنگدل سپاہیوں نے میرے والد کو کھینچ کر مجھ سے علیحدہ کیا پھر مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جا کر جیپ میں ڈال دیا محلے کے جن افراد کے سامنے میں ہمیشہ سر بلند رہتا تھا آج ان کے سامنے میں ہتھکڑیاں پہنے مجرموں کی طرح جا رہا تھا۔

میرے والد نے اپنی غربت کے باوجود مجھے بچانے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے وکیل کی فیس ادا کرنے کی خاطر انہوں نے اپنا آخری سہارا وہ مکان بھی بیچ ڈالا جس میں ہم لوگوں نے زندگی گزار

دی تھیں لیکن ان کی یہ تمام کوششیں رائے گاں گئیں اکبر نے بھی اپنی
بساط کے مطابق مجھے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن قانون کے پاس
میرے خلاف تمام ثبوت موجود تھے چنانچہ مجھے سات سال قید
بامشقت کی سزا سنادی گئی جس دن مجھے سزا سنائی گئی اس دن میرے
گھر کے سب افراد عدالت میں موجود تھے مجسٹریٹ نے جب سزا
سنائی تو میری والدہ بے ہوش ہو کر ایسی گریں کہ پھر کبھی نہ اٹھ سکیں
میری بہن ماں کی لاش سے لپٹ کر تڑپنے لگی میرے والد اپنے
آنسوؤں کے طوفان کو روکتے کبھی میری طرف دیکھتے کبھی میری بہن
کی طرف اور کبھی اس سہارے کی طرف جوان کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔
مجھے بس دس منٹ کی مہلت دی گئی کہ میں اپنی ماں کے سرد ہوتے
ہوئے جسم سے لپٹ کر آخری بار آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر سکوں اس
کے بعد مجھے جیل کی گاڑی میں بیٹھا کر جیل خانے کی طرف روانہ کر دیا

گیا میرے دل پر جو کچھ گزر رہی تھی اسے بیان کرنا میرے بس سے باہر ہے۔

میرے والد نے امید کا دامن نہیں چھوڑا انہوں نے ہائیکورٹ میں ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی لیکن آٹھ مہینے بعد انہیں یہاں بھی مایوسی ہوئی والدہ کی موت اور میری سزا نے میرے بوڑھے والد کی کمر توڑ دی تھی ایک بہن تھی جس کی خاطر وہ ایک زندہ لاش کی صورت جینے پر مجبور تھے لیکن ایک دن یہ مجبوری بھی ختم ہوگئی مجھے اپنے والد اور ہمشیرہ کی موت کی جانکاہ اطلاع اکبر کی زبانی ملی اکبر کے بیان کے مطابق کچھ شرپسند غنڈوں نے میری بہن کی مجبوریوں کو دن دہاڑے لوٹ لیا تھا میری بہن خوددار تھی وہ اس بدنامی کے داغ کو برداشت نہ کر سکی اسی وقت بازار جا کر نیلا تھوتھا لائی اور اسے کھا کر ابدی نیند سوگئی میری بہن نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ

بز دل نہیں بلکہ بڑے دل گردے کی مالک ہے ورنہ اپنی زندگی خود اپنے ہاتھوں کون لے سکتا ہے؟ شام کو والد صاحب محنت مزدوری کر کے تھکے ماندے گھر لوٹے اور جوان بیٹی کی لاش کو دیکھا تو ان کی برداشت کا پیمانہ چھلک اٹھا حلق پھاڑ کر انہوں نے آخری بار اپنی بیٹی کو آواز دی اور پھر خود بھی اس سے جا ملے۔

اکبر کی زبانی بہن اور باپ کی موت کی اطلاع پا کر اول تو میں پھوٹ پھوٹ کر رو دیا جس سے مجھے بے حد سکون ملا یوں جیسے دریا کی موجوں کے تلاطم میں اچانک ٹھہراؤ آ گیا ہو اب مجھے اپنی ذات کے سوا کسی کا غم نہیں تھا اب میری معصوم بہن کو بھی میری وجہ سے کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی تھی میرے والد نے بھی اپنی منزل کو پا لیا تھا اب میں تنہا تھا ہر معاملے میں ہر طرح آزاد لیکن میرا ذہن اب بھی الجھا ہوا تھا میری سوچوں کے زاویے والدین اور بہن کی طرف سے تو بدل

گئے تھے لیکن راشد حسین اور رشیدہ کا خوفناک تصور ایک لمحے کے لئے بھی مجھ سے دور نہ ہو سکا۔ یہی وہ لوگ تھے جو میرے خاندان کی بربادی کا سبب بنے تھے انہی کی وجہ سے میری ضعیف ماں مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئی میری معصوم بہن کی عصمت پر ڈاکا پڑا تھا اور بوڑھے باپ نے خود کو اس پر سے قربان کر دیا صرف میں زندہ رہ گیا گرد کارواں کی طرح۔ ورنہ منزل کے سارے نشانات تو وقت کی آندھی نے ملیا میٹ کر دیئے تھے ابھی مجھے زندہ رہنا تھا اپنے نا کردہ گناہوں کی سزا پوری کرنے کی خاطر ورنہ قانون کے تقاضے کون پورے کرتا اگر میں بھی مر جاتا تو رشیدہ اور اس کے والد کا مشن بھی تو ادھورا رہ جاتا۔

سات سال............جی ہاں سات سال جسے تحریر میں لانا بڑا سہل ہے انگلیوں پر سات تک گننا بھی بڑا آسان ہے لیکن اس طویل عرصے

کی صعوبتوں کو صرف وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جس نے آزادی کی
امید میں ایک ایک لمحہ اور ایک ایک پل گن گن کر گزارا ہو جن لوگوں پر یہ
افتاد نہیں پڑی وہ ہمدردی کا اظہار تو کر سکتے ہیں لیکن ان لمحات کی بے
چینی اور کرب کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو سزا بھگتنے والوں پر بیتے ہیں۔
میں نے اپنی زندگی کے سات سال جس طرح گزارے وہ میرا دل ہی
جانتا ہے ان سات سالوں میں مجھے بڑے بڑے تجربات ہوئے قسم
قسم کے چوراچکوں اور ڈاکوؤں سے میرا واسطہ پڑا بڑے بڑے
قاتلوں کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ان قاتلوں کے لئے زندگی
کی کوئی اہمیت نہ تھی ان کی آنکھوں میں میں نے ہمیشہ خون تیرتے
دیکھا تھا ان کی چہرے بہت بہت خطرناک ہوتے اتنے خطرناک کہ
جیل کے محافظ بھی ان کے قریب جاتے ہوئے گھبراتے تھے چنانچہ
اس ماحول میں سات سال تک میں انوکھے اور غیر معمولی تجربے

حاصل کرتا رہا میں نے یہی اخذ کیا کہ طاقت اور دولت دنیا میں سب سے بڑے ہتھیار ہیں یہ اگر حاصل ہو جائیں تو مشکلیں مشکلیں نہیں رہتی۔ یہ تجربات میرے لئے مشعل راہ تھے میں نے اپنے ساتھ قیمتی سالوں کو برباد کر کے زندہ رہنے کا گر پالیا تھا میں نے طے کر لیا تھا کہ جیل سے باہر جا کر زندگی ایک نئے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کروں گا۔

جس روز مجھے جیل سے رہائی ملی اس روز اکبر مجھے لینے کے لئے وہاں موجود تھا میرا عزیز دوست۔ جس نے سات سال تک متواتر میرا خیال رکھا تھا میں اس کے ہمراہ کھلی فضا میں آیا تو نہ جانے کیوں مجھے ہر شے بدلی بدلی نظر آرہی تھی یا پھر ممکن ہے کہ میں نے انہیں بدلی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔

اکبر مجھے جیل سے سیدھا اپنے گھر لے گیا میں جب اپنے گھر کے

قریب سے گزرا تو ماضی کی تلخ یادیں تازہ ہو گئیں اپنے والدین اور بہن کو یاد کر کے میری آنکھیں بھر آئیں میں سسکنے لگا لیکن مجھے اپنی بزدلی پر غصہ آ گیا میں نے یہ سوچ کر جلدی سے اپنے آنسو پونچھ لئے کہ اگر پہلے ہی قدم پر ہی لڑکھڑا گیا تو اپنے عزائم کیسے پورے کروں گا مجھے ماضی کی ایک ایک بات سے نفرت کرنی تھی ہر شے کو بھول جانا تھا سوائے رشیدہ اور اس کے والد کے اب مجھے اس بات پر کوئی دکھ یا افسوس نہ تھا کہ ان سات سالوں میں دنیا میرے لئے اجنبی ہو گئی تھی میں اپنے محلے میں جانے پہچانے چہروں کے درمیان سے گزر رہا تھا لیکن خود میرا چہرہ غالباً ایسا بدل گیا تھا کہ کوئی مجھے شناخت نہ کر سکا بس ایک نظر لوگوں نے میری بڑھی ہوئی داڑھی اور مونچھوں پر ڈالی اور یوں میرے قریب سے گزر گئے جیسے راہ گیر ایک دوسرے کے قریب سے گزر جاتے ہیں میں نے اکبر کو بطور خاص تاکید کر دی تھی کہ وہ

میرے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائے میری خواہش تھی کہ دنیا والے
مجھے بھول جائیں تا کہ میں ان کے درمیان ایک نیا جنم لے سکوں۔
اکبر کے گھر جا کر میں نے ایک عرصے بعد خوب آرام کیا شام کو غسل کر
کے باہر آیا تو اکبر موجود تھا ہم دونوں ایک قریبی پارک میں جا بیٹھے
اکبر نے میرے دریافت کرنے پر رشیدہ کا ذکر شروع کیا اس کے
بیان کے مطابق جن دنوں مکروفریب کی اس پتلی نے مجھ سے شادی
کی درخواست کی تھی ان دنوں وہ بطن سے تھی مجھے سزا ہوگئی تو راشد
حسین نے پہلے چوری چھپے ایک دوسرے شہر جا کر معاملہ رفع دفع کیا
پھر درمیانہ طبقے کے ایک لڑکے سے اس کی شادی کر دی اور ان دونوں
کو بیرون ملک بھیج دیا جس لڑکے سے رشیدہ کی شادی ہوئی تھی وہ
ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے والدین تعلیم
کے بھاری اخراجات اٹھانے سے قاصر تھے راشد حسین نے لڑکے

کے والدین سے بات چیت طے کی اور اپنے اخراجات پر اسے باہر بھیجنے کا سودا کر لیا اس طرح رشیدہ کا بوجھ بہ آسانی سے سر سے اتر گیا۔ شادی کے پانچ سال بعد جب لڑکے نے ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کر لی تو راشد حسین نے اسے واپس بلانا چاہا لیکن بیٹی اور داماد کی مرضی واپس آنے کی نہ تھی اس لئے انہوں نے اصرار نہیں کیا اکبر نے مجھے یہ بھی بتایا کہ رشیدہ اس کا شوہر ہر سال ایک ماہ کے لئے اپنے اپنے والدین سے ملنے کی خاطر آتے ہیں میں کرید کرید کر اکبر سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرتا رہا میں نے طے کر لیا تھا کہ اس خاندان کے ایک ایک فرد سے گن گن کر بدلہ لوں گا جو میرے اور میرے گھرانے کی بربادی کا باعث بنا تھا۔

پارک میں ہم بہت دیر تک بیٹھے دنیا جہاں کی باتیں کرتے رہے اکبر کے استفسار پر جب میں نے اسے اپنے مستقبل کے پروگرام سے

آگاہ کیا تو وہ مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اسے میری صحیح الدماغی پر شبہ ہو لیکن جب اس نے مجھے سنجیدہ پایا تو مجھے سمجھانے بجھانے لگا اس نے مجھے میرے ارادوں سے باز رکھنے کی خاطر ہر طرح سمجھایا بڑی بڑی قسمیں دیں لیکن میں ٹس سے مس نہ ہوا لیکن جب اکبر نے مجھے میرے والدین اور میری معصوم بہن کی روح کا واسطہ دیا تو میں مجبور ہو گیا میں نے تڑپ کر اکبر سے کہا۔

میرے دوست! آج تو تم نے مجھے والدین اور بہن کی قسم کھلوائی مگر آئندہ کبھی ایسا مت کرنا۔

میں جانتا ہوں شاہد کہ تمہارے اوپر ظلم ہوا ہے لیکن مرد وہی ہے جو حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرے.........تم یقیناً جدوجہد کرنے کے بعد اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرلو گے۔

اکبر کی دی ہوئی قسم سے مجبور ہو کر میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا میں

نے سوچا کہ کیوں نہ محنت کر کے معاشرے میں اپنا مقام پیدا کروں
اور پرسکون زندگی گزاردوں لیکن میں اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو
سکا دووقت کی روٹی حاصل کرنے کے لئے میں نے معمولی سی ملازمت
کرنی چاہی اکبر نے اس سلسلے میں میری حتیٰ الامکان مدد کی لیکن
ہماری کوشش رائے گاں گئیں میں جہاں بھی گیا مجھے دھتکار دیا گیا
گورنمنٹ کی ملازمت سے مایوس ہو کر میں نے نجی اداروں میں
قسمت آزمائی کی لیکن ایک چوراچکے کو کوئی بھی ملازمت دینے پر آمادہ
نہ ہوا معاشرے میں میرے لئے کوئی مقام باقی نہ رہا تھا میرے پاس
سوائے اس کے کوئی راستہ نہ تھا کہ میں غلط راہوں کو اپنالوں اور اس
سانچے میں خود کو ڈھال لوں جس میں حالات نے مجھے بے بس کر
کے جکڑ دیا تھا اکبر نے ٹکڑوں پر آخر کب تک زندگی گزاری جا سکتی
تھی؟ اور مجھے یہ بھی منظور نہ تھا کہ میری وجہ سے لوگ میرے عزیز

دوست پر بھی انگلیاں اٹھائیں مجھے اپنے نا کردہ گناہوں کی جو سزا ملی تھی میں اس میں اپنے دوست کو شریک نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ ایک روز میں نے اکبر سے صاف صاف کہہ دیا کہ اب میں کسی قیمت پر بھی اس مکان پر نہیں رہ سکتا اکبر نے جو مجھے بھائیوں سے بڑھ کر عزیز رکھتا تھا مجھے بہت سمجھایا لیکن جب میں اپنی ضد پر اڑا رہا تو اس نے مجھے غلط راستوں پر بھٹکنے سے باز رکھنے کے لئے ایک نئی چال چلی کچھ سوچ کر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

حالات کے پیش نظر تم نے جو فیصلہ کیا ہے میں اسے غلط نہیں کہتا مگر جہاں تم نے مجھے اپنا عزیز سمجھ کر میری اتنی باتیں مانی ہیں وہاں صرف ایک بات اور مان لو اس کے بعد بھی اگر حالات تمہارے حق میں ساز گار نہیں ہوتے تو پھر میں تمہیں دوبارہ کبھی کسی بات سے منع نہیں کروں گا۔

کیا تمہارا خیال ہے کہ میں دنیاوالوں کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

انسان کوشش کرے تو ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے میرے دوست اکبر نے مجھے سمجھایا تو میں زہر خند سے بولا۔

تم حالات کو میری نہیں بلکہ اپنی نظروں سے دیکھ رہے ہو اکبر۔ اگر دنیا والوں کی نظروں سے تم بھی مجھے دیکھو تو کیا عجب ہے کہ تمہیں بھی مجھ سے کوئی ہمدردی باقی نہ رہے۔

بھاڑ میں جائیں دنیاوالے۔ میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم اللہ والوں سے دعا کے طالب بنو بہت سی باتوں کا علاج دنیاوالوں کے بجائے اللہ کے برگزیدہ بندوں کے پاس ہوتا ہے۔

میں سمجھا نہیں۔

اصل میں بات یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ کے ایک برگزیدہ بندے سے

ملانا چاہتا ہوں جس نے دنیا کو تج دیا ہے اور دن رات خدا کی عبادت میں مشغول رہتا ہے مجھے قوی امید ہے کہ اگر وہ بزرگ تمہارے حق میں دعا کریں تو تمہاری قسمت بدل سکتی ہے اکبر نے سنجیدگی سے کہا میرے کہنے سے تم صرف ایک بار ان سے مل لو۔

ان باتوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اکبر، میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

قبل از وقت تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ان بزرگ سے مل کر تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا جب کہ میں ان کے بارے میں بے شمار عجیب وغریب باتیں سن چکا ہوں بلکہ میں نے تو یہاں تک سن رکھا ہے کہ جو بات وہ کہہ دیں پتھر کی لکیر ثابت ہوتی ہے لوگوں میں تو یہاں تک مشہور ہے کہ وہ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہیں اور ان کے قبضے میں کچھ ایسی طاقتیں بھی موجود ہیں جن کے ذریعے وہ لوگوں کی تقدیر بھی بدل سکتے ہیں۔

میں خاموش رہا تو اکبر نے مجھے ان بزرگ کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

میں جن بزرگ کا تذکرہ کر رہا ہوں وہ یہاں سے چار میل دور آبادی سے ذراہٹ کر جو پہاڑی ہے اس پر ایک نیم پختہ سی کوٹھڑی میں رہتے ہیں میں نے لاتعداد افراد کی زبانی ان کے کرشموں اور معجزوں کے بارے میں سنا ہے ہزاروں لوگ ان کی برکتوں سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔عقیدت مندوں کی اچھی خاصی تعداد دن بھر ان کے گرد جمع رہتی ہے جن میں غریب اور امیر دونوں ہی ہوتے ہیں لیکن مغرب کے بعد کوئی اس پہاڑی کا رخ نہیں کرتا میاں صاحب نے اپنے تمام عقیدت مندوں کو تاکید کر رکھی ہے کہ مغرب کے بعد کوئی نہ تو ان سے ملنے کی کوشش کرے اور نہ ہی ان کے سکون میں خلل انداز ہو۔ان بزرگ کا اصلی نام شیخ عنایت اللہ ہے لیکن چھوٹے بڑے سب انہیں

میاں صاحب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کسی زمانے میں پولیس کے محکمے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی عہدے پر تھے بڑے ہی رنگین مزاج اور یار باش تھے ہر وقت یاروں کی محفل میں بیٹھے شراب اور شباب کی مستیوں سے دل بہلاتے رہتے تھے لیکن ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے انہیں اللہ سے قریب کر دیا ان دنوں عنایت اللہ صاحب زنا بالجبر کے کسی کیس میں تفتیش پر مامور تھے اس کیس میں کچھ پیچیدگیاں ایسی تھیں کہ عنایت اللہ صاحب بھی اسے حل نہ کر سکے چنانچہ انہوں نے اپنے اعلیٰ افسروں سے اس بات کی اجازت مانگی کہ عورت کو جسے اس کے ورثا کے بیان کے مطابق ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر کے دفنا دیا گیا تھا دوبارہ قبر سے نکالا جائے اور از سر نو اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرایا جائے عورت کے گھر والوں کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا اس

لئے عنایت اللہ کو افسروں کی جانب سے لاش قبر سے نکالنے اور نئے سرے سے پوسٹ مارٹم کرانے کی اجازت مل گئی جس روز یہ اجازت ملی اسی روز ڈپٹی صاحب اپنے ایک ماتحت سب انسپکٹر ایک جمعدار اور چار سپاہیوں کے ہمراہ پولیس ایمبولینس لے کر قبرستان جا پہنچے اور اپنی نگرانی میں قبر کھدوائی شروع کر دی لاش دفنائے بیس روز گزر چکے تھے پولیس والوں نے اس خیال سے اپنی اپنی ناک اور منہ پر رومال باندھ رکھا تھا کہ کہیں لاش کا تعفن یا جراثیم انہیں متاثر نہ کریں لیکن جس وقت قبر کھودی گئی اس وقت پولیس والوں کو ایسا منظر نظر آیا جسے دیکھ کر ان کی عقلیں خبط ہو گئیں تین کانسٹیبل اور سب انسپکٹر جائے وقوع پر ہی دہشت کے مارے ہلاک ہو گئے جمعدار چوتھا کانسٹیبل اور عنایت اللہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ایمبولینس ڈرائیور چونکہ دور تھا اس لئے وہ یہ نہ جان سکا کہ اصلیت کیا ہے گورکن موقع پر ہی ہلاک ہو گیا

تھا اس لئے وہ بھی کچھ نہ بتا سکا پولیس کا جمعدار دو سال تک پاگل رہا پھر ایک حادثے کا شکار ہو کر فوت ہو گیا کانسٹیبل کے بارے میں کچھ پتا نہ چل سکا کہ وہ زندہ بچا یا مر گیا البتہ عنایت اللہ پانچ سال تک پاگل رہے پھر ان کی ذہنی حالت ٹھیک ہو گئی۔

ہوش و حواس میں آنے کے بعد انہوں نے اپنے بڑے بھائی کو جو سرجن تھے جو کہانی سنائی وہ بڑی پر اسرار اور حیرت انگیز تھی انہوں نے ایک انتہائی حسین و جمیل عورت کو جو مقتولہ سے بڑی مشابہت رکھتی تھی قبر میں اس طرح بیٹھے پایا کہ اس کی پشت قبر کی ایک دیوار سے لگی ہوئی تھی اور دونوں ہاتھ آگے کی سمت پھیلے ہوئے تھے عورت کے چہرے پر عجیب ملکوتی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ مری نہ ہو بلکہ زندہ ہو۔ عنایت اللہ صاحب نے گلاب کے تین پھولوں کو بھی دیکھا جن میں سے ایک عورت کے چہرے کے سامنے

اور دو اس کی کھلی ہوئی ہتھیلیوں کے اوپر معلق تھے پھولوں کی مہک اس قدر تیز اور اثر انگیز تھی کہ عنایت اللہ کے دل و دماغ پر چھا گئی اس کے بعد کے واقعات بتانے سے خود عنایت اللہ بھی قاصر تھے لیکن اپنے حواسوں میں آنے کے بعد انہوں نے اس واقعے کا اتنا گہرا اثر لیا کہ ملازمت ترک کر دی اور اپنے مال و اسباب سب کو ٹھکرا کر گھر سے نکل گئے کئی سالوں تک دہلی اور آگرے میں بزرگوں کی چوکھٹ پر سجدہ ریز رہنے کے بعد وہ یہاں آ کر بس گئے اور آٹھ سال سے اسے پہاڑ پر ایک کوٹھری میں قیام پذیر ہیں جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے۔

اکبر نے یہاں تک کہہ کر پہلو بدلا پھر بڑی رازداری سے بولا۔

میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ میاں صاحب کے قبضے میں بے شمار روحیں ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے

عقیدت مندوں کے جائز کام کرا دیتے ہیں۔
ممکن ہے کہ لوگوں نے محض قیاس آرائیاں کی ہو۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔
ہوسکتا ہے اکبر بولا۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ میاں صاحب بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں ان کا کہنا کبھی خالی نہیں جاتا روحوں کا معاملہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کا خیال ہو لیکن میرے ایک واقف کار کا بیان ہے کہ اس نے اکثر میاں صاحب کی کوٹھڑی سے عورتوں اور مردوں کی پراسرار آوازیں سنی ہیں۔
کیا مطلب؟ میں نے چونک کر پوچھا کیا تمہارے واقف کار نے میاں صاحب کے منع کرنے کے باوجود مغرب کے بعد اس پہاڑی پر جانے کی ہمت کر لی تھی۔
ہاں ایک بار اس نے ایسا کیا تھا لیکن دوسرے ہی روز ایسا بیمار پڑا کہ

تین دن تک اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہا چوتھے روز بخار کی شدت کم
ہوئی تو اس نے اپنے والدین کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا چنانچہ اس
کے والد دوڑے دوڑے میاں صاحب کے پاس گئے اور اپنے بچے
کی حماقت اور بیماری کا ذکر کیا میاں صاحب کچھ دیر خاموش رہے پھر
بولے جاؤ کل تک تمہارے بچے کا بخار ختم ہو جائے گا لیکن اس سے
کہہ دینا کہ دوبارہ میرے سکون میں مخل ہونے کی کوشش نہ کرے
دوسرے روز حقیقتاً لڑکے کا بخار اتر گیا پاس پڑوس والوں کو حالات کا
علم ہوا تو انہوں نے مغرب کے بعد پہاڑی کا رخ کرنے سے کان
پکڑ لئے اگر کوئی اجنبی رات کے وقت انہیں پہاڑی کی طرف جاتا
نظر آجاتا ہے تو محلے والے اسے روک دیتے ہیں۔

اکبر نے کچھ ایسے انداز میں میاں صاحب کا ذکر کیا کہ میرا ذوق تجسس
بھڑک اٹھا مجھے کبھی پیری مریدی اور تعویذ گنڈوں سے کوئی واسطہ نہیں

رہا تھا لیکن نہ جانے کیوں میاں صاحب کی ذات سے مجھے دلچسپی پیدا ہوگئی میں نے اکبر سے وعدہ کرلیا کہ دوسرے روز ہی اس کے ہمراہ جا کر میاں صاحب سے ملوں گا لیکن اپنے طور پر میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسی رات میں چوری چھپے میاں صاحب کی پہاڑ والی کوٹھڑی کی طرف ضرور جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ یہ بات کہاں تک درست ہے کہ ان کے قبضے میں لاتعداد روحیں ہیں جن سے وہ دو بدو گفتگو کرتے ہیں اور لوگوں کے جائز کام کراتے ہیں چنانچہ دن بھر ادھر اُدھر کے کاموں میں مصروف رہا اور رات کا کھانا قدرے جلدی کھا کر سونے کے بہانے لیٹ رہا اکبر اور میں چونکہ ایک ہی کمرے میں سوتے تھے اس لئے اکبر کو باور کرانے کے لئے کہ میں سو رہا ہوں میں نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھی لیکن میرا ذہن برابر شیخ عنایت اللہ صاحب کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کر رہا تھا۔

نصف رات گزری تو میں آہستہ سے اٹھا اکبر بے خبر سو رہا تھا میں پنجوں کے بل چلتا ہوا دروازے تک گیا آہستہ سے کنڈی کھولی پھر باہر آ کر ہلکے سے کمرے کے دروازے کو بھیڑا اور مکان سے باہر آ کر اس پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس کا راستہ میں نے دن میں اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں تعویذ گنڈوں اور پیری مریدی سے مجھے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی لیکن میرے دوست اور غم گسار اکبر حسین نے میاں صاحب کا ذکر اس عقیدت سے کیا تھا کہ میں اپنے تجسس کو دبا نہ سکا اور یہی جذبہ مجھے کشاں کشاں اس پہاڑی کی طرف کھینچے لیے جا رہا تھا جہاں اکبر کے بیان کے مطابق میاں صاحب گزشتہ آٹھ سال سے ایک نیم پختہ کوٹھڑی میں مقیم تھے اور ان روحوں کے ذریعے جو ان کے قبضے میں تھیں مظلوم لوگوں کے لئے انہوں نے

ناقابل یقین کارنامے انجام دیئے اور دے رہے تھے۔
اکبر حسین کی قیام گاہ سے اس پہاڑ کا فاصلہ چار میل سے کسی طرح کم نہ تھا میں نے یہ فیصلہ بمشکل طے کیا راستے میں ایک دو بار میں نے سوچا بھی کہ میں کیوں خواہ مخواہ وقت برباد کر رہا ہوں ان باتوں سے کیا حاصل لیکن جب میں آبادی کے آخری سرے پر پہنچا اور تاریکی میں لپیٹی ہوئی پہاڑی کو اپنے قدموں میں پایا تو میری ساری تھکان دور ہو گئی میں نے یوں ہی ایک نظر بستی کے کچے پکے مکانوں پر ڈالی پھر جھجکتا اور خوف کھاتا پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگا کوئی بیس منٹ تک میں برابر آگے بڑھتا رہا پھر دور روشنی کی کرنوں کو دیکھ کر مجھ پر خوف کا غلبہ ہونے لگا وہ روشنی تقریباً سو گز دور نظر آنے والی ایک کوٹھڑی سے پھوٹ رہی تھی اس ویرانے میں یہ کرنیں بڑی پراسرار لگ رہی تھیں۔
اپنی نظروں کے سامنے منزل کو دیکھ کر مجھے نہ جانے کیوں ایک عجیب

سی مسرت کا احساس ہوا میں رک گیا اور چند لمحوں تک ان کرنوں کو دیکھتا رہا پھر دوبارہ آگے بڑھنے لگا پہاڑی راستہ ناہموار تھا اور بار بار میرے پاؤں چھوٹے موٹے پتھروں پر پڑ کر رپٹ رہے تھے اس لئے میں نے اپنی رفتار کم کر دی پھر بھی جوں جوں میری منزل قریب آتی گئی مجھے اپنے دل پر ایک بوجھ اور سر میں درد سا محسوس ہونے لگا ابھی تک میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تھا مگر مجھے اکبر حسین کی بات یاد تھی کہ چراغ جلنے کے بعد اس پہاڑی کا رخ کرنے والے پراسرار حالات سے دوچار ہو جاتے ہیں اور جب تک میاں صاحب ان کے حق میں دعا نہ کریں وہ کرب اور بے چینی کی حالت سے دوچار رہتے ہیں۔

نیم پختہ کوٹھڑی کا دھندلا پن اب ختم ہو چکا تھا میں اس کوٹھڑی سے بمشکل چالیس گز کے فاصلے پر ہوں گا کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا

جیسے کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے۔
میں ٹھٹک کر رک گیا اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی تو دور دور تک کسی آدم زاد کا پتا نہیں تھا میں نے اپنے احساس کو اپنے اعصاب کی کمزوری پر محمول کیا پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگا ابھی میں کچھ دور ہی آگے گیا ہوں گا کہ ایک بار پھر مجھے ایسا لگا جیسے کوئی میرے تعاقب میں سرسرا رہا ہے اس بار میں نے رکنے کے بجائے مضطرب نظروں سے دائیں بائیں گھوم کر دیکھا اور کسی کو موجود نہ پا کر پھر اپنی نظریں روشنی کی کرنوں پر جما دیں جو میرے خیال کے مطابق میاں صاحب کی کوٹھری میں چلنے والی کسی بڑی لالٹین یا بہت سے لیمپوں سے پھوٹ رہی تھیں دو بار چونکنے کے بعد میں نے اپنی رفتار بڑھا دی میں جانتا تھا کہ جلد از جلد میاں صاحب کی کوٹھری تک پہنچ جاؤں اور دیکھوں کہ روحوں کے بارے میں جو واقعات ان سے منسوب ہیں وہ

کہاں تک صداقت پر مبنی ہیں۔

اکبر حسین کے بجائے اگر میاں صاحب کے بارے میں یہ معلومات مجھے کسی اور ذریعے سے حاصل ہوتیں تو شاید میں ان کی صحبت پر کبھی بھی یقین نہ کرتا۔

میں اپنے خیالات میں محو آگے بڑھ رہا تھا اچانک میرے قدم تھم گئے اور میں دھوئیں کے اس سفید بادل کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا جو میرے اور میاں صاحب کی کوٹھڑی کے درمیان بڑی سرعت سے ابھر کر ایک دائرے میں پھیلنے لگا تھا پہلی نظر میں میں اسے دھواں ہی سمجھا تھا اور حقیقت بھی غالباً یہی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے جب میں نے اس پر غور کیا تو یہ دیکھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ سفید بادل یا دھوئیں کے اس ٹکڑے نے سمٹ سمٹا کر انسانی ہیولے کی شکل اختیار کر لی تھی اور اب وہ ہیولا آہستہ آہستہ ہوا میں تیرتا ہوا میری

طرف بڑھ رہا تھا میرے حلق سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی میں نے راہ فرار اختیار کرنی چاہی لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوتا سفید انسانی ہیولا تیزی سے میرے قریب آیا۔

چلے جاؤ۔ بزرگوں کے کام میں مخل ہونا اچھا نہیں۔

ایک مدھم سی سرگوشی میرے کانوں سے ٹکرائی پھر وہ ہیولا ہوا کے تیز جھونکے کی طرح میرے جسم سے ٹکراتا ہوا نکل گیا میں نے بجلی کی سی سرعت سے پلٹ کر دیکھا لیکن اطراف میں کہیں کچھ بھی نہیں تھا ہر طرف گہرا اندھیرا طاری تھا میں نے گھوم کر میاں صاحب کی کوٹھڑی کی سمت نظر ڈالی دراڑوں سے پھوٹتی ہوئی کرنیں صاف طور پر نظر آ رہی تھیں میں سکتے کے کسی مریض کی طرح اپنی جگہ کھڑا حالات پر غور کرتا رہا پھر یہ سوچ کر کہ یقیناً میرے ذہن میں بیٹھے ہوئے کسی لاشعوری واہمے نے شعوری طور پر نمودار ہو کر مجھے ڈرانے کی کوشش کی

ہے۔ میں حوصلہ کر کے پھر آگے بڑھنے لگا مجھے خود ہنسی آ رہی تھی کہ ایک طویل عرصہ جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے گزارنے اور اذیت ناک حالات سے گزرنے کے باوجود میں اپنے ہی منتشر خیالوں کی ایک دھندلی پیداوار سے خوفزدہ ہو گیا۔

میں نے اپنی رفتار اب بڑھا دی تھی میاں صاحب کی کوٹھڑی کا فاصلہ ہر لمحہ گھٹتا جا رہا تھا بیس گز.........بیس گز.........دس گز.........اور پھر اچانک مجھے ایک بار پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ میں نے احتیاطاً اس احساس کی تصدیق کرنے کے لئے بائیں سمت نظر ڈالی وہاں کچھ بھی نہ تھا لیکن داہنی جانب نظر گھماتے ہی میں اچھل پڑا میں نے خوفزدہ ہو کر چیخنا چاہا لیکن آواز میرے حلق میں گھٹ کر رہ گئی اس بار مجھے جو کچھ نظر آیا وہ صد فی صد حقیقت تھی۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس نورانی چہرے والے شخص کو دیکھ

رہا تھا جو مجھ سے محض ایک گز کے فاصلے پر کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا اس نے سر سے پاؤں تک سفید لباس پہن رکھا تھا اس کے سر اور داڑھی کے بال بھی مجھے روئی کے گالوں کی طرح سفید نظر آرہے تھے اس نے بڑی جمی ہوئی اور ٹھوس آواز میں مجھے مخاطب کر کے کہا۔

شاہد میاں اتنی رات گئے اس پہاڑی پر کس مقصد کے لئے آئے ہو۔

میں........میں میاں صاحب سے ملاقات کا متمنی ہوں میں نے سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

ملاقات کرنا چاہتے ہو یا کچھ حقیقتوں کو جاننے کے لئے آئے ہو۔

جی میں چونک پڑا۔ میرا دل بہت شدت سے دھڑکنے لگا ایک لمحے کے لئے مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں یہ خود میاں صاحب ہی تو نہیں ہو سکتا ہے انہوں نے مجھے کوٹھڑی تک پہنچنے سے روکنے کے لئے یہ روپ اختیار کر لیا ہوا بھی میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ سفید ریش بزرگ

نے بڑی نرم آواز میں کہا۔

وہ لوگ جنہوں نے نیکی کمائی ہے انہیں شبہے کی نظروں سے دیکھنا بری بات ہی میاں صاحب زادے جو تم سوچ رہے ہو وہ درست نہیں۔

میں تو میاں صاحب کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں۔

پھر..........پھر آپ کون ہیں؟ میں نے غیر اختیار طور پر سوال کر ڈالا۔

میں ان کا غلام ہوں سفید ملبوس بزرگ نے کہا پھر بولے تم نے اس وقت یہاں آ کر نادانی کی ہے تم نے بزرگوں کے جلال کو نہیں دیکھا انہوں نے بڑے بڑے سورماؤں اور بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے ہیں تم میاں صاحب کی عظمت دیکھنے آئے ہو؟ شاہد علی تمہارے پاس وہ آنکھیں نہیں کہ تم اسے دیکھ سکو۔ اور وہ ذہن نہیں کہ تم اسے محسوس کر سکو چلے جاؤ۔

بزرگ محترم میں میاں صاحب کا دیدار کرنے کی غرض سے آیا ہوں کوئی بری نیت سے نہیں آیا، میں نے اپنے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا۔

مگر عزیز من یہ وقت مناسب نہیں سفید پوش بزرگ نے نصیحت آمیز لہجے میں کہا اور پھر کچھ سوچ کر بولے اچھا ٹھیک ہے جاؤ اور میاں صاحب کے بارے میں اپنے مبہم خیالات کی تصدیق کر لو لیکن میری ایک نصیحت یاد رکھنا جو کچھ تمہیں نظر آئے ہیں اس کا تذکرہ کبھی کسی اور کے سامنے نہ کرنا ورنہ تباہیاں تمہارے عقب میں ہوں گی جاؤ اور دیکھ سکتے ہو تو دیکھو۔

میں حیرت سے اپنے مخاطب کو تکتا رہا پھر میں نے دبی آواز میں پوچھا۔

اگر رات کے وقت اس پہاڑی پر آنا مناسب نہیں تو آپ یہاں کیا کر

رہے ہیں؟

شاہد علی مجھے معلوم تھا کہ تم یہ سوال ضرور کرو گے سفید ریش بزرگ نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا پھر سنجیدہ ہو کر بولے میں کون ہوں یا کیا ہوں یہ جاننے کی کوشش مت کرو تم اس کے متحمل نہیں ہو پاؤ گے تم ابھی بچے ہو، بہت بچے، بس جو میں نے نصیحت کی ہے اس کا خیال رکھو۔

اتنا کہہ کر بزرگ نے ایک نظر میاں صاحب کی کوٹھڑی پر ڈالی پھر عقیدت کے جذبے سے سر کو ذرا سا خم کیا اور دوسری سمت چل دیئے میں پھٹی پھٹی نظروں سے ان کو دیکھتا رہا اور اس وقت تک اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی جب تک وہ میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو گئے۔

میاں صاحب کی کوٹھڑی سے چند قدم کے فاصلے پر پہنچ کر میں ایک بار پھر رکا، حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا پھر جب

یقین ہو گیا کہ کوئی میری نگرانی نہیں کر رہا ہے تو میں پنجوں کے بل کھسکنے لگا اور کوٹھڑی کی ایک جھری سے آنکھیں لگا دیں۔

اندر کا ماحول کچھ اس قدر ہیبت ناک اور نا قابل یقین تھا کہ میں دنگ رہ گیا اندر صرف دو چراغ جل رہے تھے میری نظروں کے سامنے میاں صاحب ٹھوڑی سینے سے لگائے مراقبے میں بیٹھے تھے اور تسبیح پر کوئی وظیفہ پڑھ رہے تھے ان کا چہرہ مجھے پوری طرح نظر نہیں آ رہا تھا لیکن جسم پر نظر آنے والے کپڑوں پر جا بجا پیوند نظر آ رہے تھے جس پلنگ پر وہ بیٹھے تھے اس پر بستر نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی سامنے چھت سے ایک پنجرہ لٹک رہا تھا جس میں دو طوطے بند تھے زمین پر ایک میلی سی دری بچھی ہوئی تھی جس پر غالباً ایک عرصے سے جھاڑو نہیں دی گئی تھی میں نے ایک نظر میں پوری کوٹھڑی کا جائزہ لے ڈالا لیکن جو بات میرے لئے سب سے زیادہ تعجب خیز تھی وہ اس بے پناہ حسین و

جمیل لڑکی کی موجودگی تھی جو میاں صاحب کے سامنے میلی دری پر
ہاتھ باندھے باندیوں جیسے انداز میں سر جھکائے کھڑی تھی لڑکی کا
حسن جہاں سوز اور اس کے قیمتی ملبوسات کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا
اتنی رات گئے ایک حسین و جمیل لڑکی کو میاں صاحب کی کوٹھڑی میں تنہا
دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی یہ کون ہو سکتی ہے میں نے سوچا ممکن ہے
کوئی ضرورت مند ہو جو رات کو اندھیرے میں حاجت روائی کی غرض
سے میاں صاحب کے قدموں میں چلی آئی ہو لیکن پھر میں نے خیال
کیا کہ کہیں یہ کوئی اور معاملہ نہ ہو۔ پیروں فقیروں کے بارے میں
مختلف اور متضاد خبریں اخباروں میں آئے دن شائع ہوتی ہی رہتی
ہیں کہیں..........

میں ابھی ادھیڑ بن میں تھا کہ پنجرے میں بند ایک طوطے نے اچانک
کریہہ آواز میں زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ چیخنے کے ساتھ

ساتھ وہ پنجرے میں ادھر اُدھر اچھل کود بھی کر رہا تھا اور دوسرے طوطے کو ٹھو کے دے رہا تھا جو ایک طرف خاموش بیٹھا تھا خوب صورت لڑکی جو میاں صاحب کے روبرو ہاتھ باندھے کھڑی تھی چونک پڑی، اس نے اپنی غزالی آنکھیں نیم وا کیں اور حیرت سے طوطے کو گھورنے لگی پھر اس نے جن نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ وہاں کسی نووارد کی موجودگی کو محسوس کر رہی ہے اس کی حسین آنکھوں میں پیدا ہونے والی الجھن بے حد معنی خیز تھی لیکن میاں صاحب کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا وہ بدستور مراقبے میں بیٹھے رہے لیکن طوطے کی چیخ کم نہ ہوئی تو انہوں نے اپنا الٹا ہاتھ فضا میں بلند کر دیا میاں صاحب کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ طوطے نے چیخنا بند کر دیا سامنے کھڑی مہ جبین نے بھی جلدی سے دوبارہ ہاتھ باندھ کر سر جھکا لیا یک لخت میرے ذہن میں ایک نیا

خیال در آیا کہیں وہ مہ جبین کوئی روح تو نہیں جو میاں صاحب کے حکم پر حقیقت کے جامے میں اس وقت ان کے سامنے سر جھکائے کھڑی تھی کیا ایسا ممکن ہے مگر سب کچھ ممکن ہے۔

میں سانس روکے باہر کھڑا اس حسین ترین لڑکی کو دیکھتا رہا اور آنے والے لمحوں کا منتظر رہا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے کوٹھڑی میں کچھ دیر تک مکمل سکوت طاری رہا میاں صاحب نے آہستہ آہستہ سر اٹھا کر آنکھیں کھول دیں میں ان آنکھوں کا جلال دیکھ کر کانپ گیا میاں صاحب کی آنکھوں میں نہ جانے کیا سحر تھا کہ ان کی ایک جھلک دیکھتے ہی میں لڑکھڑا گیا میاں صاحب کی توجہ کا مرکز وہی لڑکی تھی۔ جوان کے سامنے سر جھکائے کھڑی تھی اچانک میاں صاحب نے بڑے جمے ہوئے لہجے میں اس حسین دوشیزہ کو مخاطب کیا۔

اے حور صفت اور نیک سیرت دوشیزہ کیا تجھے علم ہے کہ تجھے یہاں کس

لئے طلب کیا گیا ہے؟

جی مجھے یہاں آنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ میں آپ کو مطلوبہ حقائق سے آگاہ کروں۔

لڑکی کی آواز بے حد سریلی تھی لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آواز کہیں بہت دور سے آ رہی ہو۔

میاں صاحب نے پر جلال لہجے میں کہا چودھری امام دین کے بارے میں کہو۔

دوشیزہ نے اسی شیریں آواز میں نیاز مندی سے جواب دیا چودھری امام دین کے بچنے کا اب یہی طریقہ ہے کہ وہ آئندہ سود پر رقم دینے کا کاروبار بند کرے اور عدالت کے سامنے اقبال جرم کر کے معافی کی درخواست گزارے۔

کیا اصل مجرم وہی ہے میاں صاحب کی آواز ابھری۔

نہیں! اصل مجرم وہ نہیں ہے اس نے صرف مجرم کو روپوش ہو جانے کا موقع فراہم کر کے خود کو مقدمے میں ملوث کر لیا ہے پولیس کو جب یہ معلوم ہوا تو چودھری امام دین کو بھی اس نے ملزمین میں شمار کر لیا۔

اصل مجرم کون ہے اور کہاں ہے۔؟

لڑکی نے یہ سوال سن کر ایک جھرجھری لی اور پھر آنکھیں بند کر لیں چند سیکنڈ تک وہ خاموش رہی پھر اس نے دوبارہ آنکھیں کھول کر کہا۔

جس نے گناہ کیا ہے اس کا نام شبیر خان ہے چودھری امام دین نے اسے اپنے گودام میں پناہ دی ہے شبیر خان اس وقت اسی گودام میں موجود ہے۔

میاں صاحب یہ سن کر تھر تھر کانپنے لگے۔ ان کا ہاتھ تسبیح کے دانوں پر بڑی روانی سے چل رہا تھا بار بار وہ اپنے سر کو یوں جھٹک رہے تھے جیسے کسی کو سرزنش کر رہے ہوں ان کی آنکھوں سے جلال ٹپک رہا تھا

چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا کافی دیر تک وہ اسی حالت سے دو چار
رہے پھر رفتہ رفتہ پرسکون ہو گئے۔
میرے لے اب کیا حکم ہے؟
جا سکتی ہو، جا سکتی ہو، میاں صاحب نے بڑ بڑاتے ہوئے لہجے میں
جواب دیا۔
میں بدستور کوٹھڑی کی جھری سے لگا یہ سب کچھ سن اور دیکھ رہا تھا لیکن
اس وقت میری آنکھیں حیرت سے ابل پڑیں جب میں نے اس
خوب صورت لڑکی کو اچانک ہوا میں تشکیل ہوتے دیکھا یوں لگا جیسے
کوئی بڑی طاقت اسے نگل گئی ہو۔ روح.........روح.......روح
میرے ذہن نے اس ایک لفظ کی تکرار شروع کی تو میں سر تا پا لرز نے
لگا مجھے اب اپنا وجود خطرے میں نظر آ رہا تھا میں نے میاں صاحب کی
شخصیت پر شبہ کر کے یقیناً حماقت کی تھی اکبر حسین نے جو کچھ کہا تھا وہ

حرف بحروف درست تھا۔

تو کیا چلا رہا تھا کیوں اپنی مکروہ آواز مجھے سنا رہا تھا؟

میاں صاحب کی کرخت آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی تو میں نے دوبارہ کوٹھڑی کی جھری سے آنکھ لگادی مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ میاں صاحب نے وہ جملہ پنجرے میں بند طوطے سے مخاطب ہو کر کہا تھا وہ بڑی حقارت اور نفرت بھری نظروں سے طوطے کو گھور رہے تھے میں نے طوطے پر نظر ڈالی جو اپنا سر گردن میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

منہ چھپانے کی کوشش کیوں کر رہا ہے احمق! میرے سوال کا جواب دے۔

معاف کر دو میاں صاحب۔ مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔

طوطے کے پنجرے سے کسی اکھڑ قسم کے مرد کی کھردری بے ربط اور

بے ہنگم آواز ابھری تو مجھے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہو گیا۔ مجھے اس کا شبہ ہونے لگا کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔

میری بات کا جواب دے گناہ گار تو میرے وظیفے میں مخل کیوں ہوا تھا میاں صاحب گرجے تو طوطے کے پنجرے سے پھر وہی بے ہنگم قسم کی مردانہ آواز آنے لگی۔

میاں صاحب! میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ کوئی اور بھی آپ کے سکون میں مخل ہو رہا ہے۔

یہ اشارہ غالباً میری طرف تھا میں نے جس وقت اندر جھانکنا شروع کیا تھا اسی وقت طوطے نے شور و غل مچایا تھا۔

میرے خدا یہ سب کیا اسرار ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا پھر اچانک خوفزدہ ہو کر پلٹا اور بے تحاشا واپسی کے راستے پر دوڑنے لگا نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میاں صاحب کی بڑی جلالی

آنکھیں برابر میرا تعاقب کر رہی ہیں میں نے ڈر کر رفتار اور تیز کر دی میں جلد از جلد اس پراسرار ماحول سے بہت دور نکل جانا چاہتا تھا لیکن شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا جس کا تذکرہ میں آگے چل کر کروں گا فی الحال میں واقعات کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے اتنا بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ میں نے اندھیرے میں بھاگتے بھاگتے کسی پتھر سے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل زمین پر گر کر نیچے کی جانب لڑھکنے لگا میرے احساسات نے میرا ساتھ چھوڑ کر میری نظروں کے سامنے سیاہی بکھیر دی جو گہری ہوتی چلی گئی اور اس میں گم ہو گیا۔

میں کس طرح اکبر حسین کے گھر واپس آیا یہ بات مجھے بری طرح پریشان کیے ہوئے تھی آنکھ کھلنے پر میں نے خود کو اکبر حسین کی خواب گاہ میں اپنے بستر پر پایا رات کے واقعات مناظر کو بھول جانے اور خود کو فریب دینا چاہا یہ سوچ کر اپنے الجھے الجھے خیالات کو بہلانے

کی کوشش کی کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ محض خواب تھا لیکن جب میرا ہاتھ اپنی پیشانی پر پڑا تو ایک بار پھر سرتا پا لرز گیا میری پیشانی کا زخم ہاتھ لگنے سے دکھنے لگا تھا مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ رات جب میں گرا تھا تو میری پیشانی کسی پتھر سے ٹکرائی تھی میں نے اپنے کپڑوں پر نظر ڈالی جو جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے اکبر حسین نے غالباً میرے لباس اور میری پیشانی کو نہیں دیکھا تھا ورنہ وہ یقیناً مجھ سے اس کی وجہ دریافت کرتا دراصل وہ منہ اندھیرے اٹھنے کا عادی تھا اس لئے یہ بھی ممکن تھا کہ اس نے سرے سے مجھ پر توجہ ہی نہ دی ہو میں رات کے انوکھے اور حیرت انگیز واقعات میں بری طرح الجھا ہوا تھا مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ گرنے کے بعد میں بے ہوش ہو گیا تھا تو پھر مجھے میرے بستر تک کون لایا؟ کیا میں کسی وقت بے ہوشی ہی کی حالت میں اٹھ کر یہاں تک آیا تھا یا پھر مجھے بستر تک پہنچانے میں میاں

صاحب کی پراسرار قوت کا ہاتھ تھا۔؟

میں ابھی اسی گتھی کو سلجھانے میں منہمک تھا کہ اکبر حسین ناشتہ لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا حسب معمول وہ آج بھی بڑے اچھے موڈ میں تھا لیکن پھر جیسے ہی اس کی نظر میری پیشانی اور میرے لباس پر پڑی اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا چائے کی ٹرے میز پر رکھ کر وہ قریب آتا ہوا بولا۔

یہ کیا ہو گیا تمہیں؟ یہ پیشانی پر زخم اور پھٹے ہوئے کپڑے یہ سب کیا ہے میاں۔

اکبر.........رات میں..........میں نے اکبر کو اصل حالات سے باخبر کرنا چاہا لیکن معاً میری نظروں کے سامنے ان سفید ریش بزرگ کا چہرہ ابھر آیا جنہوں نے رات مجھے اس بات کی سختی سے تاکید کی تھی کہ جو کچھ میں میاں صاحب کی کوٹھڑی میں دیکھوں اس کا تذکرہ کسی اور

سے نہ کروں یہ نصیحت یاد آتے ہی میں نے جلدی سے اپنی زبان بند کر لی اکبر نے میرے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے تو گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

آخر معاملہ کیا ہے تم کچھ کہتے کہتے خاموش کیوں ہو گئے رات کو کیا ہوا تھا۔؟

مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا صبح اپنی یہ حالت دیکھ کر خود مجھے حیرت ہوئی تھی۔

میں نہیں مان سکتا۔ اکبر نے تیزی سے کہا تم ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔

نہیں میرے دوست! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بالکل صحیح ہے مجھے نہیں معلوم کہ میں اس حالت کو کس طرح پہنچ گیا۔

اکبر کو میری بات پر یقین نہیں آیا میں اس کی آنکھوں کی بدلتی رنگت کو

دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ میرے اس سفید جھوٹ پر خوش نہیں ہے کچھ دیر تک وہ یونہی مجھے شکایت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر کوئی بات سوچ کر ناراضگی کے لہجے میں بولا۔

کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہو زندگی سے اتنی بے زاری کیوں میں بھی تو موجود ہوں شاہد میں نے تم سے کہا تھا کہ ایک بار میاں صاحب سے مل لو اس کے بعد جو تمہارے دل میں آئے کرو لیکن مجھے افسوس ہے کہ تم نے میری بات نہ مانی۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ جس طرح سوچ رہا تھا ٹھیک تھا میاں صاحب کے ذکر پر میں نے اکبر سے کوئی تردید نہیں کی چپ چاپ لیٹا اکبر کو دیکھتا رہا اکبر میری خاموشی سے اکتا کر بولا۔

میں جانتا ہوں شاہد زندگی تمہارے لئے عذاب ہو گئی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم اتنی جلد ہمت ہار دو اور غلط راہ اختیار کر لو ابھی

تمہارے سامنے عمر پڑی ہے۔

مجھے یقین ہے رات تم بہک گئے تھے میرے دوست کوئی گندا اور غیر شریفانہ پیشہ یا مشغلہ اختیار کرنے سے پہلے تمہیں اتنا سوچ لینا چاہیے تھا کہ تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے اور تمہاری اس حرکت سے تمہاری والدین کی روح کو کس قدر صدمہ پہنچا ہوگا۔

مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اکبر میں نے کہا حالات انسان کو بے بس بنا دیتے ہیں اکبر۔

کیا تم میرے کہنے سے میاں صاحب سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرو گے۔

یہ تم نے کیسے سوچ لیا میں نے جلدی سے کہا میں میاں صاحب سے ضرور ملوں گا۔

اچھا اٹھو! کپڑے تبدیل کرو اور منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کر لو اکبر مایوس

لہجے میں بولا۔

میں اکبر کے دل کی حالت کا بخوبی اندازہ لگا رہا تھا لیکن اپنی صفائی میں کچھ کہنے سے مجبور تھا اکبر کے مشورے پر میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو میرے جسم کی ایک ایک ہڈی چیخ اٹھی درد کی اتنی شدید لہریں اٹھیں کہ میں کراہ کر رہ گیا سارا جسم جیسے پھوڑے کے مانند دکھ رہا تھا میں نے نقاہت سے دوبارہ اپنا سر تکیے پر رکھ دیا اکبر نے میرے چہرے سے میری ابتر حالت کا اندازہ لگایا تو آگے بڑھ کر مجھے اٹھانے میں مدد کرنی چاہی مگر اچانک وہ گھبرا گیا اور پریشان لہجے میں بولا۔

ارے تمہیں تو بہت شدید بخار ہے شاید۔

فکر مت کرو جاتا رہے گا میں نے ہمت کر کے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی تو میری نظروں کے نیچے اندھیرے لپکنے لگے اکبر کے کہنے پر پہلی بار احساس ہوا تھا کہ میرا جسم اس وقت تندور کی مانند دہک رہا تھا میں

کراہ کر دوبارہ لیٹ گیا تو اکبر بولا۔

تم لیٹے رہو میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔

اکبر اتنا کہہ کر پلٹا ہی تھا کہ میں نے اسے آواز دے کر روکنا چاہا لیکن نقاہت کی وجہ سے الفاظ میرے منہ میں رہ گئے میرے دماغ پر غنودگی طاری ہونے لگی میں نے اکبر کے جانے کے بعد رات والے حالات پر پھر غور کرنا چاہا لیکن بے ہوشی کا غلبہ مجھ پر اتنی تیزی سے ہوا کہ میں بے سدھ ہو گیا میری پلکیں آہستہ آہستہ بند ہوتی چلی گئیں پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

چار روز تک میں بخار کی شدت سے بے حال رہا اکبر نے دوستی کا حق ادا کر دیا وہ بیچارہ سارا دن اور ساری رات میرے سرہانے بیٹھا رہتا اور حتیٰ الامکان میری تیمارداری میں مصروف رہتا دوا علاج میں بھی اس نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی لیکن میرا بخار کس طرح ٹوٹنے کا نام

نہ لیتا تھا پانچویں روز مجھے ذرا ہوش آیا تو یہ بات مجھے اکبر کی زبانی معلوم ہوئی کہ میں بخار کی حالت میں ہذیان بکتا رہا ہوں میری زبان سے بار بار میاں صاحب کا نام بھی ادا ہوا تھا۔

اکبر تم میرا ایک کام کر سکتے ہو۔ میں نے نقاہت میں ڈوبی آواز میں کہا تو اکبر جھٹ بولا۔

کہو کیا بات ہے۔

مجھے میاں صاحب کے پاس لے چلو۔

لیکن تمہاری حالت ابھی ٹھیک نہیں آبادی تک تو خیر سواری ہو جائے گی لیکن پہاڑی پر دو فرلانگ پیدل چلنا پڑتا ہے۔

میں ہر قیمت پر میاں صاحب کی قدم بوسی کرنے کو تیار ہوں میں نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا تم مجھے پہاڑی تک لے چلو وہاں سے پیدل چل لوں گا۔

خیال ہے تمہارا اکبر بولا تمہاری حالت دو قدم چلنے کی بھی نہیں رہی دو فرلانگ کیسے چل سکتے ہو۔

تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں میاں صاحب سے ملے بغیر ہی مر جاؤں۔

خدا نہ کرے اکبر نے گھبرا کر جلدی سے کہا ایسی بد فال کیوں زبان سے نکال رہے ہو ذرا اپنی حالت سنبھل لینے دو پھر اطمینان سے مل لینا میاں صاحب سے۔

نہیں میرے دوست میں ایک آہ سرد بھر کر بولا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ جب تک میں میاں صاحب سے نہ ملوں گا میری حالت ٹھیک ہونے کے بجائے اور بدتر ہوتی جائے گی تم اسی وقت مجھے ان کے قدموں تک پہنچا دو بڑی مہربانی ہوگی تمہاری پیارے جہاں اتنے احسان کیئے ہیں وہاں ایک احسان اور کرو۔

اکبر مجھے سمجھانے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب میرا اصرار حد سے بڑا تو

وہ طوعاً وکرہاً تیار ہو گیا اور سواری کا بندوبست کرنے چلا گیا اکبر کا خیال غلط نہیں تھا میں خود بھی اپنی حالت سمجھ رہا تھا کمزوری کی وجہ سے جب مجھے بات کرنی مشکل ہو رہی تھی تو دو فرلانگ چلنا تو بڑا مشکل کام تھا مگر مجھے اس کا بخوبی احساس تھا کہ میاں صاحب کی قدم بوسی حاصل کئے اور ان سے معافی مانگے بغیر میرا ٹھیک ہونا مشکل ہے۔ تھوڑی دیر بعد اکبر واپس آ گیا اس غریب نے مجھے گود میں اٹھالیا اور باہر لے جا کر تانگے میں بٹھا دیا میری کیفیت یہ تھی کہ بار بار بے ہوشی کے دورے پڑتے تھے اکبر مجھے پکڑے بیٹھا تھا تانگے کو ذرا بھی جھٹکا لگتا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ بس اب کسی لمحے میری روح قفس عنصری سے پرواز کیا چاہتی ہے پہاڑی کے قریب جہاں تک سڑک تھی وہاں تک تانگا مجھے لے گیا اکبر نے مجھے تانگے سے اتارا تو تانگے والے نے جو صورت شکل سے کوئی بھلا مانس لگتا تھا اکبر سے پوچھا۔

بھیا کیا تم اکیلے مریض کو میاں صاحب تک لے جا سکتے ہو۔
کوشش تو کرنی ہی ہے بھائی۔ اکبر نے بڑی ہمت سے جواب دیا۔
تانگے والا غالباً میاں صاحب کے مریدوں میں تھا فوراً اکبر کا ہاتھ بٹانے کو آمادہ ہو گیا مجھ پر رہ رہ کر غشی طاری ہو رہی تھی کچھ دیر تک اکبر مجھے گود میں لئے پہاڑی پر چڑھتا رہا پھر جب اس کا سانس پھولنے لگا تو تانگے والے نے مجھے کولی بھر کر اپنے کندھے سے لگا لیا اسی طرح وہ دونوں مجھے میری منزل مقصود تک لئے گئے یہی کوئی عصر کا وقت رہا ہو گا جب میں میاں صاحب کی کوٹھڑی پر پہنچا عقیدت مندوں کی اچھی خاصی بھیڑ لگی ہوئی تھی ایک وقت میں صرف ایک آدمی اندر جاتا تھا پھر دوسرے کی باری آتی تھی اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے افراد بھی باری کے انتظار میں پہاڑی پر ادھر اُدھر بیٹھے تھے اکبر نے مجھے صاف سی جگہ پر بٹھا دیا تانگے والا ضرورت سے زیادہ شریف انسان

ثابت ہوا اکبر نے اسکا شکریہ ادا کر کے زیادہ دام دینے چاہے تو اس نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس بات پر بھی از خود آمادہ ہو گیا کہ وہ واپسی پر بھی اکبر کا ہاتھ بٹائے گا اور مجھے گھر تک چھوڑ کر جائے گا۔ میں اکبر کے سہارے بیٹھا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا کہ ایک شخص اکبر کے قریب آ کر بولا۔

کیا آپ کے مریض کا نام شاہد علی درانی ہے۔؟

جی ہاں کیوں؟ اکبر نے تعجب سے پوچھا۔

میاں صاحب آپ دونوں کو یاد فرماتے ہیں۔

مجھے ایک لمحے کے لئے اس بات پر حیرت ہوئی کہ آخر میاں صاحب کو میری آمد کا علم کس طرح ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میرا سر عقیدت سے جھک گیا اکبر نے مجھے جھک کر گود میں اٹھایا اور میاں صاحب کی کوٹھڑی میں لے گیا میاں صاحب اس وقت بھی اپنے

کھرے پلنگ پر پیوند لگا لباس پہنے بیٹھے تسبیح پر کسی وظیفے کا ورد کر رہے تھے ان کے چہرے پر نور ہی نور بکھرا ہوا تھا آنکھوں سے محبت اور اپنائیت کے جذبے کا اظہار ہو رہا تھا اکبر نے مجھے میاں صاحب کے سامنے دری پر بٹھا دیا اور پھر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ میاں صاحب نے ہاتھ اٹھا کر چپ رہنے کا اشارہ کیا میرے اوپر کچھ ایسی دہشت طاری تھی کہ میں گردن جھکائے اور نظریں نیچی کیے بیٹھا تھا اس خیال سے میرا دل دھڑک رہا تھا کہ دیکھیں میاں صاحب اب مجھے کس انداز میں سرزنش کرتے ہیں کوٹھڑی میں کچھ دیر خاموشی رہی پھر میاں صاحب بڑے نرم لہجے میں بولے۔

تمہیں کب سے بخار ہے شاہد میاں؟

جی نہ جانے کیوں میاں صاحب کو آواز سن کر میں سر تا پا لرز اٹھا بڑی مشکل سے میں نے نظر اٹھا کر میاں صاحب کے نورانی چہرے کو دیکھا

پھر یک لخت میری آنکھیں چھلک آئیں میں میاں صاحب کے سوال
کا جواب بھی نہ دے سکا۔

پریشان مت ہو جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو میں جان گیا ہوں میاں
صاحب بڑی شفقت سے بولے غلطیاں انسان ہی سے ہوتی ہیں
لیکن سچا انسان وہ ہے جو اپنی غلطی پر پشیمان ہو اور دوسروں کو پریشان
نہ کرے۔

میاں صاحب کی بات سمجھ کر میری گردن شرمندگی کے احساس سے
دوبارہ جھک گئی میں اپنے کیئے پر نادم تھا دل ہی دل میں میں نے عہد
کرلیا تھا کہ اب چراغ جلے بعد پہاڑی کا رخ کبھی نہ کروں گا اکبر
بدستور مجھے سہارا دیئے بیٹھا تھا۔

خدا کی مشیت میں کس کو دخل ہے میاں صاحب نے کہنا شروع کیا
اس کا کوئی اشارہ مصلحت سے خالی نہیں ہوتا اگر پریشانیاں آتی ہیں تو

آرام اور سکون بھی وہی دینے والا ہے ہمیں ہر حال میں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اس زندگی میں سخت امتحان آتے ہیں مایوسی کفر ہے۔

میں سر جھکائے بیٹھا رہا میاں صاحب کچھ توقف کے بعد بولے۔

مجھے علم ہے میرے بچے کہ زمانے نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے لیکن تمہیں اس حال میں بھی خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس نے تمہیں امتحان کے قابل سمجھا کیا عجب کہ اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہو اور تمہاری بھلائی کا کوئی پہلو منظور ہو۔

میاں صاحب بڑی محبت اور شفقت کی ساتھ مجھے نصیحتیں کرتے رہے میرے دل پر ان کی باتوں کا کچھ اتنا گہرا اثر ہوا کہ میری آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ گئی میں ہچکیوں سے رو پڑا میاں صاحب کی ایک ایک بات میرے ذہن پر اثر چھوڑ رہی تھی میں اپنی کمزوری اور بخار کی شدت کو بھول کر میاں صاحب کی باتوں کی سحر میں کھو گیا

مجھ پر گریئے کا عالم تھا اکبر خاموشی سے مجھے پکڑے بیٹھا رہا اس نے بھی بڑی عقیدت سے اپنا سر خم کر رکھا تھا تم نے اچھا کیا جو میرے پاس چلے آئے میں خدا سے تمہارے حق میں دعا کروں گا کہ وہ تمہیں صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے اور تمہاری پریشانیاں دور کرے۔

میاں صاحب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا اب تم گھر جاؤ اور آرام کرو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں خدا نے چاہا تمہاری طبیعت بھی جلد ہی سنبھل جائے گی۔

اکبر نے جھک کر میاں صاحب کو سلام کیا پھر مجھے گود میں اٹھالیا میں نے رخصت ہوتے وقت میاں صاحب کے نورانی چہرے پر نظر ڈالی تو وہ آنکھیں بند کئے ہوئے تھے اور منہ اوپر اٹھائے غالباً میرے حق میں دعا فرما رہے تھے اکبر مجھے گود میں لئے الٹے قدموں کوٹھڑی سے باہر آگیا پھر وہ تانگے والے کی مدد سے گھر واپس لے آیا گھر پہنچ کر

اس نے ایک بار پھر تانگے والے کو اس کی زائد خدمت کے عوض زیادہ کرایہ دینا چاہا لیکن اس نے صرف اپنی اصل اجرت لی اور خاموشی سے چلا گیا اس کے جانے کے بعد اکبر میرے قریب آ کر بیٹھ گیا اور میرا سر سہلاتے ہوئے پوچھا۔

اب تمہاری طبیعت کیسی ہے زیادہ تھکان تو نہیں محسوس کر رہے؟

نہیں۔ میں نے خاموشی سے کہا پھر اکبر سے ایک گلاس پانی مانگ کر پیا اور آنکھیں بند کر کے دوسری طرف کروٹ لے لی اکبر نے میرے آرام کے خیال سے پھر مجھ سے کوئی بات نہیں کی کچھ دیر بیٹھا آہستہ آہستہ میرا سر سہلاتا رہا پھر اٹھ کر اندر چلا گیا۔

اس کے دوسرے روز سے میری طبیعت سنبھلنی شروع ہو گئی پانچویں روز میں بالکل بھلا چنگا ہو گیا اب نہ نقاہت باقی تھی اور نہ کمزوری یہ سب میاں صاحب کی دعاؤں کا نتیجہ تھا ورنہ میرا ابخار اول تو اتنی جلدی

نہ اترتا اور اگر اتر بھی جاتا تو کمزوری مہینوں باقی رہتی اکبر کو میرے صحت یاب ہونے پر بے حد خوشی ہوئی تھی جس روز میں نے غسل صحت کیا، اس روز اکبر نے کہا۔

اب کیا پروگرام ہے تمہارا کیا میاں صاحب سے مل لینے کے بعد بھی تم اپنے پرانے خیالات پر قائم رہو گے؟

کچھ نہ کچھ تو بہر حال کرنا ہوگا میں نے جواب دیا رہا میاں صاحب کا سوال تو میں ان کی عظمتوں کا قائل ہو چکا ہوں اگر وہ مجھے قدم بوسی کی اجازت نہ دیتے تو شاید میرا اپچنا بھی مشکل ہو جاتا۔

گویا اب تم راہ راست پر آ گئے ہو۔

یہ سب میاں صاحب کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

اکبر اور میں بہت دیر تک میاں صاحب کی بات کرتے رہے پھر اکبر نے مجھے کریدتے ہوئے پوچھا۔

شاہد کیا تم اب بھی مجھے نہ بتاؤ گے کہ اس رات تمہیں کیا حادثہ پیش آیا تھا؟

مجھے افسوس ہے کہ اس سلسلے میں اپنی زبان کھولنے سے قاصر ہوں لیکن تمہیں اتنا ضرور یقین دلا سکتا ہوں کہ اس حادثے کے بارے میں جو قیاس آرائی تم نے کی تھی وہ غلط ہے۔

کیا کوئی ایسی خاص بات ہے جو تم مجھ سے بھی نہیں کہہ سکتے اکبر نے اصرار کیا تو میں نے مجبور ہو کر کہا تم اگر بضد ہو تو میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ اس رات میں تمہارے منع کرنے کے باوجود میاں صاحب کے اصلیت کا راز جاننے کے لئے پہاڑی پر چلا گیا تھا وہاں میں نے کیا دیکھا اور کیا سنا اس کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا اگر میں نے ایسا کیا تو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں ضرور کسی مصیبت میں گرفتار ہوں جاؤں گا۔

اکبر نے میری بات سنی تو اس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا وہ مجھے تعجب خیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

مجھے خود بھی حیرت تھی کہ آخر تمہارا بخار ٹوٹنے کا نام کیوں نہیں لے رہا بہر حال خدا کا شکر ہے کہ اب تم میاں صاحب کی دعاؤں کی بدولت روبہ صحت ہو گئے لیکن اتنا ضرور یاد رکھنا کہ اب تم دوبارہ کبھی مغرب کی نماز کے بعد اس پہاڑی کی طرف بھول کر بھی نہ جانا۔

ظاہر ہے کہ ایک بار اپنے کیئے کی سزا بھگت لینے کے بعد اب میں دوبارہ وہی غلطی نہیں کر سکتا میں نے صدق دل سے کہا پھر گفتگو کا رخ بدلنے کے لئے بولا میرے نزدیک اب صرف تلاش معاش کا مسئلہ رہ گیا ہے میں کل سے دوبارہ روزگار کی تلاش میں نکلوں گا۔

مجھے یقین ہے کہ خدا تمہیں اس بار ضرور کامیاب کرے گا لیکن میری مانو تو تم اس سلسلے میں بھی میاں صاحب سے ملو مجھے قوی امید ہے کہ

وہ تمہاری مدد فرمائیں گے۔

میرا خیال بھی یہی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ کچھ دن اور اپنی قسمت آزمالوں اگر کامیابی ہو گئی تو ٹھیک ورنہ پھر میاں صاحب کی قدم بوسی کے لئے ان کے دربار میں حاضری دوں گا۔

دوسرے روز میں نے پھر ملازمت کے سلسلے میں بھاگ دوڑ شروع کر دی جہاں جہاں بھی ذہن نے مشورہ دیا درخواست گزار دی مجھے توقع تھی کہ کہیں نہ کہیں قسمت ضرور یاوری کرے گی لیکن ایک ہفتے تک متواتر صبح سے شام تک ادھر اُدھر بھاگے پھرنے کے باوجود ملازمت نہ ملی اکبر برابر میری دلجوئی کرتا اور ہمت بڑھتا رہتا میاں صاحب سے مل لینے کے بعد میرے خیالات بڑی حد تک بدل گئے تھے میں نے طے کیا تھا کہ اب محنت مزدوری کرکے ایماندارانہ زندگی گزاروں گا مگر ایک روز ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میری زندگی کا رخ پھیر دیا

میں ایک بار پھر یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق صرف اسی کو حاصل ہے جس کے پاس دولت ہے اور دولت کے ساتھ طاقت بھی غریب انسانوں کو اس جہاں میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔

اس روز کپڑے کے ایک بیوپاری نے ترس کھا کر مجھے اپنا حساب کتاب لکھنے اور دوکان پر تھوڑا بہت کام کرنے پر ملازم رکھ لیا تھا تنخواہ پچھتر روپے ماہوار طے کی ہر چند کہ یہ تنخواہ بڑی قلیل تھی لیکن میں نے یہ سوچ کر اسے قبول کر لیا کہ بیکار گھومنے سے بہتر ہے کہ کہیں ٹک جاؤں بعد میں اگر کوئی اچھا موقع ملا تو اس ملازمت کو چھوڑ دوں گا ویسے بھی پچھتر روپے مجھ تنہا آدمی کے لئے کافی تھے۔

دن بھر میں بڑی تندہی سے دوکاندار کا ہاتھ بٹاتا رہا شام ہوئی تو اس نے مجھے کچھ کاغذات دے کر کہا میں ان کا اندراج بھی کھاتے میں کر

دوں اس کے حکم کی تعمیل میں رجسٹر لے کر بیٹھ گیا اور سنبھال سنبھال کر کاغذات کا اندراج کرنے لگا ابھی میں اپنے کام میں منہمک تھا کہ میری قوت سماعت سے ایک جانی پہچانی آواز ٹکرائی پلٹ کر دیکھا تو میرا سب سے بڑا دشمن بیرسٹر راشد حسین جس کی وجہ سے میں اس حالت کو پہنچا تھا بیٹھا دوکان کے مالک سے کسی مقدمے کی بات کر رہا تھا میری اور راشد حسین کی نظریں چار ہوئیں تو میرے زخم تازہ ہو گئے میرا دل چاہا کہ اٹھوں اور اٹھ کر اس موذی کا خون کر دوں جس نے میری زندگی سے تمام خوشیاں چھین لی تھیں مگر مجھے محسوس ہوا جیسے اس اقدام سے کسی نے مجھے روک لیا ہو میں حقارت سے منہ پھیر کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا میرا خیال تھا کہ راشد حسین نے مجھے ایک طویل عرصے کے بعد دیکھا ہے اس لئے شناخت نہ کر سکا ہو گا لیکن راشد حسین نے مجھے نہ صرف دیکھ لیا بلکہ پہچان بھی لیا تھا اس کے

جانے کے بعد دوکان کے مالک نے مجھے آواز دے کر بلایا اور مجھ سے نفرت انگیز لہجے میں مخاطب ہوا۔

یہ جو بیرسٹر ابھی میرے پاس بیٹھے تھے کیا تم انہیں جانتے ہو۔؟

ان کا نام بیرسٹر راشد حسین ہے کسی زمانے میں ان ہی کے محلے میں رہا کرتا تھا..........

تم نے راشد حسین کے ہاں ملازمت بھی کی تھی کیوں؟

جی ہاں۔

اس کے بعد کیا ہوا تھا۔ دکان کے مالک نے نفرت وحقارت سے پوچھا۔

میں نے کچھ دنوں بعد ان کی ملازمت چھوڑ دی تھی۔

بکواس کرتے ہو دکاندار نے گرج کر کہا تم نے بیرسٹر کے ہاں چوری کی تھی اس کی لڑکی کا سارا زیور پار کر دیا تھا جس کے عوض تمہیں سات

سال تک جیل کی سیر کرنی پڑی تھی۔
یہ سب جھوٹ ہے میں احتجاجاً چیخ اٹھا راشد حسین نے میرے اوپر جھوٹا کیس بنایا تھا۔
دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اگر پھر کبھی دکان کے سامنے نظر آئے تو اچھا نہ ہوگا۔

میرا دل تو بہت چاہا کہ اس ساہوکار کے بچے کو کھری کھری سنا دوں ملازمت تو بہر حال چھوڑنی تھی لیکن خیال کر کے کہ بات بڑھانے سے کچھ نہیں حاصل ہوگا میں اپنا سامنہ لے کر وہاں سے چلا آیا پھر ایک بار میرا جی اس دنیا کو آگ لگانے کو چاہا میں قتل عام کرنا چاہتا تھا میرے سینے کے تمام زخم جو وقت نے رفتہ رفتہ رفو کر دیئے تھے ایک بار پھر ہرے ہو کر رسنے لگے میں نے خود اپنے آپ سے کہا۔
شاہد علی اگر تم دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو اس کے لئے تمہیں اپنی

روش بدلنی ہوگی تمہارا ماضی ہمیشہ تمہارے حال پر اسی طرح اثر انداز ہوتا رہے گا تم جہاں بھی جاؤ گے جس سے بھی ملازمت کی درخواست کرو گے وہ تم سے تمہاری سابقہ زندگی کے بارے میں ضرور دریافت کرے گا تم اپنے ماضی کو آخر کب تک اور کس کس سے چھپاتے رہو گے۔ وقت اور حالات کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کرو دنیا والوں کو جو خوشیاں اور نعمتیں میسر ہیں ان میں تمہارا بھی حصہ ہے لیکن تمہیں اپنا حصہ حاصل کرنے کے لئے اپنے تیور بدلنے ہوں گے دولت اور طاقت کے حصول کے لئے تمہیں ہر اقدام کرنا ہوگا لوہے پر لوہے سے ضرب دینا ہوگا، ورنہ تم یوں ہی گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔

میرا ذہن مجھے کچوکے لگاتا رہا ماضی کی تلخ یادیں مجھے جھنجھوڑتی رہی اور پھر......... پھر میں نے ایک اہم فیصلہ کر لیا میں نے طے کر لیا کہ میں دنیا والوں سے اپنے حصے کی خوشیاں زبردستی چھین لوں گا لیکن اس

انداز میں کہ انہیں اس کا احساس نہ ہو سکے گھر پہنچ کر جب میں نے اکبر حسین کو حالات سے آگاہ کیا تو اسے بھی صدمہ ہوا مجھے سمجھانے کے لئے بچوں کی طرح اس نے طرح طرح کی دلیلیں پیش کیں مگر میں نے ان نصیحتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا اب میں نے عزم مصمم کر رکھا تھا کہ اپنی متعین کردہ راہوں پر کوئی قدم اٹھانے سے پیشتر ایک بار میاں صاحب سے ضرور ملوں گا۔

رات بھر میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتا رہا اور بے چینی سے جاگتا رہا صبح ہوئی تو میں نے ناشتہ کیا اور میاں صاحب سے ملنے کے لئے روانہ ہو گیا اکبر کو میں نے نہ تو اپنے فیصلوں سے مطلع کیا تھا نہ ہی اسے یہ بتایا کہ میں کہاں جا رہا ہوں میرا فیصلہ یہ تھا کہ میں آخری بار میاں صاحب کی قدم بوسی کرنے کے بعد چپ چپاتے اس شہر سے کہیں دور چلا جاؤں گا اور نئے سرے سے اپنی زندگی گزاروں گا۔

میاں صاحب کی کوٹھڑی کے باہر حسب معمول عقیدت مندوں کا ہجوم تھا میں ایک طرف خاموشی سے بیٹھ گیا شام کو کوئی پانچ بجے میری باری آئی میں سر جھکائے اندر داخل ہوا بھوک پیاس سے میرا برا حال ہو رہا تھا ذہن کو پریشان خیالات نے پراگندا کر رکھا تھا لیکن جیسے ہی میں نے کوٹھڑی میں قدم رکھا لوبان کی خوشبو نے میرے دل و دماغ کو تازہ کر دیا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ذہن و دماغ کو تازہ کر دیا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ذہن کی پریشانیاں چھٹ گئی ہوں میں بڑی عقیدت سے آگے بڑھا اور میاں صاحب کو سلام کر کے ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

آج کس لئے آئے ہو میرے پاس؟

میاں صاحب کی آواز سن کر میں نے نظر اونچی کی تو لرز اٹھا ان کی آنکھوں میں آج پھر وہی جلالی کیفیت موجود تھی جو میں ایک بار پہلے

بھی چھپ کر دیکھ چکا تھا آنکھیں دہکتے انگاروں کی مانند سرخ ہو رہی تھیں اور جسم تھر تھر کانپ رہا تھا چہرے پر شدید غصے کے تاثرات نمایاں تھے مجھے حیرت تھی کہ میاں صاحب جو پچھلی ملاقات پر بڑی نرمی سے پیش آئے تھے آج مجھ سے اس قدر ناراض کیوں ہیں ابھی میں کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ میاں صاحب نے دوبارہ مجھے خوف ناک نظروں سے گھورتے ہوئے کڑک کر پوچھا۔

مردود کس لئے آیا ہے میرے پاس؟

میاں صاحب میں اس شہر سے جا رہا ہوں آخری بار آپ کا دیدار کرنے حاضر ہوا ہوں میں نے بڑی آہستگی سے جواب دیا تو میاں صاحب تلملا کر بولے۔

بزدل! انسانوں سے ڈرنے کے بجائے خدا سے ڈرو کیوں اپنی مٹی پلید کر رہا ہے بیہودے۔

میں خاموش رہا تو میاں صاحب نے جھلا کر کہا۔

اندھا ہو گیا ہے کیا دولت کی ہوس نے تجھے بھی اندھا کر دیا ارے مردود تجھے خوش ہونا چاہیے تھا کہ خدا نے تجھ کو اپنے نیک بندوں میں شمار کر کے پریشانیاں بخش دیں اگر تو پہلے ہی قدم پر ڈگمگا گیا تو آگے چل کر کیا کرے گا۔

میں نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا سر جھکائے بیٹھا رہا تو میاں صاحب چیخ کر بولے۔

احسان فراموش، جہنمی، بول کتنی دولت چاہیے تجھے اگر تو خود کو برباد کرنے کے درپے ہے تو میں تجھے اتنی دولت دے سکتا ہوں کہ تو اپنی تمام زندگی کسی کوٹھی میں بڑے آرام سے گزار دے جواب دے اور مستانے، عیاشی کرنے کی ٹھانی ہے چوری اور ڈکیتی کرے گا؟ کیا حرام کے مال سے اپنے پیٹ کا دوزخ بھرے گا؟

میاں صاحب کے لہجے میں نہ جانے وہ کون سا جادو تھا کہ میں موم کی طرح پگھل گیا میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے میں بے اختیار اٹھا اور میاں صاحب کے پاؤں پکڑ لئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا کوٹھڑی میں صرف میرے رونے کی آواز ابھر رہی تھی میاں صاحب کے ہاتھ تیزی سے تسبیح کے دانوں پر چل رہے تھے کچھ دیر تک وہ جلالی کیفیت میں اپنا سر جھٹکتے رہے پھر انہوں نے پر سکون ہو کر میرے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور نرم آواز میں مخاطب ہوئے شاہد علی مت گھبراؤ عزیزم دیر ہے اندھیر نہیں اس کی لاٹھی بے آواز ہے وہ جب رسی کھینچتا ہے تو بڑے بڑے ظالم تباہ و برباد ہو جاتے ہیں تمہیں وقت کا انتظار کرنا ہوگا میرے بچے وقت کا انتظار کرو خود کو سنبھالو۔

میرے اوپر رقت کا عالم طاری تھا مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں کسی حقیر

تنکے کی طرح تیز و تند موجوں پر بہا جا رہا ہوں میں میاں صاحب کے قدموں پر پڑا اسسک رہا تھا انہوں نے مجھے پیار سے مخاطب کیا تو میری ہچکی بندھ گئی میاں صاحب مجھے نصیحت کرتے رہے جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے ڈبڈبائی ہوئی نظریں اٹھا کر ان کے نورانی چہرے کو بڑی پر امید نظروں سے دیکھا اور بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

میاں صاحب مجھے اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دے دیجئے میں تمام عمر آپ کی خدمت کرتا رہوں گا مجھے دنیا والوں سے نفرت ہو گئی ہے میں اس ماحول میں واپس نہیں جانا چاہتا جہاں میرا دم گھٹنے لگتا ہے مجھے اپنے قدموں میں رکھ لیجئے میاں صاحب! اگر آپ نے میری التجا نہ قبول کی تو میں برباد ہو جاؤں گا۔

میاں صاحب میری اس اچانک درخواست پر ششدر رہ گئے مجھے

کچھ دیر تک گھورتے رہے پھر آنکھیں بند کر کے مراقبے میں چلے گئے بڑی دیر تک وہ اسی حالت میں بیٹھے رہے دوبارہ آنکھ کھولی تو ان کی آنکھوں میں حسرت بھری ہوئی تھی مجھے سپاٹ نظروں سے گھور کر قدرے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

اللہ کو جو منظور ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا تم اگر میرے پاس رہنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن تمہیں سچے دل سے مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔

میں آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں میں نے جلدی سے کہا۔

تم یہاں رہو گے تو میرے ہر کام اور عمل سے واقف ہوتے رہو گے لیکن اگر تم نے اس کا تذکرہ کسی اور سے کیا تو تمہارے حق میں بہت برا ہوگا۔

میں نے فوری طور پر حامی بھر لی پھر کچھ دیر بعد میاں صاحب سے

دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے ان کے کوٹھڑی نما حجرے سے باہر آ گیا میاں صاحب کے قدموں میں زندگی گزارنے کی اجازت مل جانے کے بعد مجھے جس روحانی مسرت کا احساس ہو رہا تھا اس کا بیان کرنا میرے بس سے باہر ہے میں خوشی خوشی گھر کی سمت واپس جا رہا تھا کہ معاً میرے ذہن میں ایک خیال بڑی تیزی سے ابھرا اگر میاں صاحب کے پاس رہ کر میں روحوں کو قبضے میں کرنے کا عمل سیکھ لوں تو مجھے دنیا کے تمام آرام اور تمام آسائشیں میسر آ سکتی ہیں میں راشد حسین کے علاوہ ان تمام لوگوں سے اپنا انتقام لے سکتا ہوں جنہوں نے مجھے کمزور سمجھ کر میرے اوپر ظلم و ستم توڑے ہیں میرے قدم الٹے سیدھے پڑ رہے تھے۔

میں اسی وقت دوڑتا ہوا گھر پہنچا اور اکبر کو بتایا کہ میاں صاحب نے مجھے اپنی پناہ میں لے لیا ہے اکبر کو یقین نہیں آتا تھا آج تک میاں

صاحب کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو رہنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی شام ہوتے ہی اس کا رشتہ ساری دنیا سے منقطع ہو جاتا میں نے اکبر سے کہا تم خود میرے ساتھ چلو اور دیکھ لو۔

اس نے جواب میں میرا مختصر سا سامان اٹھایا اور ہم دونوں شام سے پہلے ہی پہاڑی پر پہنچ گئے اکبر نے مجھے بھینچ بھینچ کر رخصت کیا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ آنسو جن میں میرے لئے بڑی حسرتیں تھیں امنگیں تھیں اور اعتماد تھا اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لئے پہاڑی پر آتا رہے گا اور اس نے مجھے ہدایت کی کہ اب میرا کام میاں صاحب کی خدمت کرنا اور وہ روحانی سعادتیں سمیٹنا ہوگا جن سے اب تک اس علاقے کا ہر شخص محروم رہا تھا کئی لوگوں نے میاں صاحب کے ساتھ رہنے کی درخواست کی تھی مگر میاں صاحب نے اپنی تنہائی کی زندگی میں کسی بھی شخص کی مداخلت پسند نہیں کی یہ

واقعی بہت حیرت انگیز بات تھی کہ میاں صاحب نے مجھے منتخب کرلیا تھا۔

میرا عالم عجیب تھا جس وقت میں نے اکبر کو رخصت کیا اور میاں صاحب کے نیم پختہ مکان کی طرف قدم بڑھائے تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے اندر کوئی وزن نہیں ہے میں نے ایک عجیب سرور کی لہر اپنے جسم میں دوڑتی محسوس کی میں نے محسوس کیا جیسے میں اب محفوظ ہوں اور باہر کی دنیا کا کوئی شخص مجھے پریشان کرنے کی جرات نہیں کرسکتا سکون اور سرور کی زندگی میری منتظر ہے اس وقت میرے باغیانہ خیالات بھی ختم ہوگئے تھے میں نے پہاڑی کے نیچے دور نظر آنے والی آبادی کو بے نیازی سے دیکھا اور آئندہ زندگی میں نیکیوں اور سچائیوں کا عزم لے کر آگے بڑھا دروازے پر ہی مجھے میاں صاحب کی آواز سنائی دی۔

آجاؤ شاہد میاں۔

میں نے اپنا سامان دروازے پر چھوڑا اور والہانہ انداز میں میاں صاحب کے پیروں پر گر گیا انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے خدا کا سایہ تم پر ہو تم حق کے امین رہو میرے بچے یہ نفس بڑا ظالم ہے اسے قربان کرو اور ماضی کو فراموش کر کے ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔

وہ پہلی شام جو میں نے اس پہاڑی پر گزاری میری زندگی کی ناقابل فراموش شام تھی جب میاں صاحب کے ارادتمند ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے اور روشنیاں سورج کے ساتھ غروب ہو گئیں تو میں نے دیکھا سیاہی اور خاموشی کی ایک پراسرار چادر اس جزیرہ نما پہاڑی پر تن گئی ہے مگر اس شام مجھے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا میں نے اس خاموشی میں اطمینان کی ایک گہری سانس لی جیسے کوئی قیدی جیل سے

باہر آنے کے بعد آزادی کی مہک محسوس کرتا ہے کچھ یہی میرا حال تھا اس پہاڑی پر میاں صاحب کا راج ہے یہ میاں صاحب کی حکمرانی کا علاقہ ہے یہ دنیا ایک علیحدہ دنیا ہے اور میں میاں صاحب کا مقرب خاص ہوں میں بھی اس علاقے کا مالک ہوں میں خوشی میں جھومتا پہاڑی کے ان گوشوں کی طرف جانے لگا جہاں گھنے درخت تھے اور گہری تاریکی تھی میں اپنا پورا علاقہ آج رات دیکھنا چاہتا تھا یہ خاصی بڑی اور سرسبز پہاڑی تھی دور تک درخت ہی درخت تھے ایک چھوٹا سا گھنا جنگل یہاں آباد تھا میں درختوں کے ایک جھنڈ سے گزر رہا تھا ایک بھاری آواز نے مجھے چونکا دیا۔

خوش آمدید السلام علیکم۔

اس ویرانے میں یہ آواز کہاں سے آئی میں دہشت زدہ ہو گیا مگر فوراً ہی سنبھل گیا مجھے خیال آیا کہ میں میاں صاحب کے علاقے میں کھڑا

ہوں جہاں کی باتیں عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتیں میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کسی قدر جرات سے جواب دیا۔

وہ علیکم السلام۔مگر آپ ہیں کہاں۔؟

میں تمہارے سامنے ہوں شاہد میاں ہماری ملاقات ہو چکی ہے۔

میں نے دیکھا کہ میرے سامنے وہی بزرگ کھڑے تھے جنہوں نے رات کو جب میں چوری چھپے تاک جھانک کے ارادے سے اس پہاڑی میں داخل ہوا تھا تو مجھے واپس جانے کی تلقین کی تھی وہ اب مسکرا کر مجھے دیکھ رہے تھے انہوں نے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگایا شاہد میاں تم بہت خوش قسمت ہو کہ میاں صاحب نے اپنی غلامی میں تمہیں قبول کرلیا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

شکریہ آپ کا۔مگر کیا آپ مجھے یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ کون ہیں

ہمارا تعارف تو ہوا ہی نہیں اب میں کوئی غیر تو نہیں۔

قطعاً نہیں میرا نام ابوالحسن ہے اور میں میاں صاحب کے غلاموں میں سے ایک ہوں بزرگ نے کہا۔

مگر میں نے آپ کو میاں صاحب کے قریب نہیں دیکھا؟

میں میاں صاحب کے قریب ہی رہتا ہوں صرف میں ہی نہیں بہت سارے دوسرے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے ان سب سے میں تمہیں ملواؤں گا شاہد میاں۔ تم سب کچھ جان جاؤ گے خدا کے مظاہر دیکھنے کے لئے یہ آنکھیں ناکافی ہیں جو تمہارے پاس ہیں تمہیں اپنے دل کی اور ذہن کی آنکھیں روشن کرنا پڑیں گی پھر تم بہت کچھ دیکھنے پر قادر ہو جاؤ گے مجھے یقین ہے کہ میاں صاحب کی ایک نگاہ کرم تمہاری ناتواں بصارت کو روشن کر دے گی تم طلب کس طرح کرتے ہو اور تمہاری طلب میں جذبہ کس قدر ہے یہ سب اسی پر منحصر ہے بزرگ نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا آؤ میں تمہیں اس پہاڑی

کی سیر کراؤں۔

میں حیران و ششدر کسی معمول کی طرح ان کے ساتھ ہولیا۔

اور میں نے ایک دوسری دنیا دیکھی وہ دنیا جس کا تصور بھی میں نہیں کر سکتا تھا ابوالحسن ایک بزرگ جن تھے اور ان کی دنیا اس دنیا سے مختلف تھی۔

میاں صاحب کے یہاں رہتے ہوئے مجھے چھ ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا اس مدت میں، میں نے میاں صاحب کو بہت قریب سے دیکھا ان کے بارے میں جو روائتیں مشہور تھیں وہ حقیقت کا عشر عشیر بھی نہیں تھیں میرا عمل دخل ان کے حجرے میں روز بروز زیادہ ہوتا جار ہا تھا میں یکسر بدل چکا تھا میں اب کسی دوسری دنیا کا شخص معلوم ہوتا تھا میری داڑھی بڑھ گئی تھی اور لباس بہت معمولی تھا میں نے میاں صاحب کے حجرے میں جو عجیب وغرب اور حیرت انگیز مناظر دیکھے وہ

ساری دنیا کو ٹھکرا دینے کے لئے کافی تھے میاں صاحب کے حجرے
کے اندر پنجرے میں بند طوطوں سے میری خاصی شناسائی ہو چکی تھی
مگر میاں صاحب کا رویہ ان طوطوں سے ہمیشہ کھنچا کھنچا سا رہتا رات
ہوتی تو اس کمرے میں مختلف قسم کی آوازیں گونجنے لگتیں میاں
صاحب روحوں کے ایک پرے سے ہمکلام ہوتے وہ جب چاہتے
کسی بھی روح کو طلب کر لیتے اور اس سے گھنٹوں ہمکلام رہتے
روحوں کو طلب کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں عملیات میں بھی ید طولی
حاصل تھا وہ اپنے عقیدت مند کی ضرورت دیکھ کر اس کا مدعا خود بیان
کر دیتے تھے ان کے ارد گرد اجنہ کا ہجوم تھا ابوالحسن اس ہجوم میں سب
سے زیادہ برگزیدہ شخص سمجھے جاتے تھے رفتہ رفتہ اجنہ سے میری قربت
کچھ اس طرح ہو گئی تھی جیسے میں بھی انہیں میں سے ایک ہوں اب
میں انہیں دیکھ سکتا تھا یا وہ خود اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے کہ

میری نظروں سے اوجھل رہیں ابوالحسن کی مجھ پر خاص شفقت کی نظر تھی وہ مجھے اکثر پہاڑی کے سنسان اور گھنے درختوں والے تاریک گوشے میں لے جاتے جہاں اجنہ کی قیام گاہوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا میاں صاحب کا رفیق ہونے کے سبب وہ سب میرا احترام کرتے تھے ابوالحسن کی نوجوان اور حسین وجمیل لڑکی درشہوار کو اگر کوئی انسان دیکھ لیتا تو اس کے ہوش جاتے رہتے وہ سراپا حسن لڑکی میرے سامنے آتی تھی مگر میں ایک بے نیاز شخص تھا میں پاگل نفس کو مار چکا تھا اور میں اپنے بچے کچھے سرکش نفس کی آلائشوں سے پاک کرنے کی فکر میں تھا نفس کی پاکیزگی ہی سے .... میں میاں صاحب سے کچھ حاصل کر سکتا تھا۔

میاں صاحب کے حجرے کے سامنے صبح سے عصر تک عقیدت مندوں اور ضرورت مندوں کا ایک ہجوم لگا رہتا تھا میاں صاحب سب کی

باتیں اطمینان سے سنتے لیکن صرف اسکے حق میں دعا کرتے جو حقیقتاً
ضرورت مند ہوتا دوسروں کو وہ دلاسہ دے کر رخصت کر دیتے تھے
مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میاں صاحب روشن ضمیر تھے وہ اس
کے سوا بھی کچھ بہت کچھ تھے اس کا اندازہ میری اس سرگزشت پڑھنے
کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی ہو جائے گا ان کے عقیدت مندوں میں
مزدوروں سے لے کر بڑے بڑے رؤسا اور اعلیٰ حکام تک شامل تھے
لیکن جہاں عصر کی اذان ہوتی سارا مجمع کائی کی طرح چھٹ جاتا
مغرب کے بعد یہاں بھٹکتی روحوں اور جنوں کا قبضہ ہو جاتا یہ ساری
جگہ پر اسرار ہو جاتی مجھے ابوالحسن در شہوار اور دوسرے جن نظر آنے
لگتے رات کو میاں صاحب کی ہو حق کی آواز اور صدائے الا اللہ اس
قدر زور سے بلند ہوتی کہ پوری پہاڑی تھر تھرا جاتی۔
میں اس تمام عرصے میں ایک سچے عقیدت مند اور خادم کی حیثیت

سے میاں صاحب کی خدمت کی اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا میں سونے سے پہلے ان کے پیر دباتا پنجرے میں بند خبیث طوطے مجھے چھیڑ تا کہ میں اور زور سے پاؤں دابوں میاں صاحب اس شرارت پر اسے ڈانٹ دیتے اور وہ سہم جاتا لیکن چھ ماہ کے اس عرصے میں میاں صاحب نے نہ تو مجھے کوئی عمل سکھایا اور نہ ہی میں روحوں کو طلب کرنے کا وہ راز جان سکا جو اس جگہ کا سب سے حیران کن مظہر تھا ہر چند کہ میاں صاحب کے تمام کرشمے اور معجزے میرے سامنے رونما ہوتے تاہم میں ان کی گرد کو نہ پہنچ سکا۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ابھی ماضی کے کسی انتقامی جذبے سے آلودہ تھا بہر حال ایک دن مجھے خود کو سنبھالنا پڑا۔

ہوا یہ کہ۔

ایک روز میں حسب معمول رات کے وقت میاں صاحب کے پاؤں

دبار ہا تھا میاں صاحب اپنی کھری چار پائی پر آنکھیں بند کئے لیٹے تھے میرا خیال تھا کہ وہ سو چکے ہوں گے اس لئے کچھ دیر بعد میں آہستہ سے اٹھا اور اپنے بستر پر آ گیا جو میں نے میاں صاحب کے کمرے میں ایک کنارے لگا دیا تھا ابھی میں بستر پر لیٹ کر کمر سیدھی بھی نہ کرنے پایا تھا کہ میاں صاحب کی زوردار حق اللہ کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی وجد کی حالت میں وہ ہمیشہ حق اللہ کے نعرے بلند کیا کرتے تھے سوتے میں بھی انکا ورد جاری رہتا اور حق اللہ، حق اللہ، کی مدھم آواز ابھرتی رہتی تھی لیکن اس وقت میاں صاحب کی زوردار حق اللہ کی آواز اتنی تیز تھی کہ میں ہڑ بڑا کر اٹھ گیا پلٹ کر دیکھا تو میاں صاحب چار پائی پر بیٹھے نظر آئے ان کا چہرہ زیادہ تر پرسکون رہتا تھا اس وقت غیظ وغضب کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا کپکپاتی ہوئی انگلیاں تسبیح کے دانوں پر بڑی تیزی سے چل رہی تھیں اور انگاروں کی مانند

دہکتی ہوئی آنکھیں سامنے جھونپڑی کے دروازے پر مرکوز تھیں۔
میں خاموش بیٹھا میاں صاحب کے چہرے کو تکتا رہا جلال کی حالت
میں پہلے بھی کبھی میں نے ان سے مخاطب ہونے کی ہمت نہیں کی تھی
کچھ دیر تک میاں صاحب اسی حالت سے دوچار رہے پھر اچانک
انہوں نے نظریں گھما کر میری سمت دیکھا اور کرخت آواز میں بولے
مردود نا ہنجار خدا نے چاہا تو تیرا انجام بڑا عبرتناک ہوگا۔
میں بری طرح سٹپٹا گیا میاں صاحب کے غصے کی وجہ میری سمجھ میں
نہیں آسکی تھی آج سے پیشتر انہوں نے کبھی اس انداز میں مجھ سے
کوئی بات نہیں کہی تھی ہمیشہ اولاد کی طرح مجھ سے شفقت محبت سے
پیش آتے تھے چنانچہ میرا بوکھلا جانا یقینی بات تھی ابھی میں حیرت سے
دوچار تھا کہ میاں صاحب کے ہونٹوں کو دوبارہ جنبش ہوئی وہ اسی جلالی
حالت میں بولے۔

آمیرے پاس آمیں تجھے بتاؤں گا کہ تیری حقیقت کیا ہے اتنی جلدی اپنی اوقات بھول گیا۔

میاں صاحب کا دوسرا جملہ سن کر میں پسینے میں ہانپتا کانپتا اٹھا اور ان کے سامنے دوزانو ہو گیا لیکن میاں صاحب کی نظریں بدستور اسی جانب جمی ہوئی تھیں جہاں میں پہلے بیٹھا تھا ان کی پلکوں کو ایک معمولی سی جنبش بھی نہیں ہوئی ان کے ہاتھ بڑی تیزی سے کانپ رہے تھے پورا چہرہ مارے غصے کے اتنی شدت سے جھٹکے کھا رہا تھا جیسے اس میں برقی رو دوڑ رہی ہو میں نے ڈرتے ڈرتے زبان کھولی۔

میاں صاحب اگر مجھ سے کوئی بھول ہوگئی ہے تو میں اس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔

مظلوم کی آہ کبھی خالی نہیں جائے گی تیرا اقتدار اب وقتی ہے میاں صاحب میری سمت متوجہ ہوئے بغیر کہتے رہے میرے پاس مدد کے

لئے مت آنا نابکار! میرے پاس نہ آنا۔

میری سمجھ میں خاک نہیں آ رہا تھا کہ میاں صاحب یہ باتیں مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں میں حیرت و استعجاب کی کیفیت سے دو چار کھڑا پھٹی نظروں سے میاں صاحب کو دیکھتا رہا میرے دل میں خیال آیا کہ کہیں میاں صاحب کو میرے دل کا بھید تو نہیں معلوم ہو گیا جو مجھے سرزنش کر رہے تھے خوف اور دہشت کی لہر اٹھی تو میں سر تا پا لرز اٹھا میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے آگے بڑھ کر میاں صاحب کے قدم تھام لئے اور گڑگڑا کر بولا۔

میاں صاحب خدا کے لئے مجھے بددعا نہ دیجئے حالات نے منزل کا نشان مجھ سے چھین لیا ہے میں مجبور اور بے بس ہو گیا ہوں میرے والدین کی بے چین روحیں مجھے اس بات کا احساس دلاتی رہتی ہیں کہ ان پر ظلم توڑے گئے ہیں میری بہن کی کربناک چیخیں مجھ سے اپنا حق

مانگ رہی ہیں میاں صاحب مجھ پر بڑے ظلم ہوئے ہیں مگر آپ خدا کے لئے مجھے اپنی عنایتوں سے محروم نہ کیجئے۔

میں روتا رہا اور گڑ گڑا اتا رہا مجھ پر رقت کا عالم طاری تھا نظریں نیچی کئے اور میاں صاحب کے قدم تھامے میں نہ جانے کیا کیا کہتا رہا مجھے ہوش نہیں تھا دوبارہ میں اس وقت چونکا جب میں نے میاں صاحب کے شفیق ہاتھوں کو اپنے سر پر محسوس کیا گھبرا کر نظریں اوپر کیں تو میاں صاحب مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے اب نہ ان کے چہرے پر وہ پہلی جیسی سرخی تھی نہ آنکھوں سے حقارت اور نفرت جھلک رہی تھی وہ بے حد پرسکون نظر آ رہے تھے مجھے رحم طلب اور ڈبڈبائی ہوئی نظروں سے اپنی متوجہ پایا تو بڑی حلاوت سے مخاطب ہوئے۔

کیا بات ہے شاہد علی تم رو کیوں رہے ہو۔؟

میاں صاحب آپ جو چاہیں مجھے سزا دے لیں لیکن خدارا مجھے اپنے

قدموں سے دور نہ کریں نہیں تو میں برباد ہو جاؤں گا مجھے آپ کی بددعا کی نہیں دعاؤں کی ضرورت ہے میاں صاحب مجھے معاف کر دیجئے۔
شاہد علی کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو میاں صاحب نے بڑی محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا میں اور بھلا تمہارے لئے بد دعا کروں گا۔

لیکن ابھی تو آپ!

او ہ اچانک میاں صاحب نے دروازے کی طرف تکتے ہوئے جواب دیا تم غلط سمجھے شاہد............وہ باتیں تمہارے لئے نہیں تھیں۔
جی میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا اگر میاں صاحب نے وہ باتیں مجھ سے نہیں کہی تھیں؟ تو پھر کس سے کہی تھیں کیا وہ کسی اور سے مخاطب تھے؟ مگر اس وقت وہاں ہمارے سوا کوئی اور تو موجود نہیں تھا میں ابھی ان باتوں پر غور کر ہی رہا تھا کہ میاں صاحب نے کہا۔

ابھی تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گے رفتہ رفتہ سب جان جاؤ گے جلد بازی اچھی چیز نہیں صبر کرو، جاؤ اب سو رہو رات زیادہ ہو گئی ہے۔

میں خاموشی سے اٹھا اور آنسو پونچھتا اپنے بستر پر جا کر لیٹ رہا میاں صاحب کی محبت آمیز گفتگو نے میرے دل کا خوف دور کر دیا تھا لیکن میں بدستور یہی سوچ رہا تھا کہ آخر وہ کون تھا جسے میاں صاحب اتنی حقارت سے سرزنش کر رہے تھے کافی دیر تک میں اس بات پر غور کرتا رہا پھر میری آنکھ لگ گئی مگر دوسرے روز وہ بات میری سمجھ میں آ گئی جس نے مجھے گزشتہ رات پریشان کر رکھا تھا۔

حسب دستور اس روز بھی صبح ہی سے میاں صاحب کے حجرے کے سامنے عقیدت اور ضرورت مندوں کا ہجوم جمع ہونا شروع ہو گیا تھا اور میاں صاحب ان کی تسلی تشفی اور خیر و برکت کے کاموں میں مصروف تھے میں ہمیشہ کی طرح میاں صاحب کے قریب زمین پر بیٹھا ان کے

پاؤں آہستہ آہستہ دبا رہا تھا کہ باہر سے تیز تیز چہ میگوئیاں کی آوازیں ابھرنی شروع ہوئیں میاں صاحب جو کچھ دیر پیشتر تک پرسکون بیٹھے تھے یک لخت سنجیدہ ہو گئے مجھے مخاطب کر کے بولے۔

شاہد علی جاؤ اس مردود کو اندر بلا لاؤ وہ باز نہیں آیا حالانکہ میں نے اسے کل رات یہاں آنے کے لئے منع کیا تھا جاؤ اسے لے آؤ اس کے پاس وقت کم ہے وہ مجھ سے ملنے کے لئے انتظار کی زحمت برداشت نہیں کر سکتا میں بھی اسی کا منتظر تھا۔

میاں صاحب نے ہر چند کے بلانے والے کے بارے میں مجھے کوئی اشارہ نہیں دیا تھا پھر بھی میں خاموشی سے اٹھا اور باہر آ گیا جہاں عقیدت مندوں کا ہجوم تھا باہر نکلتے ہی میری نظر سب سے پہلے جس شخص پر پڑی وہ پولیس کا کوئی ایس پی تھا باوردی ہونے کی وجہ سے میں نے اس کے عہدے کو جان لیا تھا ایس پی کے ساتھ دو سپاہی بھی

موجود تھے معاً میرے ذہن میں میاں صاحب کی رات والی کیفیت

ابھری تو میں کچھ سوچ کر ایس پی کے قریب گیا اور بولا۔

کیا آپ میاں صاحب سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے ہیں

ہوں ایس پی کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بڑی سخت گیر طبیعت

کا مالک ہے مجھے سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے بولا تم کون ہو؟

میں میاں صاحب کا ایک ادنیٰ خادم ہوں جناب۔

جاؤ میاں صاحب کو اطلاع کر دو کہ ایس پی آپ سے ملنا چاہتے ہیں

کیا آپ کچھ دیر انتظار نہیں کر سکتے میں نے دبی زبان میں دریافت کیا

تو ایس پی درشت لہجے میں بولا۔

بکومت! جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ کرو میاں صاحب سے کہنا مجھے جلدی

ہے ذرا جلدی وقت دے دیں۔

بہتر ہے میں نے ایس پی پر ایک نظر ڈالی اور کہا تشریف لے چلیے

میاں صاحب کو آپ سے مل کر خوشی ہوگی۔

سپاہیوں نے ایس پی کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے انہیں منع کر دیا اور صرف ایس پی کو ساتھ لئے اندر داخل ہوا میاں صاحب کی نظریں دروازے ہی کی سمت تھیں ایس پی نے نظریں چار ہوتے ہی جلدی سے میاں صاحب کو سلام کیا پھر آگے بڑھ کر بڑے انکسار کے ساتھ ان کے سامنے فرش پر بچھی ہوئی میلی دری پر بیٹھ گیا میاں صاحب کی نظریں برابر اسی کے چہرے پر مرکوز تھیں میں سامنے سے ہٹ کر میاں صاحب کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ آج کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔

میاں صاحب ایس پی نے کچھ توقف کے بعد کہا میں آپ کی خدمت میں بڑی امیدیں لے کر حاضر ہوا ہوں۔

کہو کیا کہنا ہے میاں صاحب نے سرد مہری سے جواب دیا۔

ایس پی صاحب نے میری طرف نظریں اٹھائیں میں بھانپ گیا کہ وہ میاں صاحب سے تخلیے میں کوئی راز کی بات کہنا چاہتا ہے اس لئے میری موجودگی اسے پسند نہیں میں نظریں جھکا کر جانے کے ارادے سے آگے بڑھا تو میاں صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے منع کر دیا اور ایس پی سے خشک لہجے میں بولے۔

یہ میرے بھروسے کا آدمی ہے تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو اس کی موجودگی میں بھی کہہ سکتے ہو۔

ایس پی نے سر تسلیم خم کر دیا اور میاں صاحب سے متوجہ ہو کر سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

حضور میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے حق میں بہتری کی دعا کریں۔

پریشانی کیا در پیش ہے۔ تمہیں۔ میاں صاحب کا لہجہ ابھی تک سپاٹ تھا۔

میں ایک چکر میں پھنس گیا ہوں ایس پی نے رکتے رکتے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا بات دراصل یہ ہے میاں صاحب کہ کچھ افراد زبردستی مجھے ایک بے بنیاد الزام میں پھنسانا چاہتے ہیں۔

اگر الزام بے بنیاد ہے تو پھر تمہیں خطرہ کس بات کا ہے میاں صاحب نے بے نیازی سے کہا۔

بات کچھ ایسی ہے میاں صاحب کہ مجھے آپ کے حضور آنا پڑا مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میرے حق میں دعا کریں تو میں ہر مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہوں میں تمام عمر آپ کا غلام بنا رہوں گا میاں صاحب۔

میرا غلام میاں صاحب کا چہرہ اچانک سرخ ہو گیا نفرت سے ایس پی کو گھور کر بولے جو شخص ہوس کا غلام ہو وہ کسی اور کی غلامی کیا کرے گا۔

میں نے محسوس کیا کہ میاں صاحب کا جواب سن کر ایس پی مطاہر کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا لیکن فوراً ہی اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

میاں صاحب انسان غلطیوں کا پتلا ہے آپ اگر چاہیں تو خدا سے میری غلطی معاف کرانے کی سفارش کر سکتے ہیں۔

میں اور تجھ جیسے شیطان کی سفارش کروں گا میاں صاحب نے غصے سے لرزتے ہوئے جواب دیا اگر خیریت چاہتا ہے تو چلا جا میرے سامنے سے نابکار مردود۔

ایس پی کو غالباً میاں صاحب سے اس جواب کی امید نہیں تھی ایک ثانئے کے لئے وہ خالی خالی نظروں سے میاں صاحب کو تکتا رہا پھر اسے اپنی سبکی کا احساس ہوا تو قدرے سخت لہجے میں بولا۔

میاں جی تم اگر میرا کام کر دو تو میں تمہیں منہ مانگی قیمت دے سکتا ہوں

تو مجھے معاوضہ دے گا ذلیل ،میاں صاحب اچانک جلالی کیفیت میں آ کر بولے کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں تیرے اقتدار سے متاثر ہو کر تیری بدمعاشیوں میں تیرا ہاتھ بٹاؤں گا جا دفع ہو جا۔

تم بکتے ہو،ایس پی بھی جھلا کر غصے میں اٹھ کھڑا ہوا اور دانت پیس کر بولا میں صرف یہی دیکھنے آیا تھا کہ تم کچے عقیدے کے بھولے بھالے اور معصوم لوگوں کو کس طرح لوٹ رہے ہو لیکن اب تمہارا یہ بزنس نہیں چلے گا میں آج ہی تمہارے وارنٹ گرفتاری جاری کراتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ تم کتنے پہنچے ہوئے اور خود اپنے بچاؤ کے لئے کیا کرتے ہو۔

کم بخت تو مجھے آزمانے آیا تھا تو بھول گیا میں نے رات ہی تجھے یہاں آنے سے منع کیا تھا رات میں ذرا دیر سے پہنچا کاش میں پہلے پہنچ جاتا دیکھنا چاہتا ہے کہ میں تیرے بارے میں کیا جانتا ہوں لے دیکھ کہ تیرے یہاں آنے کا اصل مقصد کیا ہے میاں صاحب سرتاپا تھر

تھراتے ہوئے بولے پھر انہوں نے سیدھا ہاتھ اٹھایا اور شہادت والی انگلی سے بائیں جانب اشارہ کیا اور کڑک کر ایس پی سے کہا ادھر دیکھ بدقماش وہ ہے تیرے آنے کا سبب۔

ایس پی کی ساتھ میری نظر میں بھی سمت اٹھ گئی جدھر میاں صاحب نے انگلی سے اشارہ کیا تھا دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا وہ بڑا نا قابل یقین تھا ہو سکتا ہے کہ آپ میری اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کریں لیکن جو کچھ میں نے دیکھا وہ خواب نہیں بلکہ حقیقت تھی جس طرف سے میاں صاحب نے شہادت کی انگلی کی تھی وہاں کچے فرش پر ایک نوخیز حسینہ لیٹی نظر آ رہی تھی لیکن ایک روندی ہوئی لاش کی صورت میں اس کا جسم برف کی سل کی مانند سفید پڑا ہوا تھا جسم کے کپڑے جن پر جگہ جگہ خون کے دھبے جمے ہوئے تھے اس بری طرح پھٹے ہوئے تھے کہ ان سے

ستر پوشی بھی نہیں ہو رہی تھی اس کے برہنہ سینے اور عریاں رانوں پر جا بجا تیز ناخنوں کے کھرونچے صاف دکھائی دے رہے تھے اور گالوں پر دانت کے زخم نظر آرہے تھے آنکھیں اس طرح کھلی ہوئی تھیں جیسے اسے خود بھی اپنی حالت پر سکتہ ہو رہا ہو برف کی طرح سفید چہرے پر معصومیت ہی معصومیت پھیلی ہوئی تھی میں نے لاش پر سے نظر ہٹا کر ایس پی کی طرف دیکھا تو وہ ہکا بکا کھڑا نوخیز حسینہ کی لاش کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا اس کے چہرے پر خوف و دہشت کی پرچھائیاں لرز رہی تھیں حجرے میں موت کا سناٹا طاری تھا اچانک میاں صاحب کی آواز سناٹے کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

وحشی درندے تیرا نامہ اعمال اس کی زبانی بیان کرواؤں میں اس حیا کی پتلی کی زبان سے تجھے تیری کمینگی کی داستان سنوانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں تیرا گناہ تیرے سامنے ہے اب اور کیا دیکھنا چاہتا ہے۔

ایس پی میاں صاحب کی آواز سن کر یوں چونکا جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے ڈر کر جاگ اٹھا ہو۔اس نے میاں صاحب کی طرف خوف زدہ نظروں سے دیکھا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میاں صاحب نے اسے اس کا موقع نہیں دیا اور جلالی حالت میں بولے۔

جا چلا جا یہاں سے مردود تو نے اسے پامال کیا خدا تجھے پامال کرے گا۔

ایس پی نے جواب میں نظریں نیچی کر لیں ایک لمحے تک وہ کسی بت کی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا پھر تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا حجرے سے باہر نکل گیا میں نے اس کے جانے کے بعد دوسری بار اس لڑکی کی لاش کو دیکھنے کے لئے نظریں گھمائیں تو وہ وہاں موجود نہیں تھی ٹھیک اسی لمحے باہر گولی چلنے کا دھماکہ ہوا اور میاں صاحب ٹھہری ہوئی آواز میں بولے۔

وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا۔
میں تیزی سے لپک کر باہر گیا تو دیکھا کہ ایس پی خون میں لت پت پتھروں میں اوندھا پڑا تھا دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا میرے دریافت کرنے پر میاں صاحب کے ایک عقیدت مند نے بتایا کہ ایس پی جس وقت حجرے سے باہر نکلا اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے گہرے تاثرات نمایاں تھے اپنے ساتھ آنے والے سپاہیوں کے قریب پہنچ کر اس نے ان دونوں کو کچھ ہدایت دی پھر ہولسٹر سے پستول نکال کر نال کنپٹی سے لگائی اور لبلبی دبا دی میں معلومات کر کے واپس حجرے میں گیا تو دیکھا کہ میاں صاحب ہاتھ اٹھائے دعا کرنے میں مشغول تھے ان کے چہرے پر اس وقت غیظ و غضب کے بجائے نور کی کرنیں نچھاور ہو رہی تھیں۔ میں آہستہ سے آگے بڑھ کر میاں صاحب کے قریب بیٹھ گیا اور ان کے پاؤں

دبانے لگا میاں صاحب نے ہاتھ پھیلائے اور آنکھیں بند کئے کسی کے حق میں دعا مانگنے میں مصروف تھے۔

اس واقعے کے بعد مجھے اپنے ذہن کے کسی گمشدہ کونے میں موجود اپنے نفس کی خباثت کو نکالنا پڑا میں نے خود کو عبادت میں مشغول کیا اور اپنی ساری توجہ میاں صاحب کی خدمت میں اور وظائف پر صرف کر دی میں بہر صورت میاں صاحب کی نظر میں ایک سچے عقیدت مند کی صورت میں آنا چاہتا تھا۔

جس روز ایس پی والا حادثہ پیش آیا اس روز کے بعد سے میاں صاحب کی مہربانیاں میرے ضمن میں بڑھنی شروع ہو گئیں اب انہوں نے مجھے چھوٹے چھوٹے وظیفے بتانے شروع کر دیئے تھے دو ماہ کے اندر اندر میں بہت سارے عملیات کا عامل بن گیا پھر رفتہ رفتہ میاں صاحب کی عنایتیں اور بڑھیں تو میں نے ان کی ہدایت پر چلے کھینچنے

شروع کر دیئے آٹھ ماہ تک میاں صاحب نے مجھے دن رات چلوں
اور جالالی جمالی وظیفوں میں ایسا مشغول رکھا کہ مجھے خود اپنی ذات تک
کا ہوش باقی نہ رہا پھر جب مجھے ذرا سکون ملا تو میں نے محسوس کیا کہ
میرے اندر بھی میاں صاحب جیسی کچھ صفات آ چکی ہیں اب وہ اپنے
چھوٹے موٹے ضرورت مندوں کو میرے حوالے کر دیا کرتے تھے
اور میں ان لوگوں کو حسب حیثیت اپنی روحانی قوتوں سے فیض پہنچایا
کرتا تھا مگر جو سچ پوچھے تو میں اب بھی مطمئن نہ تھا مجھے کسی کسی وقت
یہی فکر لاحق ہو جاتی کہ کس طرح میاں صاحب سے روحوں کو بلانے
کا عمل سیکھ لوں کئی بار یہ سوچ کر میاں صاحب کے سامنے گیا کہ ان
سے مدعا بیان کر دوں لیکن ہر بار میری ہمت جواب دے جاتی بعد
میں مجھے اپنی کم ہمتی پر غصہ بھی آتا لیکن نہ جانے کیوں روحوں کو قبضے
میں کرنے اور انہیں طلب کرنے کا عمل دریافت کرنے کے سلسلے میں

میاں صاحب کے روبرو میری زبان ہمیشہ گنگ ہو جایا کرتی تھی۔
اس طرح چار سال گزر گئے۔
چار سال، میں میاں صاحب کے قریب اور ان کی ہدایات کی روشنی میں علوم روحانی سیکھتا رہا مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے مشکل ترین چلے کھینچے میں کس قدر وقت صرف کیا مجھے اتنا یاد ہے کہ میں پہاڑی کے سنسان گوشوں میں تن تنہا رات رات بھر اپنا عمل جاری رکھتا درشہوار میرے لئے کھانا لاتی تھی اور ابوالحسن میری نگداہشت کرتے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں نے اپنی خواہشوں اور جذبوں کو بھلا دیا تھا لیکن درشہوار کے حسن و جمال میں کچھ ایسا اثر تھا کہ اس کی طرف میں نگاہیں اٹھاتے ہوئے جھجکتا تھا ابوالحسن مجھے اپنے خاندان کا ہی کوئی فرد سمجھتے تھے پہاڑی پر بسنے والے تمام اجنہ میرے باب میں اب بہت زیادہ بے تپاک ہو گئے تھے میاں صاحب کی صحت گرنے لگی

تھی چار سالوں میں اکبر کئی بار میرے پاس آیا اور میرے روز بدلتے ہوئے حلیئے اور لمبی داڑھی کو دیکھ دیکھ کر حیران رہ گیا میرے لہجے اور انداز میں تبدیلی آ گئی تھی میں قمیض اور پاجامے میں ملبوس بہت سادہ اور بڑی پاکباز زندگی گزار رہا تھا اکبر میرا دوست تھا اور وہ مجھے کشاں کشاں ملنے آ جاتا تھا مگر میں اکبر سے ملنا نہیں چاہتا تھا اکبر کے آنے سے مجھے اپنا ماضی یاد آ جاتا تھا اس کی صحبتوں سے مظالم اور ناانصافی کے وہ تمام سلسلے مل جاتے تھے جن سے میں گریز کر کے یہاں آیا تھا میں پہاڑی سے نیچے نہیں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہاں مجھے اندھیرے نظر آتے تھے انسان جو ہمیشہ ایک ساتھ رہنے پر اصرار کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں وہ غول پسند ہیں مگر یہی ساتھ رہنے والے لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہیں ان میں انتشار ہے اور ان کے نفس پراگندہ ہیں میاں صاحب سے ملنے جو ضرورت مند آتے تھے وہ اپنے ساتھ

بھیانک داستانیں لئے آتے تھے ایسی لرزہ خیز کہانیاں جنہیں سن کر
میں کانپ کانپ جاتا تھا ہر شخص دوسرے پر ظلم کررہا تھا بعض اوقات
میرا جی چاہتا تھا کہ میں ظالموں کو عبرتناک سزائیں دوں مجھ سے وہ
غریب اور معذور لوگ نہیں دیکھے جاتے تھے جنہیں آسودہ حال اور
طاقتور لوگوں نے پیس ڈالا تھا جس کی شکایت سنیئے وہ ایک داستان
غم لئے ہوئے آتا تھا ان لوگوں سے انسانیت کے شرمناک واقعات
سن کر اس دنیا سے میرا دل اچاٹ ہو گیا اور میں زیادہ انہماک سے
اپنی عبادت اور ریاضت میں غرق ہو گیا اب میں تھا اور مختلف وظائف
تھے میری راتیں تھیں اور میری ریاضت تھی میاں صاحب تھے اور
میری خدمت تھی میرے اس انہماک کامل کا نتیجہ یہ نکلا کہ ارادت
مندوں کا ایک ہجوم میرے گرد بھی جمع ہونے لگا میری زبان میں بھی
کچھ ایسی تاثیر پیدا ہو گئی کہ میری دعائیں قبول ہونے لگیں میاں

صاحب اس بات پر بہت خوش تھے میں عموماً چھوٹے میاں صاحب
کے نام سے پکارا جانے لگا میں عرفان وآ گہی کی منزلوں سے گزر رہا
تھا میری نظر میں میاں صاحب کا مرتبہ اور بلند ہو رہا تھا۔
ہر ماہ کے آخر میں بدھ کے روز صبح سویرے میاں صاحب کے حجرے
کے باہر ایک نشست جمتی تھی یہ سلسلہ اس وقت سے جاری تھا جب
میں یہاں آیا تھا اس میں میاں صاحب ایک عالم شخص کی حیثیت سے
داخل ہوتے اس نشست میں ہر مذہب کے عالم و فاضل اشخاص
آتے اور وحدت الوجود فلسفہ حیات اور تصوف پر بڑی آزادنہ گفتگو
کرتے عام طور پر ان کی گفتگو بہت سادہ انداز میں ہوتی تھی صرف
ایک نوجوان طالب علم تھا جو بڑا ذہین اور فطین معلوم ہوتا تھا گفتگو میں
اس کا لہجہ کس قدر گستاخی کا ہو جاتا مگر میاں صاحب مسکراتے رہتے
اور اسے خوش اخلاقی اور شیریں بیانی سے سمجھاتے کہ وہ فوراً ہی

معذرت کرنے لگتا مجھے یہ طالب علم جس کا نام سلیم تھا بہت پسند تھا وہ
میرا بھی بڑا لحاظ کرتا تھا ویسے اس کا رجحان کچھ الحاد کی جانب زیادہ تھا
انہی لوگوں میں ایک بڑا پنڈت بھی تھا جس کا سر گھٹا ہوا اور لباس خاص
ہندو پنڈتوں جیسا تھا وہ سنسکرت اور ہندوستان کی قدیم زبانوں کا ماہر
تھا اتنا بڑا پنڈت نہ جانے کیسے میاں صاحب کے پاس ہر ماہ آخری
بدھ کو اس مناظرے میں شریک ہونے آجاتا تھا میاں صاحب اسے
بڑی قدر و منزلت سے بٹھاتے مگر مجھے وہ شخص بالکل اچھا نہ لگتا تھا میں
نے ہمیشہ اس کی نظروں میں کینہ دیکھا وہ طنز کرتا تھا اور بڑے
خوبصورت انداز میں میاں صاحب اور ان کے مسلک کو ہدف بناتا تھا
ابوالحسن نے مجھے بتایا کہ یہ پنڈت ایک دن عام ضرورت مند کے
روپ میں میاں صاحب سے ملنے آیا وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ میاں
صاحب جن کی دور دور دھوم ہے اصل میں کیا ہیں جب وہ ضرورت

منددوں کی بھیڑ میں بیٹھ گیا تو اسے میاں صاحب نے فوراً اندر بلا لیا
بڑی عزت سے بٹھایا، انہوں نے اس سے کہا۔
پنڈت جی۔ آپ نے کیسے زحمت کی؟
پنڈت میاں صاحب کی اس ادا پر بہت جز بز ہوا اور سنبھل کر بولا
میں نے آپ کے متعلق بہت کچھ سنا ہے مگر جو سنا ہے اس پر مجھے یقین
نہیں میری نظر میں میرے عقیدے زیادہ پختہ اور حق کے قریب ہیں
آپ نے مجھے پہچان لیا، میں سمجھتا ہوں یہ کوئی بڑی بات نہیں یہ دو تین
تماشے تو عام آدمی بھی جانتے ہیں یقیناً آپ نے اس میں کوئی
ریاضت کی ہو گی میں تو آپ سے فلسفہ حق پر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں
ممکن ہے میں آپ سے کچھ حاصل کر سکوں یا ممکن ہے میں آپ کو کچھ
سمجھا سکوں۔
پنڈت کی بات سن کر میاں صاحب مسکرائے اور انہوں نے کہا ٹھیک

ہے اونکار ناتھ جی آپ یہاں آیا کیجئے مجھے آپ سے گفتگو کر کے بڑی خوشی ہوگی۔

پنڈت چلا گیا اور پھر ہر ماہ کے آخری بدھ کو اس قسم کی نشست کی طرح پڑ گئی مختلف عقائد کے لوگ اس میں شریک ہونے لگے مگر پنڈت اونکار ناتھ صرف وہ واحد شخص ہے جو مسلسل پانچ چھ سال سے یہاں آ رہا ہے گو اس کے اطوار میں اب پہلی جیسی ناشائستگی نہیں ہے تاہم اب بھی وہ میاں صاحب کو قائل کرنے یا انہیں زیر کرنے کا ارادہ ذہن میں رکھتا ہے اس پنڈت کو بھی کچھ غیر معمولی ماورائی اور روحانی قوتیں حاصل ہیں اور اس کا شمار ہندو مذہب کے بڑے عالموں میں ہوتا ہے ابوالحسن کی زبانی پنڈت اونکار ناتھ کے بارے میں یہ تفصیل سن کر مجھے اس سے شدید نفرت ہوگئی تھی اور شاید وہ بھی اس بات سے واقف تھا کہ میں اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہم دونوں میں ایک

طرح کا تناؤ تھا میں اب ہر اس شخص کے خلاف تھا جو میاں صاحب
کے علم و فضل کو شک کی نظروں سے دیکھتا تھا بہر حال میاں صاحب کی
ایما تھی پنڈت آتا رہا، اس کے ہونٹوں پر لطیف مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی
اس نے میاں صاحب کو اشتعال دلانے کی بارہا کوشش کی۔ اور ہر بار
میاں صاحب نے صبر و سکون کے ساتھ اس کی بات سنی وہ اسے بچوں
کی طرح سمجھاتے رہے ایک دو بار پنڈت اونکار ناتھ نے اپنے
چیلوں پر جادو کر کے عام ضرورت مندوں کی شکل میں میاں صاحب
کے پاس علاج کے لئے بھیجا میاں صاحب انھیں پہچان گئے اور
انہوں نے ان چیلوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ اونکار ناتھ سے میرا
سلام کہنا اور کہنا کہ اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔

غرضیکہ پنڈت اونکارناتھ کی ایک نہ چل سکی مجھے حیرت تھی کہ میاں صاحب اس کی مسلسل گستاخیوں کے باوجود اسے یہاں آنے سے کیوں نہیں روکتے اور اب جب کہ ان کی صحت گرنے لگی تھی یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ اس قسم کی نشستوں میں حصہ لیں میاں صاحب اب زیادہ تر پلنگ پر پڑے پڑے لوگوں سے ملتے اور ان کی مدد کرتے تھے بہت سے لوگوں کو میں نمٹا دیا کرتا تھا چھ سات سال کی اس رفاقت میں میاں صاحب کے ان گنت کرشمے میری نظر سے گزرے لیکن ایک روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے میری عقل دنگ رہ گئی اور میں یہ سوچنے لگا کہ میاں صاحب اسی دنیا کے کوئی آدمی ہیں یا ان کا تعلق کسی اور مخلوق سے ہے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میاں صاحب کو قطب کا درجہ مل چکا ہے۔

اس رات میں میاں صاحب کے پاؤں دبا رہا تھا وہ آنکھیں بند کئے

لیٹے تھے لیکن ان کے ہونٹ برابر ہل رہے تھے یہ بات کوئی ایسی تعجب خیز نہیں تھی اس لئے کہ جب تک میاں صاحب پوری نیند نہ سو جاتے ان کے ہونٹ کسی نہ کسی وظیفے کے ورد میں متحرک رہتے تھے میں میاں صاحب کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جو بہت کمزور ہو چکا تھا ان کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑنے لگے تھے اور جبڑے کی ہڈیاں ابھر آئی تھی جسمانی طور پر وہ اس درجہ لاغر ہو چکے تھے کہ بظاہر ہڈیوں کا پنجر نظر آتے تھے ان دنوں انہوں نے کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا چوبیس گھنٹوں میں بمشکل آدھی روٹی حلق کے نیچے اتر پاتی تھی لیکن ان کی آواز میں اب بھی وہی پہلی جیسی گھن گرج باقی تھی میں اپنے کام میں مصروف تھا کہ اچانک میاں صاحب نے آنکھیں کھول دیں اور میری طرف دیکھنے لگے اس وقت ان کی آنکھوں میں پہلی بار میں نے بے چینی دیکھی تھی چند ثانئے تک وہ مجھے گھورتے رہے پھر بولے۔

شاہد علی۔ مجھے اس وقت ایک ضروری کام سے دور جانا ہے ہوسکتا ہے کہ میں صبح دیر سے واپس لوٹوں تم اس کا خیال رکھنا کہ کسی کو میری غیر موجودگی کا علم نہ ہونے پائے۔

فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ غالباً میاں صاحب کا ذہن بھٹک چکا ہے جو وہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں لیکن میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

میاں صاحب آپ کچھ دنوں کے لئے عقیدت مندوں سے ملنا ترک کردیں آپ کو صرف آرام کی ضرورت ہے۔

آرام کا وقت بھی قریب آنے والا ہے شاہد میاں۔ میاں صاحب نے سرد آہ بھر کر کہا پھر سنجیدگی سے بولے اس وقت جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو تمہیں اس بات کا سختی سے خیال رکھنا ہوگا کہ کوئی شخص میری غیر موجودگی سے باخبر نہ ہونے پائے۔

لیکن اتنی رات گئے آپ جائیں گے کہاں۔؟

مجھے ایک دوسرے شہر میں جانا ہے ایک ضرورت مند نے مجھے یاد کیا ہے۔

دوسرے شہر۔ میں نے قدرے حیرت سے دریافت کیا لیکن آپ اتنا لمبا سفر کیسے کریں گے۔؟

خدا کا حکم ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے شاہد علی تم اب جا کر سو جاؤ اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا خیال رکھنا۔

میاں صاحب نے مجھے ہدایت کی پھر بڑی مشکل سے ہانپتے کانپتے اٹھ بیٹھے۔

میرے دل کو میاں صاحب کی حالت محسوس کر کے شدید دھچکا لگا ایک طرف تو یہ خیال مجھے پریشان کر رہا تھا کہ میاں صاحب غالبا اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں دوسری طرف یہ فکر لاحق تھی کہ اگر خدانخواستہ

میاں صاحب خدا کو پیارے ہو گئے تو میں نے جو کچھ نہیں حاصل کیا ہے وہ کس طرح حاصل کر سکوں گا میاں صاحب کی بے چارگی پر میری آنکھیں بھر آئیں تو میں نے جلدی سے نظریں نیچی کر لیں۔
شاہد علی جو خدا کو منظور ہو وہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے میرے بیٹے۔
میں نے میاں صاحب کا ہاتھ اپنے سر پر محسوس کیا تو میں بے اختیار پھوٹ پڑا۔ میری آنکھیں بھیگ گئیں میں نظریں جھکائے میاں صاحب سے نہ جانے کیا کیا کہتا رہا پھر میں نے کچھ دیر بعد نظریں اٹھائیں تو جیسے مجھ پر اچانک سکتہ طاری ہو گیا میں پھٹی پھٹی نظروں سے میاں صاحب کے پلنگ کو دیکھنے لگا جو اب خالی پڑا تھا میں نے تیزی سے نظریں دوڑا کر حجرے میں چاروں طرف دیکھا لیکن میاں صاحب کا کہیں نام و نشان نہ تھا بوکھلاہٹ میں اٹھ کر میں جلدی سے

باہر آ گیا اور ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں مگر میاں صاحب مجھے دور دور تک کہیں نظر نہ آئے خدا جانے ان کو زمین کھا گئی تھی یا آسمان نگل گیا تھا میں حیرت واستعجاب میں ڈوبا کچھ دیر باہر کھڑا رہا پھر سہمے سہمے انداز میں اندر جا کر لیٹا رہا میرے اعصاب پر میاں صاحب کی اس اچانک گمشدگی کا اتنا گہرا اثر پڑا تھا کہ میں بڑی دیر تک جاگتا رہا کب میرے اوپر نیند کا غلبہ طاری ہوا اور کب میری آنکھ لگی مجھے اس کا کوئی احساس نہیں ہو سکا۔

صبح میری آنکھ کھلی تو رات کے واقعات دوبارہ میرے ذہن پر اجاگر ہو گئے میاں صاحب کا پلنگ ابھی تک خالی پڑا تھا میں ڈرتے ڈرتے اٹھا دروازے پر آ گیا صبح کی نماز بھی میں نے جس پریشانی کے عالم میں ادا کی وہ بھی کچھ میرا ہی دل جانتا تھا میاں صاحب کا خیال بری طرح میرے دل ودماغ پر پھیلا ہوا تھا۔

ساڑھے سات بجے سے میاں صاحب کے عقیدت مندوں اور ضرورت مندوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا میں میاں صاحب کی ہدایت پر آنے والوں کو یہ کہہ کر ٹالتا رہا کہ آج میاں صاحب کا جی اچھا نہیں ہے اس لئے وہ کسی سے نہ مل سکیں گے کچھ لوگ تو خاموشی سے افسوس کا اظہار کر کے چلے گئے کچھ نے میاں صاحب کو ایک نظر دیکھنا چاہا بعض افراد ایسے تھے جو میاں صاحب کی خدمت کی آرزو میں وہیں حجرے کے باہر دھرنا دے کر بیٹھ گئے لیکن میں نے انہیں بھی حجرے کے قریب نہیں آنے دیا اور حجرے کے دروازے پر کھڑا رہا کبھی کبھی میں یوں ہی پلٹ کر اندر کی سمت بھی دیکھ لیا کرتا تھا دس بجے کے قریب تو میری پریشانی دوچند ہو گئی۔ میاں صاحب کی خدمت کا شوق رکھنے والے دس بارہ آدمی ابھی تک حجرے کے آس پاس بیٹھے تھے لوگوں کے آنے جانے کا سلسلہ جاری تھا میں ہر آنے والے کو

کیوں اپنا وقت برباد کررہی ہو، کہہ جو دیا کہ میاں صاحب کا جی اچھا نہیں وہ آج کسی سے ملاقات نہیں کریں گے۔

لیکن انہیں مجھ سے ملنا ہوگا، بڑھیا تنک کر بولی یہ میری بہو کی زندگی اور موت کا سوال ہے انہیں میرا دکھڑا سننا پڑے گا۔

اچھی زبردستی ہے میں نے چڑ کر کہا جب میاں صاحب خود ہی بیمار پڑے ہیں تو وہ تمہاری بہو کی تیمارداری کیا کریں گے۔

بیٹا۔ بڑھیا اچانک گڑگڑا کر بولی مجھے بس دو باتیں کر لینے دو میاں صاحب سے میرے دل کو تسلی ہو جائے گی میں جھلا کر بڑھیا کو کوئی سخت جواب دینا چاہتا تھا کہ اندر سے میاں صاحب کی آواز ابھری۔

شاہد علی اس بے چاری کو آنے دو میرے پاس میں جانتا ہوں اس کی ضرورت بہت اہم ہے۔

میں نے پلٹ کر دیکھا تو میاں صاحب اپنے پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے

وہ کب اور کس راستے سے واپس آئے یہ بات میرے فرشتوں کے علم میں بھی نہ آسکی میں خوشی اور حیرت کے ملے جلے اثرات کے زیر اثر میاں صاحب کو دیکھتا رہا پھر میں نے بڑھیا کو اندر جانے کی اجازت دے دی میاں صاحب نے اس کا دکھڑا سن کر اس کی بہو کے حق میں دعا کی تو وہ انہیں گود پھیلا کر دعائیں دیتی ہوئی الٹے قدموں واپس چلی گئی بڑھیا کے جانے کے بعد میاں صاحب دوسرے لوگوں سے بھی ملتے رہے اور میں بت بنا کھڑا میاں صاحب کو دیکھتا رہا مجھے حیرت تھی کہ میاں صاحب کیسے غائب ہوئے اور کس طرح دوبارہ واپس آگئے جب کہ ان کے اندر اٹھنے بیٹھنے کی بھی سکت نہیں تھی آخر یہ سب کیا اسرار تھا۔؟

مغرب تک میاں صاحب نے ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا پھر جب میاں صاحب کے سارے ملاقاتی رخصت ہو گئے تو انہوں نے

اشارے سے مجھے اپنے قریب بلایا اور نقاہت میں ڈوبی ہوئی آواز میں گویا ہوئے۔

شاہد علی مجھے خیال ہے کہ تمہیں میری وجہ سے پریشان ہونا پڑا لیکن میرا جانا ضروری تھا اگر میں وہاں نہ جاتا تو خدا کا ایک نیک بندہ حشر کے روز میرا دامن گیر ہوتا اس نے مجھے سچے دل سے یاد کیا تھا اس لئے میں جانے پر مجبور ہو گیا۔

لیکن میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کر ہی ڈالا آخر آپ اچانک غائب کیسے ہو گئے تھے۔؟

حکم الٰہی میاں صاحب نے مختصر سا جواب دیا۔

کیا آپ کے دوست اجنہ آپ کو لے گئے تھے میں نے تجسس کے جذبے سے مجبور ہو کر دوسرا سوال کیا۔

وقت کا انتظار کرو شاہد علی کچھ راز ایسے ہوتے ہیں جو وقت سے پہلے

کبھی آشکار نہیں ہوتے۔

گو اب میں میاں صاحب کے جواب سے میری تشفی نہیں ہو سکی لیکن میں نے مزید اصرار نہیں کیا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا عشاء کی نماز کے بعد جب میں معمول کے مطابق میاں صاحب کے پاؤں دبانے بیٹھا تو میاں صاحب خلاف توقع آج بھی مجھے کچھ بے چین نظر آ رہے تھے کچھ دیر تک تو میں خاموش رہا لیکن پھر میں نے پوچھ ہی لیا۔

ایک بات پوچھو میاں صاحب؟

کہو۔

کیا آپ کو آج پھر کہیں جانا ہے۔

نہیں۔ میاں صاحب نے مختصر سا جواب دیا پھر آنکھیں بند کر لیں بڑی دیر تک وہ آنکھیں بند کیے لیٹے رہے پھر دوبارہ آنکھیں کھول کر

مجھے گھورنے لگے مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہوں میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا کچھ دیر تک مجھے دیکھتے رہنے کے بعد میاں صاحب نے کہا۔

شاہد علی آج میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔؟

حکم دیجئے میاں صاحب میں نے بڑی سعادت مندی سے جواب دیا تو میاں صاحب بولے۔

یہ دنیا ایسی گتھی ہے شاہد علی جس کو سلجھانے کی کوشش ہر کوئی کرتا ہے لیکن کم لوگ اسے سلجھا پاتے ہیں زیادہ تر خود الجھ کر رہ جاتے ہیں کامیاب وہی ہوتا ہے جو ایک سرا پکڑ کر دوسرے سرے تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے درمیان سے شروع کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا میاں صاحب میں نے آہستگی سے کہا۔

ساری مسرتیں عارضی ہیں جو تلخیوں میں سکون تلاش کرتے ہیں وہ بہتر زندگی گزارتے ہیں۔

میاں صاحب اپنی دھن میں کہتے رہے سیاہ چیز پر سفیدی کے دھبے پڑتے ہیں تو سیاہی کا حسن ماند پڑ جاتا ہے لیکن سفید چیز پر سیاہی آ جائے تو پھر سیاہی کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔

میاں صاحب میں اب بھی نہیں سمجھا کہ آپ کی باتوں کا مقصد کیا ہے میں نے مدہم آواز میں کہا تو میاں صاحب میرے چہرے سے نظر ہٹا کر حجرے کی چھت کو تکتے رہے ان کی آنکھوں میں بے چینی کا رنگ گہرا ہوتا جا رہا تھا کچھ دیر تک وہ چھت کو گھورتے رہے اور پھر ایک آہ بھر کر بولے۔

شاہد علی سب سے مہلک نشہ طاقت اور دولت کا ہوتا ہے جو غرور کرتا ہے وہ ایک نسبتاً کم پائیدار چیز کی جانب راغب ہے وقت بہت کاری

چیز ہے وقت ایک طوفان ہے جس کی لپیٹ میں آنے سے کوئی نہیں بچتا انسان اور جانوروں میں یہی فرق ہے کہ انسان سوچنے کی سمجھنے کی قوت رکھتا ہے اور جانور اس سے محروم ہے لیکن اگر انسان ہی فہم و ادراک کا دامن چھوڑ دیں تو پھر وہ جانوروں سے زیادہ بدترین ہو جاتے ہیں انسان کو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے شاہد علی۔

قناعت میں راحت ہے جو دولت میں نہیں۔

میاں صاحب آج خلاف معمول کچھ عجیب و غریب باتیں کر رہے تھے فلسفہ زندگی پر وہ بڑی دیر تک یوں ہی نہ جانے کیا کیا کہتے رہے پھر یونہی میری آنکھوں سے آنکھیں چار کر کے بولے۔

کیا تم روحوں کو قبضے میں کرنے کا عمل سیکھنے کے لئے بہت زیادہ بے چین ہو۔؟

جی۔ جی ہاں میں میاں صاحب کے اس اچانک سوال پر قدرے بو

کھلا گیا۔

مگر شاہد میاں یہ ایک صبر آزما عمل ہے میاں صاحب کا لہجہ دوبارہ نرم پڑ گیا کچھ سوچ کر بولے میں خود بھی چاہتا ہوں میرے بچے کو جو کچھ میرے پاس ہے وہ تمہیں بخش دوں میری تمنا ہے کہ میرے بعد تم ضرورت مندوں کی خدمت کرو لیکن۔

لیکن کیا میاں صاحب میں نے میاں صاحب کو خاموش ہوتا دیکھ کر تیزی سے سوال کیا۔

کچھ نہیں میرے بیٹے کچھ نہیں......انسان کی ہر تمنا اگر پوری ہو جائے تو پھر زندگی میں تغیرات نام کی کوئی چیز باقی نہ رہے حالات کے دھارے کا رخ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں موڑ سکتا۔

آپ زیادہ دیر گفتگو نہ کریں میاں صاحب آپ کو سکون اور آرام کی ضرورت ہے میں نے رواداری کا اظہار کیا تو میاں صاحب کی بے

چینی اور بڑھ گئی کچھ دیر تک مجھے سپاٹ نظروں سے تکتے رہے پھر ایک سرد آہ بھر کر بولے۔

شاہد علی اب میرا حال کچھ ٹھیک نہیں کب مجھے یہاں سے جانا پڑے سب کچھ جو کچھ بھی میرے پاس ہے وہ تمہارا ہے لیکن میری خواہش تھی کہ تم روحوں کو طلب کرنے کی خواہش دل سے نکال دو۔

میاں صاحب میں دھڑکتے دل سے بولا کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔

اعتماد! میاں صاحب نے مضطرب ہو کر کہا خدا نہ کرے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچے۔

میاں صاحب زیادہ بات کرنے کی وجہ سے ہانپنے لگے تھے کچھ دیر وہ خاموش رہے ان کی آنکھوں میں گہرے غور و فکر کے تاثرات جھلک رہے تھے نہ جانے وہ کن خیالوں میں کھوئے ہوئے تھے پھر مجھے

مخاطب کر کے کہا۔
شاہد علی میری زندگی کا سفر اب اختتام کو پہنچنے والا ہے مجھے خوشی ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے مجھے بندوں کی خدمت کے قابل سمجھا لیکن اب یہ
سعادت مجھ سے بہت جلد چھن جائے گی۔
خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے میں جلدی سے بولا آپ کا دم لوگوں
کے لئے باعث رحمت ہے۔
ظاہر داری کی باتیں مت کرو شاہد علی۔ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے
میاں صاحب بولے پھر مجھے بازو تھام کر اٹھالیا اور اپنے قریب پلنگ
پر بٹھاتے ہوئے کہا شاہد علی آج کی رات تمہارے لئے بھاری ہے
آج رات سے تمہیں آیت کریمہ کا ختم پڑھنا ہے اس کے ساتھ میں
تمہیں ایک وظیفہ بتاؤں گا جس کو تمیں راتوں میں پچاس ہزار بار
پڑھنے کے بعد تمہاری زبان میں ایسی تاثیر پیدا ہو جائے گی کہ تم جس

روح کو چاہو گے بلا لو گے اور وہ روح تمہارا حکم ماننے کے لئے پابند ہو گی اتنا ضرور یاد رکھنا مجھے یقین ہے تم انہیں جائز حکم دو گے۔

آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا میاں صاحب میں نے اس وقت بڑی عقیدت سے کہا۔

اگر تم نے آیت کریم کا ختم اور وظیفے کا وردان راتوں میں مکمل کر لیا تو پھر تم بہت کچھ حاصل کر لو گے اب جا کر وضو کرو اور پھر نماز شروع کر دو ہر روز فجر کی نماز سے پہلے تمہیں اپنا وظیفہ ختم کرنا ہے۔

کیا میں یہ سب کچھ کر لوں گا میاں صاحب میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

خدا پر بھروسا رکھو شاہد علی۔ وہ جسے نواز دے اور جسے چاہے اپنی دی ہوئی نعمتوں کو چھین کر ذلیل و خوار کر دے۔

میں نے میاں صاحب کی ہدایت پر اٹھ کر جلدی سے وضو کیا میاں

صاحب کی طلبی پر ابوالحسن آ گئے میاں صاحب نے انہیں اشارہ کیا اور وہ مجھے پہاڑی کے ایک سنسان گوشے کی طرف لے گئے میں نے اضطراب کے عالم میں اپنا وظیفہ شروع کر دیا مجھے فجر سے پہلے تمام عمل ختم کرنا تھا اور یہ وقت اتنے بڑے وظیفے کے لئے بہت کم تھا بہر حال میں نے خدا کا نام لیا اور ساری فکریں ذہن سے نکال کر اپنے وظیفے میں ڈوب گیا شروع شروع میں مجھے شدید تکان اور اکتاہٹ ہوئی میرے اعصاب تکرر ورد سے جواب دینے لگے کئی بار میری زبان میں لکنت پیدا ہوئی اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے منہ کو سی دیا ہو مگر رات گئے میں نے خود پر قابو پا لیا میرے دل و دماغ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہونے لگی ایک مست کر دینے والا نشہ پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا میری زبان از خود مشینی انداز میں وظیفے کا ورد کرنے لگی مجھ پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی میں مراقبے میں تھا کہ فجر کی اذان پر

مجھے ہوش آیا رات کیسے گزری اسکا مجھے احساس ہی نہیں ہو سکا۔

میں نے پہلی رات کامیابی سے مکمل کرلی پھر کئی راتیں اور گزر گئیں یہاں تک کہ اٹھارہ راتیں گزر گئیں اٹھارویں دن اکبر میرے پاس آیا اس کی بہن کی شادی تھی اس نے مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہا اور میں نے میاں صاحب پر بات ٹال دی اکبر سیدھا میاں صاحب کے پاس گیا اور ان سے اجازت مانگی کہ وہ مجھے اپنی بہن کی شادی میں دو ایک دن کے لئے پہاڑی سے لے جانا چاہتا ہے میاں صاحب نے انکار کر دیا اور اکبر سے کہا شاہد میاں بارہ روز بعد تمہارے ساتھ چند گھنٹوں کے لئے جا سکتے ہیں تم اپنی بہن کی شادی ملتوی کر دو۔

ظاہر ہے کہ میاں صاحب کا ارشاد حکم کا درجہ رکھتا تھا اکبر کی بہن کی شادی میری وجہ سے ملتوی ہو گئی میں یہاں سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا مگر یہ اکبر کا معاملہ تھا میاں صاحب نے خود اس کی اجازت دے دی

تھی۔

بقیہ بارہ راتوں میں میں ابوالحسن کی رہنمائی میں اپنا وظیفہ مکمل کرتا رہا تا وقت تک وہ رات آ گئی جب مجھے یہ کام ختم کرنا تھا اس رات مجھ پر اضطراب کی کیفیت طاری تھی میں جلد سے جلد اس جگہ پر پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں میں اپنا وظیفہ پڑھ رہا تھا آج رات میں وہ وظیفہ مکمل کرنے والا تھا جس سے خلا میں بھٹکتی ہوئی روحیں میرے اشارے پر میرے قریب آ جائیں اپنے اس عمل کی کامیابی کا جب مجھے خیال آیا تو سب سے پہلے میرے ذہن میں نہ جانے کیوں وہ دوشیزہ آئی جسے میاں صاحب عموماً طلب کرتے تھے اور جو دنیا کی حسین ترین منتخب دوشیزاؤں میں سے یقیناً ایک ہوگی میں نے اس کا خیال آنے اور اپنے نفس کی اس شرارت پر خود کو بہت سرزنش کی میں نے اپنے گالوں پر دو تین طمانچے مارے اور یہ سوچا کہ میں یہ وظیفہ نامکمل چھوڑ دوں کہیں

ایسا نہ ہو کہ میں اس غیر معمولی قوت وصلاحیت کا متحمل نہ ہو پاؤں۔
مگر ابوالحسن مجھے لینے آ گئے اور میں ان کے پیچھے کسی ارادے کے بغیر چل پڑا میں نے حسب معمول اپنا وظیفہ پورے استغراق اور توجہ سے مکمل کیا فجر کی نماز پر ابوالحسن مجھے خوشی خوشی میاں صاحب کے پاس لے گئے جنہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگے۔
خدا تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے شاہد علی تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

میاں صاحب کا اشارہ پا کر میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے پھر دعا ختم کرنے کے بعد میں اٹھا اور میاں صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر بیٹھ گیا اندرونی طور پر مجھے اپنے اندر ایک نئی اور پراسرار قوت جنم لیتی محسوس ہو رہی تھی۔
شاہد علی اب تمہارا مستقبل خود تمہارے ہاتھ میں ہے تم چاہو تو اسے

سنوار لو چاہے برباد کر لو۔ میاں صاحب نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا میری ایک نصیحت یاد رکھنا بیٹے! کسی چیز پر غرور نہ کرنا کبھی بھی نہیں تم میرا اعتماد ہو، اسے ٹھیس نہ پہنچانا نفس پر غالب ہی رہنا نفس دھوکا ہے خدا تمہارے ساتھ رہے۔

میاں صاحب۔ میں نے میاں صاحب کے خاموش ہونے پر آہستہ سے پوچھا میں آپ کے طفیل جو کچھ حاصل کیا اس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا مگر ایک بات مجھے اور بتا دیجئے۔

پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔

اس روز رات کو آپ کہاں چلے گئے تھے۔

قبل از وقت سب کچھ جان لینے کی کوشش مت کرو۔

شاہد علی وقت سب کچھ تمہیں بتا دے گا میاں صاحب نے یہ جملہ بڑی بے چینی سے ادا کیا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولے خدا کی یہی مرضی تھی کہ

میں تم کو وہ سب کچھ دے دوں جو اس نے مجھے دیا تھا اب تم جانو اور تمہارا کام

کیا آپ میری خضر منزلت سے منہ پھیر لیں گے میں نے میاں صاحب کے پاؤں دباتے ہوئے کہا۔

یہ بھی تمہاری مرضی پر ہے شاہد علی اگر تم نے کبھی مجھے یاد کیا تو میں تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گا۔

اس کے بعد میاں صاحب مجھے بڑی دیر تک بہت سارے وظیفے بتاتے رہے اور بڑی کار آمد نصیحتیں کرتے رہے میں بڑی سنجیدگی سے بیٹھا ان کی ایک ایک بات کو ذہن نشین کرتا رہا باہر پو پھٹ ہی تھی اور رات کا اندھیرا صبح کے نور کے سامنے سسکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اچانک میاں صاحب نے ساری جان سے کپکپا کر بڑی رقت بھری آواز میں کہا۔

ابھی نہیں مجھے شام تک کی مہلت اور درکار ہے۔

میں سمجھا نہیں میاں صاحب۔ میں نے میاں صاحب کا منہ حیرت سے تکتے ہوئے کہا ان کے جملے کا مطلب میری سمجھ سے بالاتر تھا۔

وقت بہت کم ہے شاہد علی۔ میری باتیں غور سے سنتے رہو۔

میاں صاحب نے ایک بار پھر مجھے نصیحتیں شروع کر دیں اور لوگوں کے دکھ درد اور پریشانیاں دور کرنے کے لئے قرآنی وظائف بتاتے رہے گفتگو کرتے وقت ان پر اچانک، کپکپاہٹ طاری ہو جاتی لیکن پھر دوبارہ گفتگو شروع کر دیتے میں محسوس کر رہا تھا کہ میاں صاحب کی نقاہت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن چہرے پر اس وقت بے تحاشا نور برس رہا تھا سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی عادت کے مطابق اس وقت بھی تسبیح کے دانوں پر تیز تیز گردش کر رہی تھی وقت بڑی تیزی سے گزر رہا تھا میاں صاحب بلا تکان مجھ سے

باتیں کیئے جا رہے تھے اور زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کر رہے تھے جب باہر ان کے عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو میاں صاحب نے کہا۔

شاہد علی مجھے سہارا دے کر باہر لے چلو آج میں خود چل کر اپنے عقیدت مندوں کے سامنے جانا چاہتا ہوں۔

میاں صاحب کی حالت اس قابل نہ تھی کہ وہ ایک قدم بھی چل سکتے میں نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن جب ان کا اصرار زیادہ ہوا تو میں نے انہیں سہارا دے کر کھڑا کیا اور ان کا سارا بوجھ خود پر لے لیا عقیدت مندوں نے میاں صاحب کو حجرے سے باہر آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر ان کے قریب آ گئے میاں صاحب اپنا لرزتا ہاتھ اٹھا کر ان کے سلام کا جواب دیتے رہے پھر مجھ سے مخاطب ہوئے شاہد علی تم اکبر کے پاس جاؤ وہ تمہارا انتظار کر رہا ہو گا اس کی بہن کی

شادی ہے اور میں نے اس سے وعدہ کیا ہے۔
مگر میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر.........میں ابھی اپنا جملہ پورا نہ کر پایا تھا کہ میاں صاحب گرج کر بولے۔
وعدہ کیا ہے جاؤ میں شام تک تمہارا ضرور انتظار کروں گا عصر سے پہلے آ جانا، جاؤ خدا حافظ۔
میں بادل نخواستہ اٹھ کر بوجھل قدموں سے پہاڑی سے نیچے اترنے لگا کوئی سات سال بعد میں شہر کی طرف جا رہا تھا اس بستی کی طرف جہاں انسان رہتے تھے یہ سارا ماحول مجھے اجنبی لگ رہا تھا خود میں بھی پہچانا نہیں جاتا تھا میری داڑھی کے بال بہت بڑھ چکے تھے مگر آبادی کے سارے لوگ مجھے پہچانتے تھے اس لئے کہ انہوں نے مجھے پہاڑی کے اوپر بار ہا میاں صاحب کے ساتھ دیکھا تھا چنانچہ میرے نیچے اترتے ہی بہت سے لوگ میرے قریب آ گئے اور مجھے سواری کی

پیش کش کی میں نے نفی میں سر ہلا دیا مگر ایک پرانے تانگے والے کا
اصرار دیکھ کر مجھے اس کے تانگے میں بیٹھنا ہی پڑا تانگا چلا تو اس کے
پیچھے ایک ہجوم چلا۔
لوگ اشتیاق اور وارفتگی سے میرے تانگے کے پیچھے دوڑ رہے تھے کوئی
میرا ہاتھ چومتا تو کوئی سلام کرتا کوئی اپنے بچے کا سر آگے کر دیتا کہ میں
اس پر ہاتھ پھیروں کوئی میری جوتیوں کو چھونے کی کوشش کرتا تانگے
کی رفتار لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے بہت کم ہو گئی تھی تانگا میری
جانی پہچانی سڑکوں سے گزر رہا تھا اور میں اپنی نظروں سے بدلتے
ہوئے بازار اور مکانات دیکھ رہا تھا بہت کچھ بدل چکا تھا۔
مگر ایک جگہ میری نظر ٹھہر گئی اس عمارت بیرسٹر راشد حسین کی عالی
شان کوٹھی مجھے نظر آئی بیرسٹر راشد حسین کا مکان نظر آتے ہی میں خود پر
قابو نہ رکھ سکا میں نے اشتعال انگیز نظروں سے بالکونی کی طرف

دیکھا جہاں کوئی نوجوان لڑکی میرے تانگے اور اس کے پیچھے دوڑنے والے ہجوم کو دیکھ رہی تھی مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ یہ لڑکی بیرسٹر راشد حسین کی ہے اور اس کا نام ثمینہ ہے وہ اپنی بہن سے بہت مختلف تھی میں نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا تو اس لڑکی سے میری آنکھیں چار ہو گئیں اور وہ خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گئی نہ جانے کیوں میرا جی چاہا کہ میں تانگے سے اتر پڑوں اور اس عمارت کو آگ لگا دوں مگر میں نے جلد ہی ایک عمل پڑھا اور اپنے منتشر ذہن کو کسی نہ کسی طرح مطمئن کر لیا۔

اکبر کی بہن کی شادی میں میری شرکت رسمی سی رہی میں نے میاں صاحب کی ابتر حالت کا تذکرہ کر کے اس سے معذرت چاہ لی اور اس کی بہن کو دعائیں دیتا اور دولہا کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتا ہوا ظہر کے فوراً بعد پہاڑی پر پہنچ گیا۔

میاں صاحب اپنے عقیدت مندوں میں گھرے ہوئے تھے مجھے دیکھتے ہی سب نے میرے لئے راستہ بنایا اور میں تیز قدموں سے میاں صاحب کے پاس پہنچ گیا۔

تم آ گئے شاہد علی ،میاں صاحب نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا میں تمہارا منتظر تھا آؤ میرے قریب بیٹھ جاؤ، تم صحیح وقت پر پہنچ گئے۔

میں معذرت خواہانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہجوم کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

جب مجمع پر گہری خاموشی طاری ہوگئی اور خاصی دیر گزر گئی لوگ میاں صاحب کے ارشادات عالی سننے کے لئے پوری طرح متوجہ ہو گئے تو وہ بدقت تمام یوں مخاطب ہوئے۔

میرے عزیزو! خدا تمہیں اپنی رحمتوں سے نوازے میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں میرا زمانہ ختم ہوا ہر شخص جانے کے لئے آتا ہے سو

میں بھی چلا مجھے اجازت دو اور اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دو۔

میاں صاحب کا جملہ ختم ہوا تو عقیدت مندوں میں کہرام مچ گیا لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے میری حالت بھی غیر ہو گئی میاں صاحب نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر بولے۔

میرے بعد شاہد علی تم لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھیں گے خدا انہیں حق کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آمین، آمین، لوگوں نے میاں صاحب کی تائید کی۔

اس کے بعد میاں صاحب کے جسم پر شدید کپکپی طاری ہو گئی انہوں نے بمشکل تمام لوگوں کو خدا حافظ کہا اور مجھے اشارہ کیا کہ میں انہیں اندر لے جاؤں مگر انہیں وہاں سے اٹھانے والوں میں اکیلا میں ہی نہیں تھا ابوالحسن اور ان کے ساتھیوں کو میں نے دیکھا وہ میاں

صاحب کو اٹھا کر حجرے میں لے آئے اور چارپائی پر پورے احترام کے ساتھ لٹا دیا باہر ایک ماتم بپا تھا عقیدت مندوں کی صفوں میں کہرام مچا ہوا تھا لوگوں نے دہاڑیں مار مار کر رونا اور پچھاڑیں کھانا شروع کر دیں میں میاں صاحب کے جسم پر چادر ڈال کر باہر آ گیا اور روتے روتے لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے صبر کی تلقین کی کچھ لوگوں نے آگے بڑھ کر دیوانوں کی طرح میرے ہاتھوں سے آنکھوں کو رگڑنا شروع کر دیا میرے ہاتھ آنسوؤں میں نہا گئے اور جب میں انہیں حوصلہ رکھنے اور صبر کی تلقین کرنے کے بعد دوبارہ حجرے میں داخل ہوا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی میاں صاحب کی چارپائی خالی پڑی تھی وہاں مکمل خاموشی تھی اور صرف طوطے بین کر رہے تھے۔

ان میں ایک طوطا وہی تھا جس کی آواز انسانوں جیسی تھی اور جسے میاں صاحب برا بھلا کہتے رہتے تھے اس کی حالت عجیب تھی وہ پنجرے

میں بری طرح پھڑ پھڑا رہا تھا میں نے اس کو تسلی دینا چاہی وہ میرے اشارے پر خاموش ہو گیا مگر میں نے اس کی ڈبڈبائی آنکھیں دیکھیں تو مجھے اس پر رحم آ گیا میاں صاحب سب کو اداس کر گئے تھے حجرے کے باہر جو ہجوم تھا اس کی سسکیوں کی آواز مجھے حجرے میں سنائی دے رہی تھی مجھے اس وقت بے حد تنہائی محسوس ہوئی اور میں حجرے کے باہر آ گیا جہاں لوگوں کے اژدھام نے بڑھ کر میرے ہاتھ چومنے شروع کر دیئے اس وقت ایک عجیب احساس سر بلندی وافتخار نے میرے ذہن کو آسودہ کیا۔

میں نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے مضطرب لوگوں کو دیکھا مجھے ان سب میں اپنا قد بلند معلوم ہوا میرا جی چاہا کہ میں اب سب کو اپنی آغوش میں لے لوں میں ان کا سایہ بن جاؤں میں نے اپنے لئے لوگوں کی نگاہوں میں حسرتیں اور عقیدتیں دیکھیں میں بہت دیر تک

خاموش ان کے سامنے کھڑا رہا شام ہونے لگی تھی سو میں نے انہیں
وہاں سے جانے کی تلقین کی۔
تھوڑی دیر میں پہاڑی کا سارا علاقہ انسانوں سے خالی ہو گیا میں دیر
تک انہیں وہاں سے اترتے ہوئے دیکھتا رہا پھر وہ میری نظروں سے
اوجھل ہو گئے اور میں وہاں تنہا رہ گیا میرا ذہن اس وقت بڑا منتشر تھا
یہ تو ایک بہت بڑا کام تھا اتنے بہت سے نا آسودہ لوگوں کو مطمئن کرنا
میاں صاحب جیسے جلیل القدر بزرگ کی جگہ سنبھالنا اور عبادت و
ریاضت میں پورا اترنا میں اپنے عزائم کو پختہ کر رہا تھا تھوڑی دیر پہلے
شہر میں بیرسٹر ارشد حسین کی لڑکی ثمینہ کو دیکھ کر جن احساسات نے مجھے
مشتعل کیا تھا میں ان پر قابو پانا چاہتا تھا میں نے سوچا مجھے ماضی کو بھلا
دینا چاہیے میاں صاحب کی زندگی میرے لئے شمع ہدایت ہے مجھے
ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے ایک پاک باز صاف اور اعلیٰ و ارفع

زندگی میری منتظر ہے مجھے آخرت میں اپنے لئے ایک پر سکون جگہ بنانی ہے تو اس دنیا میں نفس کو آلائشوں سے پاک رکھنا ہوگا میں ایک عزم لئے کراتھا نیکیوں اور صداقتوں کا عزم اور میں نے دیکھا جنون کا ایک پورا پرا موجود ہے ابوالحسن ان سب میں آگے ہیں میں نے ان کی نگاہوں میں بھی اپنے لئے وارفتگی اور عقیدت دیکھی ابوالحسن نے میرے قریب آ کر میرے کاندھے پہ ہاتھ رکھا اور گلوگیر آواز میں کہنے لگا خدا آپ کو میاں صاحب جیسی بزرگیاں عطا کرے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں میاں صاحب نے ہمیں یہی حکم دیا تھا۔

مغرب کی نماز ہم سب نے ساتھ پڑھی شام کو ابوالحسن مجھے اپنے گھر کی طرف لے گئے جہاں ان کی نوجوان لڑکی درشہوار نے بڑھ کر میری پذیرائی کی درشہوار کے حسن و جمال کے بارے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں مجھے اس دوشیزہ سے ایک خاص اُنس تھا اور وہ بھی میرا بے حد

خیال رکھتی تھی اس شام درشہوار نے میری خاطر مدارت میں زیادہ سرگرمی دکھائی ابوالحسن کا لہجہ بھی بدل چکا تھا میں نے اس تندہی و مستعدی کو میاں صاحب کے عہدہ جلیلہ پر خود کو متمکن ہونے کا سبب سمجھا ابوالحسن کا گھر میرے لئے ایک ایسا گھر تھا جہاں مجھے کوئی اجنبیت محسوس نہ ہوتی تھی یہاں آ کر اور درشہوار کی توجہ پا کر میاں صاحب کی عدم موجودگی کا غم مجھے کچھ کم ہوتا نظر آتا۔

میاں صاحب کے وصال کے بعد میں نے ان کی جگہ سنبھال لی اور پوری توجہ اور انہماک سے میاں صاحب کے اس مشن کو جاری رکھا جو انہوں نے مجھے سونپا تھا میرے شب و روز عبادت و ریاضت میں گزرنے لگے اب عبادت میں مجھے لطف آنے لگا تھا کوئی تمام دلجمعی اور استغراق کامل سے عبادت کرے تو اسے اپنا جسم اور اس کی گرانی محسوس نہیں ہوتی جسم بے وزن ہو جاتا ہے اور لطافتیں فرد کا احاطہ کر

لیتی ہیں میں نے عبادت کے نئے نئے تجربے کیئے میں نے اپنے نفس
کو مارنے کے لئے غذا کی مقدار کم سے کم کردی اور روزے رکھنے لگا
صبح سے شام تک میرے حجرے کے سامنے عقیدت مندوں کا ایک
ہجوم جمع رہتا میں ہر شخص کی بات توجہ سے سنتا اور اس کے دکھ درد کو دور
کرنے کے لئے دعا کرتا شام ہوتے ہی میں ابوالحسن کی طرف چلا
جاتا جہاں درشہوار میرے سامنے ہلکی غذا رکھ دیتی عشاء کے وقت میں
حجرے میں آجاتا اور عبادت میں مصروف ہو جاتا میں بعض اوقات
رات رات بھر عبادت کرتا رہتا اگر سوجاتا تو طوطے علی الصبح مجھے
بیدار کر دیتے اپنی اس عبادت سے مجھ پر عرفان وادارک کے
دروازے وا ہوئے میری بصارت اور وسیع ہو گئی اور میرا ذہن غیر
معمولی باتوں کا ادراک کرنے لگا میں لمحوں میں فرد کے باطن میں پہنچ
سکتا تھا بشرطیکہ میں ایسا چاہوں جیسے جیسے مجھے روحانی طاقتیں اور

بصیرتیں ملتی گئیں میرے اندر انہیں اور حاصل کرنے کی خودغرضی بھی بڑھتی گئی میں نے عبادت میں خودکو اور وقف کیا اور روحانی علوم کا مطالعہ شروع کر دیا وظائف اور بطور خاص اسم اعظم میں خودکو بہت مصروف کیا لیکن میں نے اب تک روحوں کو طلب نہیں کیا تھا میاں صاحب نے مجھے ہدایت کی تھی کہ بلا ضرورت روحوں کو زحمت دینا مناسب نہیں عجیب بات تھی کہ مجھے میاں صاحب سے سب سے زیادہ روحوں کو طلب اور انہیں قبضے میں کرنے کا عمل سیکھنے کا اشتیاق تھا جب میں نے اسے سیکھ لیا تو کبھی اس بات کی کوشش نہیں کی کہ میں بھی روحوں کا اجلاس طلب کروں مجھے معلوم تھا کہ ایک نووارد کو روحوں کی طلبی میں بڑی دقت پیش آتی ہے میں اس وقت سے بھی گزر سکتا تھا مگر مجھے روحوں کی طلبی کی ضرورت ہی نہیں پڑی میں تو خود سے بے نیاز ہو گیا تھا میں اب ایک ایسا فرد تھا جس کا اس دنیا سے اتنا تعلق ہو کہ وہ

میں بتاتا رہتا وہ جب بھی آتا میں اس سے بے تکلفی کے ساتھ پیش آتا ہم گھنٹوں بیٹھے ایک دوسرے سے مذاکرہ ومباحثہ کرتے رہتے۔

ایک دن اکبر بہت اداس ودل گیر میرے پاس آیا میں نے اس سے اداسی کا سبب پوچھا تو وہ ٹالنے لگا میں جان گیا کہ اس کے ساتھ کاروبار میں کسی نے دھوکا کیا ہے اور اکبر کو غیر معمولی خسارہ اٹھانا پڑا ہے میں نے اس سے کہا۔

تم اتنی چھوٹی سی بات سے اداس ہو جس نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا ہے اسے درگزر کرو اسی میں تمہاری عظمت ہے اور جاؤ جا کر نئے سرے سے نئی امنگ سے کام کرو۔

اکبر میری باتیں سن کر بہت حیران ہوا اور اس نے کہا ہاں شاہد ایک شخص نے میرے ساتھ بڑا دھوکا کیا ہے تم کہتے ہو تو میں بھول جاتا ہوں لیکن میں ان دنوں بہت نقصان میں آ گیا ہوں تم میرے لئے

دعا کرو۔

ہاں ہاں تم جاؤ۔ میں نے مسکرا کر کہا اور محنت سے کام کرو مجھے یقین ہے کہ تم بہت سرخرو ہو گئے۔

اکبر چلا گیا تو مجھے خیال آیا کہ میں نے اپنے اس عزیز دوست اور محسن کے لئے کچھ کیا ہی نہیں جب کہ میں بہت کچھ کر سکتا تھا میں نے اسی وقت ابوالحسن کو طلب کیا اور انہیں اکبر کے بارے میں بتایا۔

ابوالحسن نے کہا میں اکبر کو جانتا ہوں آپ بے فکر رہیں میں اس کے لئے کوئی انتظام کئے دیتا ہوں۔

مجھے اکبر کے معاملے سے خاصی دلچسپی ہے میرا خیال ہے کہ میں نے حق دوستی ادا نہیں کیا میں خود کو شرمسار محسوس کرتا ہوں میں نے کہا۔

نہیں نہیں، آپ کو فرصت بھی کہاں ملی اکبر میاں کے متعلق سوچنے کی بہر حال میں ابھی اس کی تلافی کئے دیتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ اکبر

میاں دیانتدار اور شریف آدمی ہیں ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے ابو الحسن نے نیاز مندی سے کہا۔

مجھے نہیں معلوم کہ ابوالحسن نے اکبر کے سلسلے میں کیا کیا مجھے اس امر کے جاننے کی ضرورت بھی نہیں تھی ایک ہفتے بعد اکبر آیا تو وہ بے حد مسرور تھا اس کا روپیہ اسے حیرت انگیز طور پر واپس مل گیا اور ایک سودے میں اسے مزید آمدنی ہوگئی تھی اکبر مجھ سے یہ کہہ رہا تھا یقیناً یہ تمہاری کرامت ہے ورنہ ناممکن تھا کہ میرا روپیہ واپس مل جاتا۔

میں نے اسے کچھ نہیں کہا بس محنت اور دیانتداری سے کام کرنے کی تلقین کی ابوالحسن کی توجہ سے اکبر دو تین ماہ میں خاصا مالدار بن گیا وہ بار بار میرے پاس آتا اور اپنی خوشحالی کے واقعات سناتا اور میں سنتا اور مسکراتا رہتا اور وہ بچوں کی طرح مجھے دیکھتا رہتا جب میں لوگوں سے ان کے دکھ درد پوچھتا اور وہ میری درازی عمر کی دعائیں کرتے تو

اکبر کی آنکھوں میں آنسو آجاتے وہ گھنٹوں میرے پہلو میں بیٹھا خاموش مجھے لوگوں سے ہمکلام ہوتے دیکھتا رہتا شام ہوتے ہی وہ چلا جاتا اس نے بارہا اصرار کیا کہ وہ رات کو یہاں ٹھہر جائے مگر میں نے اسے اس کی اجازت نہیں دی اس نے ایک دو بار درشہوار کو دیکھنے کی تمنا کا اظہار کیا اور میں نے اسے ٹال دیا میرا خیال تھا کہ درشہوار کو دیکھنے کی تاب اس میں نہ تھی کیونکہ وہ باہر کی دنیا کا آدمی تھا وہ اپنے نفس کو اپنے ساتھ لئے آتا تھا اور میں اپنے اس بے قابو گھوڑے کی لگامیں تھامنے پر قادر تھا۔

میاں صاحب کی طرح میں بھی ہر ماہ کے آخری بدھ کو نشست جمایا کرتا تھا جس میں علم کے جویا مختلف مذاہب اور فرقوں کے لوگ شریک ہوتے نوجوان سلیم جو مجھے اپنی بے لاگ گفتگو کی وجہ سے زیادہ پسند تھا اب بھی الحاد کی طرف مائل تھا ایک طرف کونے میں بیٹھے ابو

الحسن ایک بزرگ کی شکل میں نشست میں حصہ لیتے تھے اونکار ناتھ بھی آتا تھا وہی اس کی گستاخی کا انداز وہی اس کا طنز آمیز گفتگو تھی وہی اس کے لہجے کی ناشائستگی تھی اور وہی اس کے غضبناک تیور تھے وہ مجھے پہلے ہی سے ناپسند تھا اور میاں صاحب کے وصال کے بعد میں نے اسے ان نشستوں میں آنے کی اجازت صرف اس وجہ سے دی تھی کہ میاں صاحب کی منشا یہی تھی ورنہ اس پنڈت کی زبان درازی اور اشتعال انگیز گفتگو اب کچھ زیادہ ہی ہوگئی تھی میں ایک بات خاص طور سے محسوس کر رہا تھا کہ پنڈت اونکار ناتھ اب کچھ اور ہی طرح بڑھ چڑھ کر گفتگو کرتا تھا علمی مباحث میں اس کا انداز بعض اوقات ایسا جارحانہ ہو جاتا کہ دوسرے حاضرین بھی محسوس کرتے سلیم سے اس کی نوک جھوک خاصی رہتی نشست کے دوسرے شرکا کے خیال میں اونکار ناتھ متعصب قسم کا پنڈت تھا جو میاں صاحب کو زیر کرنے کی ہر ممکن

کوشش کر چکا تھا لیکن میاں صاحب مسکرا کر اس کی ہر گستاخی کو ٹال جاتے تھے میں نے بھی یہی وتیرہ اختیار کیا میں اونکار ناتھ کی زہریلی باتوں کو سنتا اور مسکراتا رہتا مجھے معلوم تھا کہ یہ بات اسے اور مشتعل کر دیتی تھی وہ کچھ بدحواس سا ہو جاتا مگر وہ اتنا بے ادب اور بے قابو نہیں تھا کہ زبان اور لہجے کے زہر کے سوا اپنے کسی اور شدید تاثر کا بھی اظہار کر دیتا وہ اپنی تمام بدحواسیوں کے باوجود خود کو قابو میں رکھنا جانتا تھا اور اپنی گزشتہ بدکلامیوں پر معذرت خواہ بھی ہو جاتا تھا غالباً یہی وجہ تھی کہ ہم سب نشست میں اس کی گستاخیوں کو برداشت کر لیتے تھے مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ جلد ہی اونکار ناتھ سے کوئی بڑی تلخی ہونے والی ہے میں اس سے بچنا چاہتا تھا برداشت میں عظمت ہے مجھے یہ قول یاد تھا کہ جس نے غصے کو روکا قیامت میں خدا اس کے عذاب کے روکے گا اور میں نے یہ بھی سنا تھا کہ پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو

میں رکھے اور مجھے یہ تربیت دی گئی تھی کہ سب سے بڑا گھونٹ جو مسلمان پیتا ہے وہ غصے کا گھونٹ ہے چنانچہ میں اونکار ناتھ کو معاف کر دیتا تھا۔

لیکن ایک دن حد ہو گئی گزشتہ نشست کے کوئی پانچ روز بعد پنڈت اونکار ناتھ نے میرے علم و فضل اور روحانی طاقت کی آزمائش کے لئے ایک آدمی بھیجا وہ شخص شکل و صورت سے بے حد پریشان نظر آ رہا تھا وہ تیزی سے حجرے میں داخل ہوا اور میرے قریب آ کر میرے پیر پکڑ لیئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا میں کسی اور الجھن میں مبتلا تھا در شہوار نے مجھے آ کر بتایا تھا کہ اس کے باپ ابوالحسن کی طبیعت ناساز ہے بہر حال میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا روتے کیوں ہو بھائی مایوسی کفر ہے مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا مصیبت پڑی ہے۔

میاں صاحب میں لٹ گیا ہوں برباد ہو گیا ہوں، نو وارد نے رقت انگیز آواز میں کہا اگر آپ نے میری مدد نہ کی تو میں برباد ہو جاؤں گا۔
اللہ پر بھروسا رکھو۔ میں نے اسے تسلی دی مجھے بتاؤ کہ ماجرا کیا ہے۔
میاں صاحب میرے پڑوس میں ایک سنگدل اور جابر آدمی رہتا ہے اس نے مجھے ہمیشہ ستایا ہے اور کل رات تو اس نے میری عزت اور آبرو پر ڈاکا ڈال دیا اس نے میری جوان بیوی اور بچے کو اغوا کر لیا ہے میں ساری رات انہیں ڈھونڈ تا رہا ہوں اور اب مایوس ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں میری مدد کیجئے میاں صاحب میرے بیوی بچوں کو واپس دلا دیجئے، نہ جانے وہ ظالم شخص ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے۔
مجھے اس مظلوم شخص کی کہانی سن کر اس پر بڑا ترس آیا میں نے پہلے اسے تسلی دی اور پھر اصل صورت حال جاننے کے لئے گردن جھکا کر مراقبے میں چلا گیا اور پلک جھپکتے میں اصل بات سے آگاہ ہو گیا جب

میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں اور سر اٹھا کر دیکھا تو نو وارد شخص کی آنکھوں میں آنسو تھے اور بہت خوف زدہ نظر آرہا تھا مجھے۔ بہت دنوں بعد شدید غصہ آیا تھا میں نے خود کو قابو میں رکھنا چاہا ابوالحسن موجود نہیں تھے نہیں تو وہ مجھے قابو میں کر لیتے درشہوار نے میری جو یہ حالت دیکھی تو اچانک میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا پہلی بار مجھے درشہوار کی یہ بات اچھی نہ لگی مگر میں نے خود کو کسی قدر سرد محسوس کیا اور میں نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے اس شخص سے کہا۔

مردود اونکارناتھ سے کہنا بزرگوں سے مذاق کرنا اور انہیں چھیڑنا اچھا نہیں ہوتا۔

نو وارد حیرت سے میرا منہ تکنے لگا رحم میاں صاحب وہ گڑگڑانے لگا میں بے قصور ہوں اونکارناتھ جی نے زبردستی مجھے اس کام کے لئے اکسایا تھا انہوں نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں ان کی ہدایت پر عمل

نہ کیا تو وہ مجھے تباہ کر دیں گے میں مجبور تھا میاں صاحب خدا کے لئے
مجھے معاف کر دیجئے۔
تو جھوٹ بکتا ہے نابکار کیا تو نے پنڈت سے یہاں آنے کا معاوضہ
وصول نہیں کیا بد بخت جا اور اب اپنے ان مفلوج پیروں سے لڑھکتا
ہوا جا اور کہنا او نکار ناتھ سے کہ وہ تجھے اچھا کر دے۔
میں نے بہت چاہا کہ صبر وتحمل سے کام لوں اور ضبط کے دامن کو ہاتھ
سے نہ جانے دوں لیکن اس وقت میری کیفیت میں بڑا غضب تھا
درشہوار بھی کھڑی کانپ رہی تھی اس کی نگاہوں میں التجا تھی کہ میں
صبر وتحمل سے کام لوں مگر میں نے ایک جلالی وظیفہ پڑھا میرے
پھونک مارتے ہی نووارد فرش پر لوٹنے لگا اس کے دونوں پاؤں اکڑ
گئے پھر میں نے نوجوان فرقان جن کو حکم دیا کہ وہ اسے پہاڑی سے
نیچے پھینک آئے۔

رات کو میں درشہوار کے ہاں ابوالحسن کو دیکھنے اور حسب معمول کھانا کھانے گیا تو میں نے اس واقعے کا تذکرہ ان سے کیا انہوں نے ایک بار پھر مجھے یہی مشورہ دیا کہ میں پنڈت اونکار ناتھ سے محتاط رہوں دبی زبان میں ابوالحسن نے مجھے یہ باور کرانے کی بھی کوشش کی کہ میں نے پنڈت کے کارندے کو سزا دے کر برا کیا اس لئے کہ میاں صاحب کی رفاقت نے مجھے جو کچھ بخشا تھا وہ لوگوں کی تکلیفیں دور کرنے کے لئے تھا نہ کہ انہیں تکلیفیں پہنچانے کے لئے ابوالحسن کے کہنے پر مجھے خود بھی غلطی کا احساس ہوا اور میں نے آئندہ کسی ایسے مرحلے پر خود کو متحمل اور مضبوط رکھنے کا عزم کر لیا اونکار ناتھ کے کارندے کا واقعہ شہر بھر میں مشہور ہو گیا کہ میاں صاحب کی بددعا کے سبب ایک شخص مفلوج ہو گیا وہ رو رو کر ہر شخص سے یہی کہتا پھرتا تھا جاؤ میاں صاحب سے میری غلطی معاف کرا دو اس واقعے کا کچھ ایسا زور

بندھا کہ دور دور سے لوگ پہاڑی پر جمع ہونے لگے اور میرے لئے انہیں وقت دینا مشکل ہو گیا خدا نے میری زبان میں ایسی تاثیر دی تھی کہ میں جس کے لئے جو دعا مانگتا وہ پوری ہو جاتی۔

مہینے کے آخری بدھ کو حسب معمول اپھر نشست جمی میرا خیال تھا کہ اونکار ناتھ اب اس نشست میں شریک نہ ہوگا مگر وہ اتنا غیرت مند نہیں تھا بڑی ڈھٹائی سے آ کر بیٹھ گیا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور ہم لوگ رسمی تمہید کے بعد مباحثے میں مصروف ہو گئے اس دن بحث کا محور کچھ یوں تھا علم کے ذریعے فضائے بسیط کی مخفی قوتوں کا عرفان کہاں تک ممکن ہے پنڈت اونکار ناتھ نے اپنے مذہب کی رو سے ایک موثر تقریر کی اس نے کہا ہمارے پاس سب کچھ آ سکتا ہے بشرطیکہ ہم اپنے اعصاب کو ان قوتوں کے جاننے کے سخت مرحلوں کا متحمل بنالیں کائنات کی بے شمار انوکھی چیزیں ہمارے قبضہ وقدرت

میں آسکتی ہیں اس کے لئے ارادے کی پختگی اور صحیح علم کے حصول کی شدت اور ذہن کی یکسوئی شرط ہے۔

نوجوان سلیم جو عموماً اونکار ناتھ پر جملے پھینکنے کا عادی تھا کہنے لگا پنڈت جی آپ نے مختلف مباحث میں علوم روحانی کے متعلق بڑے دعوے کئے ہیں لیکن ابھی تک آپ نے ان کا کوئی عملی مظاہرہ پیش نہیں کیا۔

پنڈت نے برا منہ بنا کر کہا اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی میں نے اپنی ریاضت کے سبب بہت کچھ حاصل کیا ہے میرا خیال ہے کہ اگر میں تمہارے سامنے اس کا مظاہرہ کروں تو تم یہاں بیٹھ نہ سکو گے اور تم کیا میں یہی بات یہاں پر موجود ہر شخص کے لئے کہہ سکتا ہوں۔

سارے حاضرین نے اونکار ناتھ کی اس بات پر میری طرف دیکھا اس دن ابوالحسن کی آنکھوں میں بھی سرخی آگئی تھی میں نے ضبط کا رویہ اختیار کیا اور مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس سے پہلے پنڈت

جی اس پہاڑی پر ہونے والے غیر معمولی مظاہرے سے خود بھی خاصے لطف اندوز ہو چکے ہیں کیا انہیں واقعات یاد دلانا ضروری ہیں؟

نہیں نہیں۔ پنڈت نے سنبھل کر کہا انہیں یاد دلانے کی ضرورت نہیں میاں صاحب کے پاس میں اس لئے آتا تھا کہ جو کچھ میرے پاس نہیں ہے ان سے سیکھوں مجھے شبہ تھا کہ میاں صاحب کے پاس کچھ بھی نہیں ہے وہ محض شعبدہ باز ہیں مگر وہ ایک بڑے بزرگ تھے انہیں میں نے کئی بار پرکھا اور ہر بار وہ میری آزمائش میں پورے اترے مگر میں ان سے کچھ نہ سیکھ سکا اس لئے کہ میرے اور ان کے طریقہ کار میں بڑا تضاد ہے مگر میاں صاحب کے جانے کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ علوم روحانی میں کم از کم اس علاقے کے اندر کوئی شخص اتنی مستند باتیں کر سکے جتنی میں سلیم میاں! اس نے سلیم کو مخاطب

کرتے ہوئے کہا میاں صاحب کی بات اور تھی ان میں بڑی برداشت تھی انہوں نے ایک عمر کے بعد کچھ حاصل کیا تھا میں تمہیں کل اپنی جگہ سونپ دوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم نے واقعی میری جگہ سنبھال لی۔

مجھے معلوم تھا کہ وہ یہ طنزیہ گفتگو سلیم کو ڈھال بنا کر کس کے لئے کر رہا ہے بہت دیر تک وہ بولتا رہا اور سلیم اسے چھیڑتا رہا ابوالحسن مجھے آنکھوں آنکھوں میں صبر وضبط کی تلقین کرتے رہے مگر تلخی بڑھتی گئی پنڈت اونکار ناتھ میری مستقل مسکراہٹ اور خاموش رویے سے غالباً یہ سمجھا کہ میرے دفاع میں یہی رویہ میرے لئے مناسب ہے چنانچہ وہ اور تیز ہو گیا اور اس نے میری ذات پر براہ راست حملے شروع کر دیئے یہاں تک کہ ابوالحسن میں تاب ضبط نہ رہی اور انہوں نے اونکار ناتھ کو مخاطب کر کے کہا۔

پنڈت جی بہت ہو چکا۔ آپ کو مہذب لوگوں میں بیٹھنا نہیں آتا آپ ہمارے میاں صاحب کو مستقل ہدف بنا رہے ہیں یہ بات ہم سب لوگوں کے لئے نا قابل برداشت ہے ہم یہاں اس لئے جمع نہیں ہوتے کہ ایک دوسرے پر ذاتی نوعیت کے حملے کریں میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اپنے رویے پر نظر ثانی کریں بصورت دیگر میاں صاحب کے عتاب سے آپ بچ سکیں گے اور نہ ہم آپ کو بچا سکیں گے۔

پنڈت اونکار ناتھ کا اس بات پر برافروختہ ہونا لازم تھا۔ اس نے قہر آلود نظروں سے ابوالحسن کو دیکھا اور نہایت اشتعال انگیز لہجے میں کہنے لگا میں کوئی چیلنج نہیں کر رہا میں نے اگر ایسی کوئی بات کی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں تاہم میں میاں صاحب کے عتاب کو بخوشی قبول کروں گا میاں صاحب کا عتاب یقیناً میرے لئے لطف کا باعث

ہو گا۔

مگر میں میاں صاحب کے کسی عتاب کے عمل سے پہلے آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ آپ روحانی طور پر پہلے سے اپنا دفاع کر لیں سلیم نے پنڈت سے نوکیلے انداز میں کہا۔

میں اپنا دفاع کرنا جانتا ہوں سلیم میاں میں یہاں کبھی تنہا نہیں آیا میرے ساتھ میرا علم میری ریاضت آتی ہے میرے ساتھ ماورائی طاقتیں آتی ہیں میں ہمیشہ مسلح رہتا ہوں اور میں اس بات کا منتظر ہوں کہ میاں صاحب مجھے اپنے عتاب سے نوازیں پنڈت نے دلیری سے جواب دیا۔

خوب۔ سلیم نے کہا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اپنی ماورائی طاقتوں کا کوئی جلوہ ہمیں بھی دکھائیں ہم نے آج تک بخشیں سنی ہیں روحانی قوتوں کا عملی مظاہرہ نہیں دیکھا۔

میں اس دوران خاموش رہا ابوالحسن اور سلیم بولتے رہے ان کی گفتگو سے پنڈت اونکارناتھ کا اشتعال کم نہیں ہوا اور بڑھ گیا مجھے معلوم تھا وہ مجھ سے اس قدر ناراض کیوں ہے مجھے یہ بھی علم تھا کہ آج وہ خطرناک ارادوں سے اس پہاڑی پر آیا ہے مگر چونکہ وہ میرے علاقے میں تھا اور میرے مہمان کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے میں نے اس کی باتوں سے حتی الامکان درگزر کیا اور اس سے بڑے سپاٹ لہجے میں کہا

پنڈت جی تلخ ہونے کی ضرورت نہیں آپ آج تو بہت ناراض معلوم ہوتے ہیں چھوڑیئے بھی۔

تلخیاں تو خودبخود پیدا ہوگئی ہیں شاہد میاں۔ ان لوگوں نے مجھے چیلنج کیا ہے میں چاہوں گا کہ آپ میری ان گستاخیوں پر مجھے سزا دیں پنڈت نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

میرا خیال ہے یہ دوستوں کی محفل ہے اس میں آپس میں ایسی باتیں

مناسب نہیں ہم لوگ ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں ہمیں بزرگوں کا طرز عمل

اختیار کرنا چاہیے کچھ سیکھنا چاہیے کچھ سکھانا چاہیے میں نے بظاہر نرمی

سے کہا لیکن میرے اندر ایک طوفان برپا تھا اور میں ابھی اسی لمحے

پنڈت کو پہاڑی سے نیچے پھینک دینا چاہتا تھا۔

سلیم میاں۔ پنڈت نے طنطنے سے کہا میاں صاحب نے مجھے معاف

کر دیا مگر میں تمہیں اپنی روحانی طاقتوں کا مظاہرہ ضرور دکھاؤں گا

ادھر دیکھو اس نے مشرقی جانب حاضرین کی توجہ مبذول کرائی اور

اپنے دونوں ہاتھوں کو کچھ پڑھ کر زور زور سے جھٹکا سامنے کی طرف

دیکھتے ہی دیکھتے دھواں پھیل گیا پنڈت کی نظروں میں خون ہی خون

تھا وہ کچھ پڑھتا جاتا تھا اور زور زور سے ہاتھ جھٹک رہا تھا ہم سب

اس کے پراسرار عمل کو حیرت سے دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ وہ

دھواں سمٹنے لگا اور پوری پہاڑی کربناک چیخوں سے گونجنے لگی اور

دھوئیں نے مختلف قسم کی عجیب و غریب شکلیں اختیار کر لیں ہم نے اپنے سامنے ان گنت چھوٹے چھوٹے قد کے انسان نما جانور یا جانور نما انسان دیکھے جو پنڈت کے اشاروں پر ناچنے اور چیخنے چلانے لگے ان کے دانت بڑے بڑے تھے اور شکلیں ایک دوسرے سے مختلف لیکن بہت مضحکہ خیز تھیں جب اس مخلوق کا رقص شروع ہو گیا تو پنڈت نے میری طرف افتخار کی نظروں سے دیکھا میرے چہرے پر اعتماد اور میرے لبوں پر مسکراہٹ دیکھ کر یقیناً اسے اچنبھا ہوا ہو گا تمام حاضرین نے بھی میری طرف دیکھا اور مجھے مسکراتا دیکھ کر بہت مطمئن ہوئے سلیم جو وحشت زندہ انداز میں یہ خوف ناک منظر دیکھ رہا تھا اس نے بھی سراسیمہ ہو کر مجھے دیکھا اور میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے مطمئن کر دیا۔

سلیم میاں۔ یہ سب میرے اشارے کے منتظر ہیں میں نے برسوں کی

پچنا کے بعد انہیں حاصل کیا ہے تم نے میری طاقت کا اندازہ لگایا میرا خیال ہے اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیا تم اور اس تماشے کو دیکھنا چاہتے ہو یا میں اس ہجوم کو فضاؤں میں غائب ہونے کا اشارہ کروں یا میں اپنی تپتا کے کچھ اور مظاہرے کروں۔

سلیم نے کہا ٹھیک ہے پنڈت جی میں نے دیکھ لیا کہ تم نے کیا حاصل کیا ہے میں تمہارے اس تماشے سے یقیناً متاثر ہوا میں اس کی کوئی سائنسی توجیہہ کرنے کی کوشش کروں گا اور اس کے بعد تمہیں کچھ بتا سکوں گا میں مادے کے غلبے کا قائل ہوں تمہارا مظاہرہ دلچسپ ہے اور حیران کن بھی میں اس کا مادی جواز ضرور تلاش کروں گا۔

ابوالحسن اور سارے حاضرین کی نظریں مجھ پر تھیں کہ میں اس کے جواب میں کیا کرتا ہوں مگر میں خاموش رہا میں چاہتا تو پنڈت اونکار ناتھ کو اپنے جلالی وظیفوں کا مظاہرہ کر کے حیرت زدہ کر دیتا یا میں

پہاڑی بسنے والے جنوں کو حکم دیتا کہ وہ میرے سامنے صف بستہ کھڑے ہو جائیں اور اپنا اظہار اونکارناتھ پر کر دیں مگر میں نے اس مرحلے پر یہ مناسب خیال نہیں کیا میں نے غیر معمولی برداشت کا ثبوت دیا پنڈت کے اشارے پر وہ مخلوق غائب ہو گئی تھی پنڈت سر بلند و سرشار نظر آتا تھا شام کے قریب یہ نشست برخاست ہو گئی اور میں نے عصر کے بعد خود کو عبادت میں غرق کر دیا۔

شام تک میں سجدے میں پڑا رہا مغرب کی نماز میں نے اپنے ساتھی اجنہ کے ساتھ پڑھی اور ابوالحسن کے گھر پہنچ گیا درشہوار مجھ سے بہت بے جھجک ہوتی جا رہی تھی ابوالحسن بعض اوقات اسے تنبیہہ کرتے کہ وہ میرا ادب کرنے میں مسلسل کوتاہیاں کر رہی ہے بہت دیر تک ہم تینوں پنڈت اونکارناتھ کے مظاہرے پر گفتگو کرتے رہے ابوالحسن میری قوت برداشت پر بہت خوش نظر آتے تھے لیکن نہ جانے کیوں

میں شام ہی سے مضطرب اور بے اطمینان سا تھا میں نے عبادت میں پناہ چاہی میں نے مراقبے میں اپنے آپ کو مصروف کیا میں رات کو عشاء کے بعد دیر تک ورشہوار کے ساتھ خلاف معمول چہل قدمی کرتا رہا وہ میری ہر طرح دلجوئی کرتی رہی ہم دونوں غیر متعلق گفتگو کرتے رہے ادھر اُدھر کی آخر میں نے اسے چھوڑا اور میں اپنے حجرے میں واپس آ گیا طوطوں نے شور مچانا شروع کر دیا تھا میں ان کے پنجروں میں پانی ڈالا اور پنجرے تھپکاتا ہوا چارپائی پر دراز ہو گیا میں سوچ رہا تھا اپنے متعلق اپنی زندگی کے متعلق ،میاں صاحب کے بارے میں اور راونکار ناتھ کے سلسلے میں اچانک مجھے خیال آیا کہ میں نے اب تک روحوں کی طلبی کا وظیفہ نہیں آزمایا ہے مجھے روحوں کو طلب کرنا چاہیے لیکن میاں صاحب کے ارشاد کے مطابق روحوں کی طلبی کوئی آسان کام نہ تھا ایک نو وارد کو شروع میں بہت سے مراحل سے گزرنا

پڑتا ہے میاں صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ ابتدا میں مجھے اس کام میں بڑی تکلیف ہوگی روحیں آسانی سے قابو نہیں آتیں وہ اپنے قدیم جسموں میں آنے سے گھبراتی ہیں اور عالم بالا میں رہنا پسند کرتی ہیں ہاں چند بے قرار و بے چین روحیں اس دنیائے فانی کے گرد چکر لگاتی رہتی ہیں جن کا تعلق اس دنیا سے کسی جذباتی اور روحانی سبب سے ہوتا ہے روحوں کو بلانے کے عمل میں پورا انہماک درکار ہوتا ہے اس کے لئے خوشبوؤں اور خاص قسم کے وظائف کی ضرورت پڑتی ہے تخلئے میں یہ کام مکمل سکون اور کامل توجہ سے انجام دیا جا سکتا ہے شروع شروع میں روحیں مہیب شکلوں میں آ کر عامل کو خوفزدہ کرتی ہیں اور عامل کو اس کے ارادے سے باز رکھنے کی پوری کوشش کرتی ہیں خوف کا غلبہ عمل میں ناکامی کا سبب بن جاتا ہے۔

میں نے اس رات روحوں کی طلبی کا عمل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ جو وظیفہ

مجھے میاں صاحب نے بتایا تھا مجھے یاد تھا میں نے میاں صاحب کی خوشبوؤں کو تلاش کیا ایک تھالی میں کوئلے دہکائے اور خوشبوؤں کو اس پر چھڑکنا شروع کر دیا میں نے طوطوں کو ہاتھ کے اشارے سے مکمل خاموش رہنے کی ہدایت کی اور خشوع وخضوع سے اپنے وظیفے کا ورد شروع کر دیا مجھے یاد ہے کہ وہ ایک پرسکون رات تھی چاند تمام تر تابانی سے چمک رہا تھا پرندے اپنے پنجروں میں خاموش تھے میں

خوشبوؤں کے دھوئیں کے درمیان ایک جالی وظیفہ پڑھ رہا تھا جیسے جیسے وقت گزرتا گیا مجھے احساس ہوا جیسے کمرے میں اندھیرا چھانے لگا ہے جیسے باہر ایک زبردست طوفان ساری پہاڑی کو تہ وبالا کر رہا ہو حجرے کی بند کھڑکی کے پٹ اچانک کھل گئے اور روشنی کا وہ واحد چراغ تیز طوفانی ہوا سے بجھ گیا میں نے دوبارہ چراغ جلانے کی کوشش نہیں کی۔

روح زندہ جاوید ہے روح تو جسم کے زندان میں مقید رہتی ہے جب جسم ختم ہو جاتا ہے تو روح ابد کی وسعتوں میں گم ہو جاتی ہے سچ تو یہ ہے کہ روح کی زندگی اس وقت شروع ہوتی ہے جب مادی جسم اپنی سرگرمی ختم کر دیتا ہے میں اس وقت سخت روحانی کشمکش میں مبتلا تھا روحوں کے متعلق میں نے میاں صاحب سے اور آخری نشستوں میں بحث کی تھی میں نے میاں صاحب کے پاس روحوں کو آتے ہوئے بھی دیکھا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ روحانیت میں سب سے مشکل کام اس دنیا سے عالم بالا میں رہنے والی روحوں میں تعلق پیدا کرنا ہے رات گزر رہی تھی اور مجھے کامیابی ہوتی نظر نہیں آتی تھی میں بڑے انہماک سے وظیفے کے ورد میں مشغول تھا میری آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں اور مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ معمول سے زیادہ چمکدار اور سرخ ہو گئی ہوں۔

پھر اچانک طوطوں نے اپنے پنجروں میں پھڑ پھڑانا شروع کر دیا حجرے میں پر اسرار قسم کی آوازیں در آنے لگیں اندھیرا بڑھ گیا اور چنگاریاں سی میرے اردگرد منڈلانے لگیں میں ان سے بالکل خوفزدہ نہیں ہوا بلکہ محتاط انداز میں اپنے عمل کو جاری رکھا پھر مجھے کسی کے رونے کی آواز سنائی دی جیسے کہیں ماتم ہو رہا ہو دردناک چیخوں نے میری سماعت کو تباہ کرتا تو یہ ساری محنت اکارت جاتی۔

روحیں اپنی مرضی سے نہیں بلائی جاتیں ہم اپنے علم کے زور سے انہیں حاضر ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں یہ علم کی طاقت ہے جو ارواح کو پھر اجسام کی دنیا سے تعلق پیدا کرنے پر مجبور کر دیتی ہے میاں صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ روحوں میں انسانوں کی طرح مختلف مزاج اور طبیعت کی روحیں ہوتی ہیں نیک و بد شریف و ذلیل اس وقت میں جس روح کو طلب کرنا چاہتا تھا وہ وہی روح تھی جو میاں صاحب کے

پاس ایک دوشیزہ کی شکل میں آتی تھی جس کا نام الماس تھا حالانکہ میں سب سے پہلے اپنی والدہ کی روح سے بات کرنا چاہتا تھا مگر میں نے روحوں کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے الماس کو پہلے طلب کرنے کا ارادہ کیا لیکن الماس جو میاں صاحب کے ایک اشارے پر حاضر ہو جاتی تھی مجھے بڑے سخت امتحان میں ڈالے ہوئے تھی میری حالت غیر ہو گئی تھی دھوئیں کے سفید بادل عجیب عجیب شکلیں اختیار کر کے مجھے وظیفے میں نا کام بنانے کی سعی کر رہے تھے جب تیز ہوا کے جھکڑ طوفان آگ کے شعلے اور دھوئیں کے مرغولے مجھے آزما چکے تو میں نے محسوس کیا کہ سارا حجرہ لرز رہا ہے طوطوں کی آواز نکالنے کی اجازت نہیں تھی لیکن ان کی پھڑ پھڑاہٹ اور بے چینی بتا رہی تھی کہ وہ اس صورت حال سے بہت زیادہ خوف زدہ ہیں میں اپنا وظیفہ مکمل کر چکا تھا میں نے بڑے اعتماد کے ساتھ

اپنے ہاتھ بلند کیے اور چھت کی طرف گھور کر کہا اے مقدس روح اب حاضر ہو جاؤ میں میاں صاحب کا نمائندہ ہوں اور انہوں نے مجھے تمہیں بلانے پر آمادگی ظاہر کی ہے اب آ جاؤ اے پاک سیرت دوشیزہ مجھے تم سے ضروری کام ہے الماس اب آ جاؤ۔

میری آواز کے جواب میں کامل سکوت رہا طوطے بھی اب خاموش ہو چکے تھے ہوا کا زور ختم ہو چکا تھا میں نے تھالی میں رکھے کوئلوں پر پھر خوشبو ڈالی اور چراغ جلا کر الماس کو آواز دیتا رہا چند لمحوں بعد حجرے میں خوشبو ہی خوشبو پھیل گئی اور دھوئیں کا ایک ہیولا میرے سامنے لہراتے لہراتے الماس کی شکل اختیار کر گیا وہی الماس جن کا حسن بے نظیر تھا آنکھیں جس کی نشیلی اور انداز جس کے شاہانہ تھے وہ میرے سامنے آ کر جھک گئی۔

میں نے میاں صاحب والے لہجے میں اس سے کہا اے روح الماس

میں تجھے اس حجرے میں خوش آمدید کہتا ہوں۔

الماس نے جھک کر مجھے جواب دیا۔

میں نے اپنی بات جاری رکھی دوشیزہ الماس جیسا کہ تجھے معلوم ہوگا کہ میں اس علاقے میں میاں صاحب کا جانشین مقرر کیا گیا ہوں میاں صاحب نے مجھے روحوں کی طلبی کا سب سے مشکل وظیفہ بھی بتا دیا ہے میں سب سے پہلے اپنی ماں کی روح کو زحمت دینا چاہتا تھا ان کا انتقال میری عدم موجودگی میں ہوا تھا میں انہیں دیکھ بھی نہیں سکا، مگر میں نے پہلے تجھے طلب کیا اس لئے کہ تو میاں صاحب کے طریقہ کار سے واقف ہے اور میں میاں صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرتا ہوں کیا تجھے معلوم ہے کہ تجھے یہاں کس لئے طلب کیا گیا ہے۔؟

ہاں مجھے سب معلوم رہتا ہے آپ مجھ سے باتیں کرنا چاہتے اور روحوں کے متعلق کچھ حقائق جاننے کے لئے مضطرب ہیں۔

بے شک یہ صحیح ہے تیری زبان شیریں اور تیرا انداز دلنشین ہے تو اپنی زبان سے روحوں کے متعلق کچھ بتا۔

دوشیزہ روح کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا جسم کی قید سے آزاد ہونے والی تمام روحوں کا اپنا ایک عالم ہے وہ جسم جو ازل سے اب تک پیدا کیے گئے اپنے اختتام کے بعد روح سے جدا ہو جاتے ہیں اور وہ تمام روحیں ابدی حیثیت رکھتی ہیں وہ عالم ارواح میں قیام پذیر ہیں جسم روح کا زندان ہے روح کی بہت سی غیر معمولی صلاحیتیں جسم کے قید خانے میں دب جاتی ہیں جب جسم کو شکست ہو جاتی ہے تو روح کو اس کا صحیح مقام ملتا ہے پھر روح میں ماورائی چیزوں کو سونگھنے کی حیرت انگیز قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں روح کی حس ادراک جسم سے اس کے انتقال کے بعد ہزار گنا بڑھ جاتی ہے لیکن یہ تمام روحیں دنیائے رنگ و بو سے بے نیاز ہوتی ہیں صرف کوئی گہری

جذباتی وابستگی ہی انہیں عموماً اجسام کی دنیا میں لے جاتی ہے روحیں شکل وصورت رکھتی ہیں اور ضروری نہیں کہ ان کی شکلیں ان کے سابق جسموں کے مطابق ہوں ہاں جب انہیں کوئی اجسام کی دنیا میں طلب کرتا ہے تو وہ اپنی شناخت کے لئے اپنی قدیم اشکال میں نظر آجاتی ہیں کیونکہ وہ اس تبدیلی پر قادر ہوتی ہیں روح پر زمان ومکاں کی تغیرات اثر انداز نہیں ہوتے لیکن وہ اجسام کی دنیا سے علیحدہ ہو کر بھی اپنی پہلی زندگی کا گہرا اثر قبول کئے ہوتی ہیں زبان انداز عادات، واطوار اور دوسری خصوصیات میں ان کا امتیاز محض اس وجہ سے ہے کہ وہ عالم ارواح میں آنے سے پہلے مختلف علاقوں، فرقوں اور ذہنوں کے لوگوں میں تھیں اس لئے نیک وبد روحیں عالم ارواح میں موجود ہیں روحیں آسانی سے قابو میں نہیں آتیں کیونکہ جسم کی دنیا میں آمد انہیں پسند نہیں ہوتی صرف علم وفضل ہی انہیں قابو میں کرتا ہے بہت کم

لوگوں کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے کہ وہ روحوں کو طلب کریں اور ان پر قدرت حاصل کر سکیں اس اعتبار سے آپ عام بزرگوں اور عاملوں سے یقیناً افضل ہیں۔

میں دوشیزہ کی اس تقریر دل پزیر کو سنتا رہا مجھے عالم ارواح کے متعلق تمام حقائق پہلے سے معلوم تھے لیکن الماس کے لہجے میں شاہانہ تمکنت تھی اس کے ہاں ایک وقار تھا یقیناً وہ پہلے کسی شریف اور اعلیٰ خاندان میں پیدا ہونے والے جسم میں مقید ہوگی میں اس سے گفتگو کرتے رہنا چاہتا تھا مجھے اس روح سے گفتگو کر کے جو سکون قلبی حاصل ہوا وہ بیان سے باہر ہے میں اس سے نہ جانے کیا کیا پوچھتا رہا اور وہ کسی زندہ جسم کسی خوب صورت دوشیزہ کے نرم و گداز لہجے میں مجھ سے باتیں کرتی رہی پھر میں نے پوچھا اے نیک دوشیزہ الماس کیا میرے حکم پر تو میری ہر خواہش پوری کرنے پر قادر ہے۔

الماس نے جواب دیا ہاں مگر روحوں کی بھی معینہ و مقررہ صلاحتیں ہیں گو وہ زندہ انسانوں سے بہت زیادہ ہیں تاہم مجھے آپ کا ہر حکم بجا لانے میں مسرت ہوگی میں اس وقت تک آپ کے احکام کی بجا آوری کرتی رہوں گی جب تک دوسری ماورائی طاقتیں میرے آڑے نہ آئیں۔

دوسری ماروائی طاقتور سے تمہاری کیا مراد ہے میں نے تشویش سے پوچھا۔

دوسروں کا علم و فضل دوسری طاقتور روحیں اور کائنات میں خالق کائنات کے پیدا کئے ہوئے ان گنت مظاہر کسی وقت بھی مجھے آپ کے حکم سے باز رکھ سکتے ہیں۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا مجھے معلوم ہے اس کائنات میں ہماری حیثیت کچھ نہیں ہم جو کچھ ہیں نہ ہونے کے برابر

ہیں الماس۔ ! میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اصل میں میں نے تمہیں اس لئے طلب کیا تھا کہ میں اپنے ماں باپ اور بہن کی روح سے ملنا چاہتا ہوں کیا تم اس کا انتظام کر دو گی۔؟

یہ آپ کا حکم ہے الماس نے جواب دیا میں چند ساعتوں بعد انہیں تلاش کر کے آپ کے پاس لے آتی ہوں یہ کہہ کر وہ دھوئیں میں تبدیل ہوئی اور غائب ہو گئی میں نے درمیان کا وقفہ بڑے اضطراب میں گزارا میں اسی طرح بیٹھا رہا مجھے معلوم تھا کہ الماس کو زیادہ دیر نہیں ہو گی یہی ہوا ابھی الماس میرے باپ کی روح کے ساتھ تھوڑی دیر میں آگئی اپنے باپ کو اپنے سامنے دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کوئی اور ہوتا تو مرے ہوئے باپ کو اس حالت میں دیکھ کر لرز جاتا لیکن مجھے کوئی حیرت نہ ہوئی۔

میں بے اختیار ہو کر انہیں پکارنے لگا وہ مجھے عجیب حلیے میں نظر آئے

پریشان پریشان خاموش خاموش جب انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی میں نے انہیں سلام کیا اور اپنی روحانی ترقی کے بارے میں بتایا اس پر وہ بہت مسرور ہوئے انہیں دیکھ کر مجھے بیرسٹر راشد حسین یاد آگیا جس کی وجہ سے ہمارا پورا گھر تباہ ہو گیا تھا میں نے ان کے سامنے بیرسٹر راشد حسین کا تذکرہ کیا تو انہوں نے مجھے درگزر کرنے کی تلقین کی اور مجھے دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے میں نے انہیں زیادہ دیر روک کر زحمت نہیں دی میں تو ان کا چہرہ دیکھنا چاہتا تھا میں نے ان کی صورت دیکھ لی یہی بات میرے لئے غنیمت ہے۔

پھر میری ماں میرے پاس آئی اس کا انداز وہی والہانہ تھا اسے دیکھ کر مجھے بہت رونا آیا میری ہچکیاں بندھ گئیں میرا جی چاہا میں اس سے گلے مل کر بہت روؤں میں اپنی زندگی ختم کر لوں اور اپنی ماں کے پاس

چلا جاؤں مگر میری ماں نے مجھے تلقین کی کہ عالم ارواح سے زیادہ بے
بس انسانوں کو میری ضرورت ہے وہ بھی میری اس کامیابی پر بہت
نازاں تھی اپنی ماں کو دیکھ کر میری کیفیت بدل گئی مجھے الماس کی
موجودگی کا خیال بھی نہ رہا میں بالکل بچہ بن گیا میں نے ماں سے کہا
اماں تمہیں دیکھ کر میرے زخم تازہ ہو گئے ہیں ہم لوگوں کے ساتھ بڑا
ظالم ہوا ہے میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔

میری ماں نے بے تابی سے اپنے منہ پر انگلی رکھی اور کہنے لگی نہیں
منو........ منو میرے بچپن کا نام تھا۔ میری جان اب بدلے لینے کی
ضرورت نہیں خدا نے اس کے بدلے تمہیں فضیلت کے اس راستے پر
ڈال دیا یہی بہت ہے تم ہمارے گناہوں کو بخشوانے کا سبب بن گئے
ہو خدمت میں عظمت ہے منو۔ انسانوں کی خدمت کئے جاؤ اسی میں
بڑائی ہے۔

میں نے اشتیاق سے کہا ماں میں تمہیں گاہے گاہے زحمت دیا کروں گا۔

میری ماں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھ سے گاہے گاہے ملنے آیا کرے گی اس کے بعد وہ بھی رخصت ہو گئی۔

مگر جب میری بہن آئی تو میری قوت برداشت جواب دے گئی اس کا حال ابتر تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی اسے سکون نہیں ملا اس کے چہرے پر آج بھی ماضی کی تلخ یادوں کا سایہ لرز رہا تھا مجھے پلکیں جھپکائے بغیر وہ یوں گھورتی رہی جیسے مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو اس کا لباس تار تار تھا جیسے اسے کسی نے نوچا کھسوٹا ہو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ مجسم احتجاج تھی اور اسی لباس میں تھی جب غنڈوں نے اس پر حملہ کیا تھا۔

میری پیاری تنو۔ میں نے روتے ہوئے کہا یہ میں ہوں تمہارا بھائی

قسمت نے یہی فیصلہ کر دیا تھا کہ ہم دونوں جب ملیں تو اس طرح ملیں میں شاہد ہوں زمانے نے مجھے اور تمہیں دونوں کو عزت سے رہنے نہیں دیا تمہیں اس حالت میں دیکھ کر تو میرا دل پھٹا جا رہا ہے میں تمہاری روح کو ضرور سکون پہنچاؤں گا مجھے بتاؤ وہ کون درندے تھے جنہوں نے تمہیں داغدار کیا مجھے بتاؤ میں اس سارے محلے کو جلا دوں گا غصے اور رقت سے میری آواز بھرا گئی۔

میری بہن نے اپنی تباہی کی ایک دلگداز داستان ہچکیوں کے درمیان سنائی جو مجھے کسی قدر اکبر کی زبانی معلوم ہو چکی تھی میں یہ شرمناک واقعہ یہاں نہیں لکھ سکتا بس میرا یہ خونی روداد سن کر اپنے حجرے میں بیٹھنا مشکل ہو گیا میں نے اپنی بہن کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ اب جب تک میں تمہارے اوپر بری نگاہ رکھنے والوں سے انتقام نہیں لوں گا اس وقت تک تمہیں پھر یہاں نہیں بلاؤں گا اب میں سرخرو ہو کر ہی

تمہیں بلاؤں گا۔

اور میری بہن بھی چلی گئی چند لمحوں میں میں اپنے والدین سے مل لیا الماس بھی رخصت ہو گئی میں حجرے میں بیٹھا رہا پوری رات میں نے یونہی گزاری میرے اندر زبردست کشمکش جاری تھی میری عقل اور میرا علم مجھے برداشت اور ضبط کی تلقین کرتا تھا اور میرا دل عقل اور علم کی نفی وہ ساری رات میں نے کرب میں گزار دی اپنے والدین اور بہن سے مل کر مجھے احساس ہوا کہ میں جس بنیادی مقصد کے لئے میاں صاحب کی اس پہاڑی میں داخل ہوا تھا وہ تو بھول ہی گیا۔

میں نے اپنا محاسبہ کیا میں شاہد علی ایک شخص جو اپنی عمر کا بڑا حصہ گزار چکا تھا جس نے اپنی زندگی کے بہترین دن جیل میں گزار دیئے تھے جس کے ساتھ کتوں کا سا برتاؤ کیا گیا تھا اس نے اپنی زندگی میں کیا حاصل کیا کچھ بھی تو نہیں مجھے خود کو کیا ملا میں سوچتا رہا میں نے خود پر

خود کو قربان کر دیا میں نے نفس کشی کی اور تجرد کی صبر آزما زندگی اختیار کی میں دوسروں کے کام آتا رہا خود میں نے اپنے لئے کیا کیا میرا نفس بغاوت پر آمادہ تھا علی الصباح طوطوں نے مجھے اٹھایا کہ فجر کا وقت ہو چکا ہے میں نے نماز پڑھی نماز کے بعد میرے مشتعل جذبات کسی قدر سرد ہوئے میں سجدے میں پڑا رہا تا کہ ابوالحسن نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے نہیں اٹھایا، ابوالحسن نے میری سرخ آنکھیں دیکھ کر میرا حال پوچھا۔

ابوالحسن میں اپنی زندگی کی سخت ترین کشمکش میں مبتلا ہوں تم نے میری قدم قدم پر رہنمائی کی ہے مجھے مشورہ دو کہ میں کیا کروں میں نے ایک بچے کی طرح کہا۔

آپ، آپ ایک بڑے بزرگ ہیں میں آپ کا غلام ہوں میں اب آپ کو کیا مشورہ دے سکتا ہوں بزرگوں کو مشورہ نہیں دیئے جاتے ان

سے مشورے لئے جاتے ہیں لیکن مجھے بتائیے آپ کو کیا پریشانی ہے ابوالحسن رات ہم نے اپنے مرحوم والدین اور بہن کی روحوں کو زحمت دی تھی انہیں دیکھ کر ہماری قوت برداشت جواب دے گئی ہے ہم پر بہت ظلم ہوا ہے ابوالحسن کسی نے برے وقت میں ہمارا ساتھ نہیں دیا میرا دل پیر سر راشد حسین اور ان ظالموں سے جنہوں نے میری معصوم بہن کو تباہ کیا انتقام لینے کو چاہتا ہے مگر مجھے معلوم ہے یہ سب غلط ہے خدا انصاف کے لئے موجود ہے پر ایک کشمکش جاری ہے مجھے اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک میں انہیں ختم نہ کر ڈالوں ابوالحسن ہماری رہنمائی کرو۔

ابوالحسن نے وہی کہا جو وہ کہہ سکتے تھے درشہوار نے آ کر میرے ذہن کے فساد کو روکنا چاہا اس نے مجھے عظمت و فضیلت کے حوالے دیئے مجھے اپنا اعلیٰ مقام یاد دلایا اس نے مجھے بتایا کہ میرے پاس کیسی کیسی

طاقتیں موجود ہیں جن میرے غلام ہیں روحیں میرے قبضے میں ہیں
میری زبان میں تاثیر ہے میں نے آخرت میں اپنے لئے بہت کچھ کما
لیا ہے درشہوار نے مجھ سے بے پناہ لگاؤ کا اظہار کیا ایسے لگاؤ کا اظہار
جو اس نے اب تک مجھ سے نہیں کیا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے
میں اس کی یہ حالت حیرت سے دیکھتا رہا اور میرے دل میں نامعلوم
سے جذبے بیدار ہوئے میں نے درشہوار کو پوری طرح دیکھا وہ حسین
وجمیل لڑکی حور شمائل بت طناز، زہرہ جمال پری پیکر دوشیزہ میرے
لئے رو رہی تھی میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ڈری میں نے جذبات
بھرے لہجے میں کہا ڈری میرے پاس سے چلی جاؤ میرا نفس مجھے
ورغلا رہا ہے میں تمہارے زہد شکن حسن سے متاثر ہو رہا ہوں چلی جاؤ
تم بہت حسین ہو میری فضیلت سے زیادہ برتر تمہارا حسن ہے۔
میرے ان کلمات پر درشہوار کے چہرے پر کئی رنگ آئے اس نے

میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور وہاں سے چلی گئی جب وہ چلی گئی تو میں پھر تنہا رہ گیا اور مجھ پر اپنے سرکش جذبات کا غلبہ ہو گیا جو گزشتہ رات سے مجھے پریشان کئے ہوئے تھے۔ دن چڑھنے لگا تھا اور لوگوں کی آمد پہاڑی پر شروع ہو چکی تھی مگر میں نے آج ان سب سے ملنے سے انکار کر دیا ابوالحسن نے مجھے آکر سمجھایا جنوں کا ایک پورا غول میری عیادت کو آیا میں نے ان سب کو اپنے حجرے سے باہر نکال دیا لوگ شام تک میرے انتظار میں بیٹھے رہے میں حجرے سے باہر نہیں گیا یقیناً وہ سب میری اس اچانک تبدیلی پر حیران ہوں گے ابوالحسن نے بڑی مشکل سے انہیں رخصت کیا عقیدت مند مجھے ایک نظر دیکھ لینے کے لئے ابوالحسن سے لڑنے لگے اندر میں باہر کی تمام آوازیں سن رہا تھا پورا دن میں نے تنہائی میں گزارا اور ان خیالات میں جو رات سے میرے ذہن پر حاوی آ گئے تھے۔

میں شام کو ابوالحسن کی قیام گاہ پر نہیں گیا میں نے مغرب اور عشاء کی نماز بہت دنوں بعد تنہائی میں ادا کی رات ہوئی تو میں نے ایک فیصلہ کر لیا تھا وہی فیصلہ جو میری عمر کا کوئی شخص بھی ایسے حالات میں کرتا میں نے اپنے انتقام کے لئے ذہن میں دلیلیں تراش لی تھیں جب تک میں ان ظالموں کو ان کے کئے کی سزا نہیں دوں گا میری عبادتوں میں خلل آتا رہے گا میں نے طے کر لیا تھا کہ ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد میں کامل سکون سے عبادت میں لگ جاؤں گا اور اگر یہ کوئی گناہ ہے تو میں اپنے خدا سے باقی تمام زندگی اس کی معافی چاہنے میں گزاروں گا رات کو میں نے وہی جلالی وظیفہ پڑھا جس سے الماس آجاتی تھی کل کی طرح مجھے الماس کو بلانے میں کوئی پریشانی نہیں اٹھانا پڑی بہت آسانی سے میں نے الماس کو طلب کر لیا اس نے آتے ہی مجھ سے پوچھا۔

میرے لئے کیا حکم ہے۔؟

مجھے بیرسٹر راشد حسین کے بارے میں بتاؤ۔

الماس ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئی بیرسٹر راشد حسین آسودہ زندگی گزار رہا ہے اس کی دو لڑکیاں اور دو بیویاں ہیں ایک لڑکی سمندر کے پار اپنے شوہر کے ساتھ ہے اس کا نام رشیدہ ہے دوسری لڑکی ثمینہ زیر تعلیم ہے رشیدہ دو بچوں کی ماں بن چکی ہے اور اپنے گھر میں بہت خوش ہے راشد حسین ایک عیاش طبع اور ظالم شخص ہے۔

بس بس میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا رشیدہ کو سمندر پار سے اس شہر میں بلا لو۔

اس میں وقت درکار ہو گا الماس نے کہا۔

ٹھیک ہے الماس۔ میں اس خاندان کو تباہ حال دیکھنا چاہتا ہوں میں انہیں سزا دینا چاہتا ہوں بیرسٹر راشد حسین کو اس کی بداعمالیوں کی سزا

یہ سزا طویل اور بہت شدید ہونی چاہیے میں نے غصے میں کہا۔

الماس کے چہرے پر ابھرے والا اضطراب اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ اسے میرے حکم پر حیرت ہوئی ہے وہ گنگ سی کھڑی مجھے تکتی رہی

میں نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

سنا تم نے۔؟

میں سن چکی ہوں اے نیک بزرگ الماس نے اداسی سے جواب دیا

میں نے دیکھا کہ اس کے حسین چہرے پر ہزاروں پریشان تاثرات ابھر آئے ہیں۔

یہ سزا ثمینہ سے شروع کی جائے ثمینہ کی عمر وہی ہے جو میری بہن کی تھی

میں چاہتا ہوں کہ بیرسٹر راشد حسین اپنی رسوائی کا تماشا خود اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

میں آپ کے حکم کی تابع ہوں الماس نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

روح الماس کو رخصت کرنے کے بعد میں سو گیا فجر کے بعد ورشہوار میرا ناشتہ لے کر آئی اس نے میرا حال پوچھا تو میں نے کسی قدر مطمئن لہجے میں کہا۔

وری ہم نے تمہارا کہا نہیں مانا ہم نے اپنے علم و فضل کا بھی کہا نہیں مانا اس لئے کہ ہم اگر جبر کر لیتے تو ہمیشہ ہمارے سینے پر بوجھ رہتا۔

ورشہوار نے خاموشی سے سر جھکا لیا جیسے اسے میرے اس جملے سے تکلیف پہنچی ہو آج اس نے کچھ نہیں کہا۔ ناشتے کے برتن لے کر خاموش خاموش چلی گئی میں نے صبح سے شام تک لوگوں سے ملاقات کی اور ہشاش بشاش رہا شام کو میں ابوالحسن کے گھر بھی گیا رات کو میں نے الماس کو طلب کیا اس نے مجھے بتایا کہ بیرسٹر راشد حسین کی لڑکی ثمینہ اپنا ذہنی توازن کھو چکی ہے میں نے اسے جلد ہی دوسرے کسی حکم کے بغیر رخصت کر دیا اور رات کو پھر میں اطمینان سے سویا۔

کئی دن گزر گئے رات کو الماس میرے پاس آتی رہی اور ثمینہ کا احوال بیان کرتی رہی لیکن دلچسپ بات کا پتا تو مجھے اپنے دوست اکبر سے چلا اکبر اس دن کچھ گھبرایا اور پریشان نظر آ رہا تھا۔

میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو اکبر نے افسوسناک لہجے میں کہا۔

آج میری ان گناہ گار آنکھوں نے جو منظر دیکھا ہے اس نے مجھے پریشان کر دیا ہے سچ ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اس کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

کیا کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے میں نے سرسری طور پر دریافت کیا تو اکبر بولا۔

شاہد میاں آج میں نے بیرسٹر راشد حسین کی چھوٹی لڑکی ثمینہ کو دیکھا تھا۔

اکبر کی زبانی ثمینہ کا نام سن کر میں پوری توجہ سے اس کی بات سننے لگا

اکبر نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

خدا دشمن کو بھی ایسی ذلت اور رسوائی نصیب نہ کرے جیسی آج راشد حسین کو ہوئی ہے۔

ذرا تفصیل سے بتاؤ کہ اصل معاملہ کیا ہے میں نے اکبر کو کریدتے ہوئے پوچھا۔

ثمینہ کا ذہنی توازن خراب ہو گیا ہے آج اس پر دیوانگی کا اتنا شدید دورہ پڑا کہ وہ اپنے کپڑے تار تار کر کے سڑک پر نکل آئی ہزاروں آدمیوں نے اسے سڑک پر کھڑے ہو کر واہی تباہی بکتے دیکھا راشد حسین بڑی مشکلوں سے اسے گھر لے جانے میں کامیاب ہو سکا پورے شہر میں بس اسی ایک بات کا چرچا ہو رہا ہے راشد حسین گھر میں منہ چھپائے اپنی رسوائی پر آنسو بہا رہا ہے اکبر نے اتنا کہہ کر ایک ٹھنڈی سانس لی پھر بولا اس نے تمہارے خاندان والوں کے ساتھ جو ظلم کیا تھا اب وہ

اس کے آگے آ رہا ہے۔
اکبر کی زبانی ملنے والی اس اطلاع پر مجھے جتنی خوشی ہوئی اس کا اندازہ میرے سوا کوئی اور نہیں لگا سکتا لیکن میں نے دیدہ دانستہ اپنے چہرے سے خوشی کا اظہار نہیں ہونے دیا مجھے اکبر کی طبیعت کا بخوبی علم تھا اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ راشد حسین پر وہ افتاد میری وجہ سے پڑی ہے وہ تو یقیناً میرے سر ہو کر یہی کہتا میں اپنا عتاب واپس لے لوں میں خاموش ہی رہا۔
خدا کسی دشمن کی بھی نوجوان لڑکی کو اس طرح سربازار رسوا نہ کرے اکبر نے ثمینہ کے سلسلے میں اپنی ہمدردی کا اظہار کیا تو میں چپ نہ رہ سکا بمشکل تمام اپنا غصہ ضبط کر کے بولا۔
کیا تمہیں میری مرحوم بہن سے کوئی ہمدردی نہیں ہے جس پر آفت راشد حسین کے ہی سبب آئی تھی وہ بھی تو اسی طرح رسوا ہوئی تھی بلکہ

اس سے زیادہ۔

وہ صرف تمہاری نہیں میری بھی بہن تھی شاہد میاں خدا کسی کو بھی اس قدر رسوا نہ کرے۔

اس خیال سے کہ کہیں اکبر اپنی ہمدردی کے جذبے کے تحت ثمینہ کے سلسلے میں مجھ سے کسی مدد کی درخواست نہ کر بیٹھے میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا اکبر خاصی دیر تک بیٹھا ادھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا مجھے اپنے کاروبار کے بارے میں بتاتا رہا جو روز بروز ترقی کر رہا تھا مگر جب بھی وہ ثمینہ کا ذکر چھیڑتا میں اسے دوسری باتوں میں الجھا دیتا اکبر چلا گیا تو میں نے سکون کا سانس لیا مجھے ابھی رشیدہ اور اس کے شوہر کا انجام دیکھنا تھا۔

رات کو جب میں نے الماس کو طلب کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ بیرسٹر راشد حسین تمام بڑے ڈاکٹروں اور عاملوں کو دکھا چکا ہے لیکن کوئی

افاقہ نہیں ہوا میں اپنی اس طاقت پر جس قدر بھی خوش ہوتا کم تھا مجھے معلوم تھا کہ اس علاقے میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ثمینہ کے ذہنی توازن کو درست کر سکے یہ میری فضیلت کی تصدیق تھی روزانہ میں الماس سے ثمینہ کا احوال سنتا رہا۔

لیکن ایک شب مجھے الماس نے بتایا کہ ثمینہ درست ہو چکی ہے۔

ثمینہ ٹھیک ہو چکی ہے میں نے حیرت سے پوچھا یہ کس طرح ممکن ہوا۔

اسے ایک پنڈت نے ٹھیک کر دیا ہے اس کے پاس غیر معمولی طاقتیں ہیں وہ اپنے مذہب کا ایک پہنچا ہوا عالم ہے اس کے پاس بہت سے منتر اور روحوں کے ابتلا کا توڑ ہے الماس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

وہ کون سا پنڈت ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ میں نے تشویشناک انداز

میں پوچھا۔

اس کا نام اونکار ناتھ ہے۔

اونکار ناتھ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اونکار ناتھ نے اسے درست کر دیا

نہیں، نہیں وہ ایک معمولی پنڈت ہے اسے جادو منتر آتا ہے الماس کیا

یہ صحیح ہے۔

میں جو کچھ کہہ رہی ہوں درست ہے جب سب لوگ ناکام ہو چکے تو

بیرسٹر راشد حسین نے اسے ثمینہ کو دکھایا اور اس نے اس کا توڑ کر لیا۔

کیا اب تم کچھ نہیں کر سکتیں میں نے بے زاری سے کہا۔

یقیناً میں سب کچھ کر سکتی ہوں مگر اونکار ناتھ پھر اس کا توڑ کر دے گا اور

یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آپ ہی کوئی قدم نہ

اٹھائیں مجھے معلوم ہے کہ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

تم جا سکتی ہو۔ میں نے اسے حکم دیا۔

پنڈت اونکار ناتھ میرے ذہن پر اس بری طرح چھایا کہ میں اس رات کچھ سوچ ہی نہ سکا اونکار ناتھ نے ایک بار پھر مجھے چیلنج کیا تھا۔ مجھے اسے بتانا ہی ہوگا کہ میاں صاحب نے مجھے کیا بخشا ہے میں کیا ہوں یہ پنڈت تو گریبان تک آرہا ہے اب درگزر کرنے اور برداشت کرنے کا وقت گیا اگر یہی صورت رہی تو یہ پنڈت سر پر چڑھتا آئے گا میں نے فجر کے بعد ایک اور وظیفہ شروع کیا جب تک پہاڑی پر لوگ جمع نہیں ہو گئے میں یہی ورد کرتا رہا میرا ناشتہ درشہوار رکھ کر چلی گئی تھی کوئی سات بجے میں حجرے سے باہر آیا مجھے یقین تھا کہ ثمینہ پھر اپنا ذہنی توازن کھو چکی ہوگی اور اونکار ناتھ آج شام یا کل صبح تک میری مدد لینے ضرور آئے گا اس کا مجھے یقین تھا۔

پہاڑی پر حسب معمول لوگوں کا ہجوم تھا میں جب حجرے سے باہر آیا تو روزانہ آنے والے دو عقیدت مند رحیم خان اور شمشیر علی نے بے تابانہ

سب سے پہلے اٹھ کر میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا تھوڑی دیر پہلے جس مجمعے میں ہلکی ہلکی سرگوشیوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں اب وہاں میری آمد کے بعد مکمل خاموشی تھی میں نے ایک طائرانہ نظر مجمع پر ڈالی جتنی نگاہیں جو میری سمت اٹھی ہوئی تھیں جھک گئیں میں نے اپنے لئے یہ عقیدتیں دیکھ کر دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور دعا مانگی اے کائنات کے خالق اے خدا! کوئی شبہ نہیں جسے تو چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے۔ اے میرے پروردگار میرے قلب کو اپنے نور سے منور رکھ مجھے راستی کی توفیق دے اور ان مصیبت زدہ لوگوں کے دکھ درد دور کر یہ لوگ میرے پاس بڑی امیدیں لے کر آئے ہیں اپنے دل میں یہ دعا مانگ کر جب میں ایک مونڈھے پر بیٹھ گیا تو رحیم خان اور شمشیر علی نے روزانہ کے مطابق حاضرین کو صبر و تحمل کی تلقین کی میاں صاحب کے زمانے سے ان دونوں نے از خود یہ کام سنبھال لیا

تھا مجمعے میں خاموشی سکون اور نظم برقرار رکھنے کا کام انہی کا تھا بہت کم
ایسا ہوا تھا کہ انہوں نے ناغہ کیا ہو ان کی عدم موجودگی میں ابوالحسن یہ
کام کرتے تھے ویسے ابوالحسن عام طور پر ان لوگوں کے سامنے ہی
رہتے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ابوالحسن ایک بزرگ جن ہیں اور صرف ابو
الحسن ہی نہیں اس پہاڑی پر بسنے والے بہت سے جن مجمعے میں شامل
ہو جاتے رحیم خان اور شمشیر علی کے رویے سے آج تک کسی کو شکایت
نہیں ہوئی تھی شام کو یہ دونوں عام لوگوں کے ساتھ واپس چلے جاتے
آنے والوں میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو صرف عبادت کرنے
یہاں جمع ہو جاتے یہ سب میرے اشارے کے منتظر رہتے اور ہزار
بہانے میری خدمت کے ڈھونڈتے میاں صاحب کے منع کرنے
کے بعد کہیں یہ لوگ باز آئے تھے ورنہ ان میں کوئی پھول لے کر آتا
کوئی نذرانے کوئی چڑھاوے کوئی ان کی ضرورت کی کوئی چیز ۔ میاں

صاحب کے وصال کے بعد ان لوگوں نے یہ سلسلہ میرے ساتھ بھی شروع کیا مگر میں نے سختی سے منع کر دیا کہ یہ پہاڑی نذرانے پھول اور تحفے تحائف کی جگہ نہیں ہے صرف محبتیں کافی ہیں صرف عقیدتیں بہت ہیں سو میں نے وہ آنکھیں دیکھی ہیں جن میں میرے لئے فنا ہونے کی آمادگی موجود ہوتی اور میں نے وہ چہرے دیکھے ہیں جو میرے چہرے کے تاثرات سے چمک پاتے یا مرجھا جاتے میرے یہ لوگ میرے لئے جیتے مرتے تھے کون اس دنیا میں کسی سے اتنا رابطہ رکھتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری تخلیق ان لوگوں کے لئے ہوئی ہے جب میں ان ستم رسیدہ لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تو ان کا ہو جاتا اور مجھے محسوس ہوتا کہ میں ایک عظیم مقصد کی خاطر زندگی گزار رہا ہوں میرے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھتے تو روتی ہوئی بوڑھی عورتوں کو قرار آ جاتا غمزدہ اور مظلوم چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ جاتی۔

میں اس دن صبح سے شام تک ان لوگوں کی روداد غم سنتا رہا اس دن مجھے شدت سے کسی کا انتظار تھا اتنی مصروفیت کے بعد بھی میں اونکار ناتھ کو بھلانے میں کامیاب نہ ہو سکا، مجھے یقین تھا کہ اونکار ناتھ کو جب ثمینہ کا ذہنی توازن بگڑ جانے کی خبر ملے گی اور جب وہ اپنے جنتر منتر میں ناکام ہو جائے گا تو میرے پاس مدد لینے ضرور آئے گا مگر عصر گزر گئی، شام ہوگئی، اور پہاڑی انسانوں سے خالی ہوگئی اونکار ناتھ نہیں آیا اس بات نے مجھے تشویش میں ڈال دیا مغرب کے وقت میں ابوالحسن کی طرف نکل گیا نماز مغرب میں نے پہاڑی کے اجنہ کے ساتھ پڑھی وہ حسب معمول میرے قریب جمع ہو گئے لیکن اس دن میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی میں سیدھا ابوالحسن کے گھر آ گیا اور ایک پلنگ پر دراز ہو گیا در شہوار میری یہ حالت دیکھ کر دوڑی دوڑی میرے پاس آئی۔

آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔؟اس نے محبتوں کے ساتھ پوچھا۔
ہاں دری طبیعت ٹھیک ہے لیکن بس ذرا جی نہیں لگ رہا میں نے نیم دلی سے جواب دیا۔
کیا بات ہے؟ آپ نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا وہ میرے سر کے قریب بیٹھ گئی آپ مجھے بھی نہیں بتائیں گے۔؟
اس کا جملہ نہ جانے کیوں مجھے اچھا لگا ایسے جملے یقیناً میرے لئے فرحت کا باعث ہوتے تھے میں نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھا میرے اس انہماک پر اس کی پلکیں جھک گئیں میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
دری! بعض اوقات جی چاہتا ہے کہ اپنے نفس کی تمام تر سازشوں سے تمہیں آگاہ کردوں میں سوچتا ہوں کہ کاش میں ایک عام آدمی ہی ہوتا غالباً اس فضیلت کا متحمل نہیں ہو پا رہا ہوں میاں صاحب نے

جس سے مجھے نواز دیا ہے میرے اندر کوئی کھوٹ ضرور ہے۔

نہیں۔نہیں۔آپ ان دنوں الجھنوں میں گرفتار ہیں ایسے آزمائشی لمحے ضرور آتے ہیں آپ مجھے سب کچھ بتا دیا کیجئے کسی کو بتانا ضروری ہوتا ہے آپ ایک جلیل القدر بزرگ ہیں آپ کے اندر کوئی کھوٹ نہیں کھوٹ تو باہر کی دنیا میں ہے وہی شیطانی قوتیں نیک لوگوں کو پریشان کرتی رہتی ہیں درشوار نے میرے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

دری تمہاری قربت میں گداز اور تمہاری گفتگو میں شیرنی ہے مجھے ایک ایسے شخص کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے جو میرے اندر کے فساد پر مجھے ٹوک سکے یہ سبھی لوگ میری عزت کرتے ہیں مجھے ان لوگوں میں اپنے قد کی طوالت سے اکثر بڑی الجھن ہوتی ہے میں تنہائی محسوس کرنے لگتا ہوں تم دری مجھے چھوٹے میاں صاحب نہ سمجھا

کر وا کبر میرا دوست تھا مگر وہ بھی عملاً مجھ سے بچھڑ گیا اس کے انداز میں بھی میرے لئے قدر و منزلت آ گئی تم بھی وہی کرتی ہو اس عزت و تکریم آداب اور حفظ مراتب سے میرا دم گھٹنے لگتا ہے میں نے ورشہوار سے جذباتی لہجے میں کہا دری کم از کم میں تم سے اس برتاؤ کا طالب نہیں ہوں۔

میں نے محسوس کیا کہ ورشہوار کا چہرہ میری اس جذباتی گفتگو سے سرخ ہو گیا ہے اس کے ہاتھ میں ایک جنبش ہوئی اور میں نے تشنگیوں کی تمام حسرتوں کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھا وہاں مجھے ایک سمندر نظر آیا میں نے اس کی جھلملائی آنکھوں میں صرف اپنا چہرہ دیکھا میرے لئے یہ لذت بالکل نئی تھی مجھ پر ایک عجیب سا کیف طاری تھا دری کی اس کیفیت میں بات ہی کچھ اور تھی پھر اچانک مجھے نہ جانے کیا خیال آیا میں نے ورشہوار کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اس طلسمی فضا کے سحر کو

ختم کرنے کے لئے میں ورشبوار سے قہوہ طلب کیا وہ مسکراتی ہوئی رخصت ہوگئی اور میں سوچنے لگا کہیں میں کسی لغزش کا مرتکب تو نہیں ہورہا مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا ابوالحسن آگئے آتے ہی انہوں نے میری مزاج پرسی کی اور میری بدلی ہوئی حالت پر تشویش کا اظہار کیا ابوالحسن نے بہت دبے دبے لہجے میں میری گزشتہ روز کی گوشہ نشینی کی شکایت کی میں بہت سکون سے ابوالحسن کی باتیں سنتا رہا اس لئے کہ وہ میرے اتالیق بھی تھے علم و فضل میں میرا مرتبہ بلند ہو جانے کے بعد بھی ہم دونوں کے درمیان میں ماضی کے متعلق کی وضعداری موجود تھی جب ابوالحسن اپنے تجربوں کی روشنی میں مجھے اپنے پند و نصائح سے نواز چکے تو میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

یہ سچ ہے کہ خدا نے میرے ساتھ فیاضی سے کام لیا ہے لیکن میں ابھی تک اپنے ذہن کے اس شر کو دبا نہیں سکا جس کا تذکرہ میں نے پہلے

بھی آپ سے کیا ہے جب سے میں نے اپنے مرحوم والدین اور بہن کی روحوں سے ملاقات کی ہے میں بہت مضطرب رہا ہوں میں نے انہیں آزرہ خاطر دیکھا ہے ابوالحسن میں نے اپنی بہن کے آنسوؤں کو دیکھا ہے میں ان ظالموں کو بھلانے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتا جنہوں نے میرا گھر برباد کیا ہے ابوالحسن میں بہت مجبور ہوں۔

لیکن معاف کر دینے میں جو سکون اور سربلندی ہے وہ سزا دینے میں نہیں۔ آپ درگزر کر دیجئے یہ آپ کے منصب کے مطابق نہیں ابو الحسن نے کہا۔

مجھے معلوم ہے لیکن میری یکسوئی ختم ہو گئی ہے میں پرسکون رہ کر عبادت وریاضت میں خود کو مصروف کرنا چاہتا ہوں مگر میں کیا کروں کہ میری بہن کی صورت مجھے چاروں طرف گھورتی نظر آتی ہے اس پہاڑی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جہاں وہ موجود نہ ہو۔

میری باتوں سے ابوالحسن کے چہرے پر تشویش کے تاثرات ہر لمحے گہرے ہوتے جا رہے تھے انہوں نے ایک بار میرے ارادے سے مجھے باز رکھنے کی کوشش کی مگر جب میں نے اپنی دلی کیفیت ذہنی انتشار کو کرب اور اضطراب سے بیان کیا تو ابوالحسن متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ورشہوار قہوہ لے کر آ گئی تھی ابوالحسن نے اس کے سامنے بات جاری رکھنے میں کچھ تامل کیا مگر میں نے ورشہوار کے سامنے انہیں گفتگو کرنے کی اجازت دے دی۔

آپ بزرگ ہیں آپ کا مرتبہ اور بلند ہو ابوالحسن نے نیازمندی سے کہا میری ایک درخواست ہے ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی خدمت میرے سپرد کیجئے میں وہی کروں گا جو آپ چاہتے ہیں۔

نہیں ابوالحسن۔ میں نے بہ عجلت تمام کہا میں اس معاملے میں کسی کو درمیان میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ خود نمٹنا چاہتا ہوں۔

عشاء کا وقت ہو چلا تھا میں نماز کے بعد وہاں سے چلا آیا درشہوار مجھے دروازے تک چھوڑنے آئی چلتے وقت اس سے میری کوئی بات نہیں ہوئی حجرے میں آ کر میں نے طوطوں کے پنجرے میں پانی ڈالا اور ایک وظیفے میں مصروف ہو گیا عبادت سے مجھے سکون ملا لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ الماس کو طلب کرنا چاہیے میں نے کوئلے دہکائے اور خوشبو سے تمام حجرے کو معطر کر دیا الماس کی روح جلد ہی میری طلبی پر حاضر ہو گئی اور میں نے اس سے ثمینہ کی حالت کے متعلق دریافت کیا۔

اے نیک بزرگ ثمینہ کی حالت آپ کے صبح کے عمل کے بعد بہت ناگفتہ بہ ہے آپ کے موکلوں نے ثمینہ کی ذہنی حالت کو دوبارہ ابتر کر دیا ہے وہ اپنا توازن کھو بیٹھی ہے لیکن۔

لیکن کیا! میں نے الماس کو خاموش ہوتے دیکھا تو متعجب ہو کر پوچھا الماس تم نے اپنا جملہ نامکمل کیوں چھوڑ دیا۔

میں آپ کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ اونکار ناتھ پھر ثمینہ کو درست کرنے میں مصروف ہے ثمینہ کو ہوش میں لانے کے لئے اس وقت بھی وہ اپنے جنتر منتر آزمارہا ہے کوئی عجب نہیں کہ وہ پھر کامیاب ہو جائے۔

کیا مطلب میں نے خفگی سے کہا الماس یہ تم کیا کہہ رہی ہو کیا یہ باور کرانا چاہتی ہو کہ اونکار ناتھ اس علاقے میں میری رسوائیوں کے درپے ہے؟ کیا اسے میری توہین کی جرات ہوگئی ہے؟ کیا اس کا انداز میرے ضمن میں بہت ہی جارحانہ ہے؟

اے عالی مقام بزرگ۔ الماس نے سر جھکا کر جواب دیا وہ اپنے دل میں آپ کے لئے کینہ رکھتا ہے اور اس علاقے میں اپنی برتری کا خواہاں ہے اس کے اندر نفرتیں بیٹھ گئی ہیں اور وہ آپ کے غیر معمولی واقعات سن کر اپنے حواس کھو بیٹھا ہے۔

میں اس کے حواس ٹھکانے لگا دوں گا بخدا میں اسے جہنم واصل کر دوں

گا الماس اسے سمجھاؤ کہ وہ میرے آڑے نہ آئے میں جذبات کی رو میں بہ چلا تھا لیکن فوراً ہی خود پر قابو پا لیا اور الماس سے بولا۔

اے روح الماس! اے نیک روح تمہیں جانے کی اجازت ہے مگر مجھے ان دنوں شاید تمہاری ضرورت زیادہ پڑے۔

میں آپ کے حکم کی تابع ہوں روح الماس نے عاجزی سے جواب دیا۔

وہ ایک لمحے میں دھوئیں میں تحلیل ہو گئی اور طوطوں نے شور کرنا شروع کر دیا میں اس وقت بہت مشتعل تھا طوطوں کی چیخ پکار مجھے بہت بری لگی میں نے انہیں جھڑک دیا نامراد خاموش ہو جاؤ۔

ان میں سے ایک طوطے نے مجھ سے کہا کشف میاں صاحب کشف میاں صاحب۔ اور تو نے چھوٹے لہجے میں وہ ایک وظیفے کی رٹ لگانے لگا۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا مجھے یاد آ گیا میں ابھی دیکھتا ہوں کہ وہ نکار ناتھ کیسی جراتیں کر رہا ہے۔

طوطے نے اس وقت مجھے ایک ایسا عمل یاد دلایا تھا جو میاں صاحب نے بطور خاص مجھے ودیعت کیا تھا میں نے طوطے کی طرف تحسین آمیز نظروں سے دیکھا اور جلد ہی اپنا عمل شروع کر دیا میں کوئی گھنٹے دو گھنٹے گردو پیش سے بے خبر اسی وظیفے کا ورد کرتا رہا پھر مجھے محسوس ہوا کہ میری بصارت وسیع ہوتی جا رہی ہے اندھیرا اچھٹ رہا ہے اور میں حجرے کے اندر بیٹھا ہوا حجرے کے باہر دیکھ رہا ہوں میں پہاڑی میں ادھر اُدھر گھوم رہا تھا اور شہوار کی طرف نکل جاتا ہوں میں نے دیکھا کہ وہ اسی پلنگ پر دراز ہے جس پر میں شام کو بیٹھا تھا اس کے چہرے پر ملکوتی حسن ہے اس کی زلفیں رخساروں پر جھول گئی ہیں میں درشہوار کو دیکھتا ہوا پہاڑی سے نیچے اتر گیا اور جب میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں

بیرسٹر راشد حسین کے مکان میں داخل ہو کر ثمینہ کی حالت دیکھوں تو لمحوں میں وہ منظر میرے سامنے آ گیا جسے دیکھنے کے میں نے یہ مشکل ترین وظیفہ پڑھا تھا میری آنکھیں اس کمرے میں پہنچ گئیں جہاں ثمینہ ایک آرام کرسی پر رسیوں سے جکڑی ہوئی تھی اپنے سر کو دیوانگی کی حالت میں ادھر اُدھر جھٹک رہی تھی ثمینہ کے قریب ہی بیرسٹر راشد حسین حیران و پریشان کھڑا ہوا تھا اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور رنگت زرد ہو رہی تھی ثمینہ کے عین سامنے پنڈت اونکار ناتھ ننگے فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اور اس کا سیدھا ہاتھ صندلی دانوں کی مالا پر تیز تیز چل رہا تھا اونکار ناتھ اور ثمینہ کے درمیان مٹی کے ایک کونڈے نما برتن میں لوبان سلگ رہا تھا میں بڑی توجہ سے اس منظر کو دیکھتا رہا۔

اونکار ناتھ کے چہرے کی رنگت سیاہ پڑتی جا رہی تھی وہ کسی خطرناک

منتر کی جاپ میں منہمک تھا مجھے یہ سب بہت دلچسپ لگا میں نے اپنی بصارت کو وہیں ٹھہرے رہنے دیا منتر کا جاپ پورا کر کے اونکار ناتھ نے مالا کو گردن میں ڈالا اٹھ کر لوبان کے ایک ٹکڑے کو مٹی کے برتن میں پھینکا پھر دھوئیں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور ثمینہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا جس نے اپنا سر جھٹکنا بند کر دیا تھا اور حیرت بھری نگاہوں سے اونکار ناتھ کو تک رہی تھی جیسے اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔

لڑکی۔ اونکار ناتھ کی لرزہ پیدا کر دینے والی آواز کمرے میں سکوت کو چیرتی ہوئی ابھری۔

میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنے من کو گندی باتوں سے پاک کر کے ہوش میں آ جا ثمینہ بدستور بت بنی بیٹھی آنکھیں پھاڑے اونکار ناتھ کو دیکھتی رہی تو وہ دوبارہ گرج کر بولا۔

لڑکی اپنے من کی کالک دور کر دور کر دور کر، میری آگیا کا پالن کر۔

اونکار ناتھ اپنے الفاظ کو بار بار دوہرا رہا تھا اس کے چہرے کی خباثت بڑھتی جا رہی تھی بیرسٹر راشد حسین گنگ سا کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ اچانک کمرے میں ایسا شور بلند ہوا جیسے کوئی کربناک حالت میں چیخ رہا ہو چیخوں کی یہ آوازیں تیزی سے ابھرتی تھیں اور پھر مدھم ہو جاتی تھیں لوبان کی آگ اونکار ناتھ کے منتر کی آواز اور چیخوں نے اس منظر کو بہت پر ہیبت بنا دیا تھا ثمینہ نے دوبارہ پاگلوں کی طرح سر کو زور زور سے جھٹکنا شروع کر دیا تھا اب اونکار ناتھ کی حالت غیر ہو گئی بیرسٹر راشد حسین جواب تک ششدر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا مردہ آواز میں بولا۔

پنڈت جی یہ کیسی آوازیں تھیں۔

میرے منتر کے بیر جادو کا توڑ کر رہے تھے پنڈت اونکار ناتھ نے غصے کی حالت میں جواب دیا۔

تو کیا ہوا؟ بیرسٹر نے بڑی امیدوں کے ساتھ پوچھا خاموش رہو اور دیکھتے جاؤ پنڈت نے بیرسٹر کو جھڑک دیا۔

بیرسٹر راشد حسین کو جیسے سانپ سونگھ گیا وہ ایک طرف بالکل خاموش کھڑا رہا۔

جب تک میں موجود ہوں راشد حسین تمہیں چنتا کرنے کی ضرورت نہیں کوئی چھوٹا موٹا منتر ہوتا تو میں کب کا ٹھیک کر دیتا مگر اب کی اس پاپی نے کچھ محنت سے کام لیا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ کون ہے لیکن بیرسٹر میں ہار ماننا نہیں سیکھا لڑکی کو ہوش میں لانے کے لئے کوئی اور اوپائے کرنا ہوگا، اونکار ناتھ نے پورے عزم کے ساتھ کہا۔

اونکار ناتھ کی مایوسی دیکھ کر میرے ہونٹوں پر بے اختیار ایک تلخ مسکراہٹ ابھری میں نے لاپروائی سے اسے دیکھا اور اپنی بصارت کو وہاں سے واپس لے آیا وہ سارا منظر چشم زدن میں میری آنکھوں سے

او مجل ہو گیا۔

میں نے اس وحشت انگیز دید کے بعد اطمینان کی سانس لی اور حجرے کی چھت کی طرف دیکھا اس کے بعد بھی میں دیر تک جاگتا رہا اور سوچتا رہا پتا نہیں میری آنکھ کب لگی دوسری صبح میں کسی قدر دیر سے اٹھا لیکن اتنی دیر سے بھی نہیں کہ نماز قضا ہو جائے درشموار ناشتہ لے آئی وہ عموماً صبح مجھ سے کم باتیں کیا کرتی تھی تاہم آج اس کے انداز سے عیاں تھا کہ وہ حجرے میں کچھ دیر ٹھہرنا چاہتی ہے میں نے مسکرا کر اس سے کہا بیٹھ جاؤ کیسی ہو۔؟ میرا دل اس سے بہت سی باتیں کرنے کو چاہتا تھا مگر الفاظ میری زبان پر آتے آتے رک جاتے تھے یہ میری روحانی تربیت کے سبب تھا مجھے اپنے نا آسودہ جذبوں کو مارنے کی تلقین کی گئی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے ان جذبوں کو محسوس کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی میں نے شادابی و شگفتگی کے کچھ دن جیل میں

گزارے کچھ فاقہ کشی اور بے بسی میں کچھ عبادت اور ریاضت میں زندگی کا بڑا حصہ اسی طرح گزر گیا۔

درشہوار میرے سامنے بیٹھ گئی اچھی ہوں آپ کے مزاج کیسے ہیں۔؟

میں بھی ٹھیک ہوں وری رات میں نے ایک منفرد قسم کا عمل کیا تھا میں نے کہا میں نے اپنی بصارت کو وسیع کرنے کا ایک وظیفہ پڑھا جانتی ہو پھر میں کہاں کہاں گیا؟

کہاں کہاں۔ درشہوار نے حیرت سے پوچھا۔

میری بصارت نے پہاڑی کا احاطہ کیا پھر نہ جانے کیسے میری آنکھیں تمہارے گھر پہنچ گئیں اور میں نے دیکھا کہ تم میرے پلنگ پر اور تمہاری سیاہ زلفیں تمہارے رخساروں پر محو خواب ہیں لیکن ....

درشہوار کا چہرہ سرخ ہو گیا اور مجھے اچانک محسوس ہوا کہ میں وہ الفاظ ادا کر رہا ہوں جو اس تجربے کے شایان شان نہیں مجھے اپنے ہی لفظ بے

وقعت معلوم ہوئے میں نے بات بدل دی لیکن پھر فوراً ہی میری آنکھیں اس جگہ کے تعاقب میں رواں ہو گئیں جو اصل میں مجھے مطلوب تھی۔

آپ رات والی بات بھول گئے درشہوار نے تیکھے لہجے میں کہا۔

کون سی بات؟ مجھے واقعی کچھ یاد نہ تھا۔

کہ آپ مجھے اپنا ہم قد بنانے کی عزت دینا چاہتے ہیں درشہوار نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

ارے دری یہ سچ ہے کہ میں نے یہی کہا تھا جو تم نے سمجھا میں یقیناً تمہیں بتاؤں گا میں رات بیرسٹر راشد حسین کے اس کمرے میں گیا جہاں ثمینہ کا اونکار نا تھ میرے عتاب سے بچانے کی فکر میں مبتلا تھا میں نے اسے صاف صاف بتا دیا۔

آپ مجھے کوئی کام کیوں نہیں سونپتے۔؟

تم میرے لئے بہت کام کرتی ہو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نہیں کچھ اور کام میرے ذمے ڈال کر دیکھئے۔

مجھے معلوم ہے کہ تم ابوالحسن جیسے عالم کی بیٹی ہو۔

اور اس فضیلت گاہ اس پہاڑی کی پروردہ ہوں۔

بڑی مشکل سے میں ورشہوار کو سمجھا سکا پہاڑی پر صرف وہی ایک ذات تھی جو مجھ سے الجھنے کی حد تک گفتگو کر سکتی تھی سورج کی روشنی پھیلی تو میں نے اسے رخصت کر دیا اور میں طوطوں کو ان کی غذا فراہم کر کے باہر آ گیا جہاں پر عقیدت مندوں کا ایک غول موجود تھا روزانہ کی طرح میں نے ان پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم کی کہانیاں سنیں اور انہیں سکون و اطمینان تقسیم کرتا رہا۔

ظہر کی نماز کے بعد میں حجرے میں داخل ہوا ورشہوار میرا کھانا جو صرف دال اور دو چپاتیوں پر مشتمل ہوتا تھا لے کر آئی میں نے کھانے

کے لئے ہاتھ بڑھایا تو وہ بڑے اشتیاق سے کہنے لگی۔

آج صبح آپ سے رخصت ہونے کے بعد میرا جی چاہا کہ میں اس لڑکی ثمینہ کو دیکھوں جو بیرسٹر راشد حسین کی لڑکی ہے مگر وہ تو مجھے بالکل تندرست نظر آئی۔

کیا مطلب؟ لقمہ میرے ہاتھ میں رہ گیا تم کس وقت گئی تھیں اور تم نے وہاں کیا دیکھا۔

میں صبح خاصا دن نکل آنے کے بعد گئی تھی در شہوار نے بدحواسی سے جواب دیا مگر آپ کھانا تو کھایئے میں نے غلط وقت یہ ذکر چھیڑ دیا۔

نہیں نہیں۔ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا اور دانستہ اس ذکر کو طول نہیں دیا در شہوار کے سامنے مجھے کسی شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا اور وہ اس ندامت میں گرفتار نظر آتی تھی کہ اس نے یہ تذکرہ کیوں شروع کیا میں نے اس مرحلے سے بچنے کے لئے در شہوار کے سامنے

باقاعدہ کھانا کھایا حالانکہ میرا جی کھانے میں بالکل نہیں لگ رہا تھا کسی نہ کسی طرح میں نے کھانا ختم کیا اور درشہوار کو رخصت کیا۔ شمشیر علی کو بلا کر مجمع میں اعلان کرایا کہ آج دوپہر بعد میں باہر نہ آسکوں گا مجھے معلوم تھا کہ اس اعلان کے بعد کیسی کیسی سرگوشیاں نہ ہوں گی عقیدت مندوں سے وقتی طور پر چھٹکارا پانے کے بعد میں اجنہ کے ایک گروہ میں گھر گیا جو پہلی بار میرے اس اچانک اعلان کے بعد آیا تھا ابوالحسن پریشان نظر آتے تھے میں نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اس گروہ کو یہاں سے لے جائیں انہیں رخصت کرنے کے بعد جب مجھے تنہائی نصیب ہوئی تو میں نے اونکار ناتھ کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا اس پنڈت کے سلسلے میں جو میاں صاحب کے رشد و ہدایت کے اس پورے سلسلے کو چیلنج کر رہا تھا میں اس وقت غیظ و غضب کے عالم میں تھا اور کوئی دلیل سننے کے لئے تیار نہ تھا اپنے غصے کو کم کرنے

کے لئے میں نے خود کو عبادت میں مصروف کرنا چاہا لیکن عبادت میں خلل پیدا ہو رہا تھا میں نے وظائف کا ورد کیا لیکن میری زبان میں لکنت ہو رہی تھی پھر میں نے اپنے ایک ایسے وظیفے میں خود کو غرق کر دیا جس میں مجھے اپنے ہونے نہ ہونے کا احساس بھی نہ رہا مغرب کے وقت کہیں مجھے ہوش آیا اور میں نے شمال کی طرف انگلی اٹھا کا اشارہ کیا پھر میں سجدے میں گر گیا مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میرا بدن کانپنے لگا میں نے زمین سے اتنی بار اپنے سر کو مارا کہ وہ لہولہان ہو گیا۔

جب میں نے درشہوار کا لمس اپنے سر پر محسوس کیا تو مجھے ہوش آیا وہ میرے قریب بیٹھی میرا سر سہلا رہی تھی میں جائے نماز کے بجائے بستر پر پڑا تھا میں نے حیرت کے عالم میں درشہوار کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے مجھے ہوش میں آتا دیکھ

کر وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی اے خدا تیرا شکر ہے۔

دری تم اس وقت یہاں کیسے؟ میں نے اسے حلاوت سے مخاطب کیا تو وہ آبدیدہ ہو کر بولی۔

میں والد سے آپ کی طبیعت کی ناسازی کا سن کر آئی تھی جب میں حجرے میں داخل ہوئی تو آپ جائے نماز پر بے ہوش پڑے ہوئے تھے آپ کا سر لہولہان تھا میں نے اس کی اطلاع فوراً والد کو دی انہوں نے آ کر آپ کو بستر پر لٹایا پٹیاں باندھیں اور مجھے یہاں ٹھہرنے کی ہدایت دے کر کوئی دوا لینے چلے گئے۔

ہاں دری پڑھتے پڑھتے مجھ پر رقت طاری ہو گئی مجھے اپنا ہوش نہ رہا تم لوگوں کو بڑی زحمت ہوئی۔

زحمت؟ درشہوار نے خفگی سے کہا۔

نہیں نہیں میری مراد یہ نہیں تھی جو تم سمجھیں میں نے اس کا ہاتھ تھپکتے

ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر میں ابوالحسن آگئے اور ورشموار اٹھ کھڑی ہوئی ان کے ہاتھ میں ایک کوزہ تھا مجھے ہوش میں دیکھ کر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کوزہ میرے قریب لا کر بولے میں یہ مشروب آپ کے لئے لایا ہوں سے پی لیں خدا نے چاہا تو آپ کی طبیعت بحال ہو جائے گی۔

میں نے وہ مشروب حلق میں انڈیل لیا جب تک ورشہوار حجرے میں موجود رہی ابوالحسن ادھر ادھر کی گفتگو کرتے رہے مجھے کچھ دنوں تک مکمل آرام کا مشورہ دیا لیکن جب ورشموار چلی گئی تو انہوں نے باتوں کا رخ بدل کر سنجیدگی سے کہا۔

میاں صاحب خدا آپ کی عظمتوں کو دوچند کرے آپ کو علم کی برتری سے سرفراز کرے لیکن میری بھی تمنا پوری ہو جاتی اگر آپ نے مجھے کسی خدمت کے قابل سمجھا ہوتا میں یہ دوا لے کر شہر سے آ رہا ہوں

سارے شہر میں بیرسٹر راشد حسین کی کوٹھی کے جلے ہوئے شعلے نظر آ رہے ہیں دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ اتنی خطرناک آگ انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

ابوالحسن میں ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا صورت حال معلوم ہو جانے پر میں نے اطمینان کا سانس لیا بیرسٹر راشد حسین اپنی دولت کے بل بوتے پر ظلم کا کاروبار جاری رکھے ہوئے تھا میرے قلب کو سکون مل چکا ہے اب میں مکمل تندہی اور انہماک سے حصول علم کر سکوں گا میں ایک طالب علم کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں شاید علم کے سمندر میں میری تشنگیاں کسی قدر دور ہو سکیں۔

خدا آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے آپ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں ابوالحسن نے دعا دی۔

جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے عصر اور مغرب کی نماز ایک ساتھ

ادا کی راشد حسین کی کوٹھی جل کر خاکستر ہو جانے کی اطلاع سن کر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے دل کا بوجھ اتر گیا ہو رہا او نکار نا تھ تو میرا خیال تھا کہ اس ہولناک آتش زنی کے بعد وہ پہاڑی والے میاں صاحب کے معاملوں میں ٹانگ اڑانے سے باز آ جائے گا یہ واقعہ سن کر میرا جی حجرے میں نہیں لگا جب جنوں کی بستی میں میری آمد کی اطلاع ہوئی تو ایک پورا غول ابوالحسن کے مکان پر جمع ہو گیا آج مجھے یہ ہجوم بہت اچھا لگا میں نے سبھی کی مزاج پرسی کی میری خوش دلی سے اجنہ کے چہرے کھلے جاتے تھے دُرشہوار بھی بہت شادماں نظر آتی تھی عشاء کے بعد ابوالحسن کے مکان پر ضیافت کا اہتمام ہوا جنوں کے لئے اچانک ضیافت کا اہتمام کرنا کوئی بڑی بات نہیں رات گئے تک اجنہ میرے اردگرد بیٹھے رہے میں ان سے ان کے نجی حالات پوچھتا رہا........اور میرا جی چاہا کہ کوئی میرے بھی میری ذات کے احوال

پوچھے اسی لمحے میرے سامنے ورشہوار آ ئی شاید اسے میرے دل کی بات کی خبر ہوگئی تھی یا اس نے اپنی ذہانت سے میری اس کیفیت کا اندازہ لگالیا تھا۔

بہت دیر بعد میں وہاں سے آیا اس روز میں نے الماس کو طلب نہیں کیا........روح کو مادی صورت میں ظاہر ہونے کے لئے بے حد اذیت ناک مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے راشد حسین کے مکان میں آگ لگ جانے کے بعد یوں بھی مجھے الماس کو طلب کرنے کی ضرورت نہ تھی ہاں مجھے دنیا کی دوسری روحوں کو بلانے کا اشتیاق تھا میں مصر کی ملکہ قلوپطرہ کو بلانا چاہتا تھا میں یونان کا شاعرہ سیفو سے ملاقات کرنا چاہتا تھا ان مشہور روحوں کو طلب کرنے کا کام بڑا دشوار گزار تھا تاہم مجھے یقین تھا کہ میں کسی نہ کسی طور انہیں زحمت دوں گا بہر حال اس رات تو مجھے اطمینان تھا بستر پر دراز ہو کر میں نے میاں

صاحب کی ہدایت کے مطابق پانچ مرتبہ آیت الکرسی پڑھی اور اپنے گرد اشارے سے حصار کھینچا پھر تین بار تالی پیٹی اور سونے کے ارادے سے آنکھیں موند لیں میاں صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ آیت الکرسی کی برکتیں کیا ہیں ان کا کہنا تھا کہ اگر کوئی شخص رات کو سونے سے پہلے پانچ مرتبہ آیت الکرسی سے پہلے تین مرتبہ درود شریف پڑھے اور تین مرتبہ تالی پیٹے تو جہاں تک تالی کی آواز جائے گی اس حصے میں کوئی بلا یا آفت نہیں آسکتی۔

دو روز تک میں اپنے عقیدت مندوں میں معمول کے مطابق گھرا رہا میں اب سکون کے ساتھ وظائف میں مشغول رہتا لیکن تیسرے روز ایک ایسا چونکا دینے والا واقعہ پیش آیا کہ میں پھر منتشر ہو گیا۔

اس روز میں اپنے عقیدت مندوں سے ملاقات میں مصروف تھا میں نے دیکھا کہ ہجوم کے پیچھے شمشیر علی سے ایک باوردی پولیس انسپکٹر الجھ

رہا تھا مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں میں کیا تو تو میں میں ہو رہی تھی تھوڑی دیر میں رحیم خان بھی وہاں پہنچ گیا اور وہ بھی انسپکٹر سے الجھ گیا اس عرصے میں میرے سامنے بیٹھے ہوئے لوگ بھی انسپکٹر کی طرف مصروف ہو گئے۔

میں نے ابوالحسن کو اشارہ کیا ابوالحسن جب وہاں پہنچے تو گولی چلنے کی آواز آئی چنانچہ میں بھی دوڑا ہوا وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ شمشیر علی خون میں لت پت پڑا ہے انسپکٹر کو ہجوم بے دریغ مار رہا ہے اس کے ساتھ کے دو پولیس والے پہاڑی سے بھاگ رہے ہیں میں نے با آواز بلند اس سرشور ہجوم کو روکا۔ ٹھہرو۔ میں نے کہا۔

میرے حکم دیتے ہی سب خاموش ہو گئے میں نے ایک نظر انسپکٹر پر ڈالی وہ کھڑا ہوا کانپ رہا تھا لمحوں میں ہجوم نے اس کی حالت شکستہ کر دی تھی اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ بھاگا ہجوم نے اس کا

پیچھا کرنا چاہا مگر میں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا وہ اپنی سزا کو پہنچ جائے گا میں نے کہا اور ساری توجہ جان بلب شمشیر علی کی طرف مبذول کر دی میں نے اس کا سر اپنی گود میں لے لیا اس کی نظروں میں ایک اعتماد تھا فخر کا ایک جذبہ میں نے اس سے پوچھا شمشیر علی تم اس سے کیوں جھگڑ رہے تھے۔؟

شمشیر علی میں بولنے کی سکت نہ رہی تھی مگر وہ اپنے زوال پذیر حواس کو بجا کرتے ہوئے رک رک کر بولا حضرت اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی شمشیر علی زیادہ نہ بول سکا مر گیا ہاشم نے مجھے بتایا کہ جب وہ انسپکٹر کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا یہ کیا شعبدے بازی لگا رکھی ہے۔

شروع شروع میں شمشیر علی نے اسے اس گستاخی سے باز رکھا مگر انسپکٹر آپ کی ذات پر رکیک حملے کرتا رہا میں انہیں بیان کرنے کی جسارت

نہیں کرسکتا بس یہ سمجھ لیجئے کہ جب انسپکٹر اپنی اوقات سے بڑھ گیا تو شمشیر علی نے اس کی گردن دبوچ لی اور گستاخ انسپکٹر نے مشتعل ہو کر گولی چلا دی۔

یہ بہت بڑا واقعہ تھا مجھے اندازہ تھا کہ اس خونی حادثے کے بعد کیسے کیسے افسانے تراشے جائیں گے مگر یہ انسپکٹر کیوں آیا تھا اور اس نے ہی نازیبا کلمات کیسے ادا کئے تھے مجھے یہ جاننے میں ذرا بھی دیر نہ لگی ایک لمحے میں ساری بات مجھ پر عیاں ہو گئی اور میں شدت غضب سے لرزنے لگا میں نے ابوالحسن کو اشارہ کیا کہ وہ شمشیر علی کی میت کا انتظام کریں۔

میں ہجوم کو چھوڑ کر سیدھا حجرے میں داخل ہوا میں نے صحیح صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے تھوڑی دیر تک اپنے ذہن کو ان واقعات پر مرکوز کیا اف میرے خدا! انسپکٹر کو پیر سحر راشد حسین نے بھیجا تھا راشد

حسین زندہ ہے یہ کس طرح ممکن ہے مجھ پر دیوانگی کی کیفیت طاری تھی یکے بعد دیگرے ایسے واقعات رونما ہورہے تھے جو میرے ذہن کو پراگندہ کئے دیتے تھے میں پریشان حال حجرے میں ادھر اُدھر ٹہلتا رہا ادھر میرا فوری طور پر باہر جانا ضروری تھا میں پھر ہجوم میں آ گیا مجھے دیکھتے ہی لوگ مجھ سے لپٹ گئے کسی نے میرے دامن کو پکڑا کسی نے ہاتھ کو بوسے دیئے کوئی میرے قدموں پر جھک گیا میں نے با آواز بلند انہیں مخاطب کیا۔

اے لوگوں..........جو کچھ ہوا۔ وہ بہت افسوس ناک ہے میں دیکھ رہا ہوں، ابھی کچھ اور واقعات رونما ہوں گے شمشیر علی مر گیا ممکن ہے ابھی کچھ اور لوگ اس پہاڑی کی آبرو پر اپنی جان قربان کردیں میں تم سے پرسکون رہنے کی درخواست کرتا ہوں شمشیر علی خدا ترس آدمی تھا اس کی زندگی نیکیوں میں گزری اور اس نے جنت میں اپنے لئے جگہ

بنائی مجھے مسرت ہو گی اگر شمشیر علی کو پورے اہتمام سے دفن کیا جائے
پھر میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے شمشیر علی کے لئے فاتحہ پڑھی۔
شام تک مجمع چھٹ گیا شمشیر علی کی میت کو لوگ پہاڑی سے لے گئے
مغرب کے بعد مجھے ابوالحسن نے بتایا کہ شام کو کچھ پولیس افسروں
نے پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش کی تھی مگر نیچے بیٹھے عقیدت مندوں
نے انہیں روک لیا اس واقعے سے شہر میں کشیدگی پھیل گئی ہے انسپکٹر
سرسوتی کو اسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے اس کی حالت شکستہ ہے اس
کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور وہ ہذیان بک رہا ہے کل صبح دوسرے پولیس
افسران پہاڑی کا رخ کریں گے ابوالحسن اور سارے اجنہ شہر میں پھیل
گئے تھے میں رات بھر جاگتا رہا اور عبادت کرتا رہا درشہوار سے بھی
بات نہ ہو سکی صبح جب سورج طلوع ہوا تو پہاڑی انسانوں سے بھرنے
لگی تھوڑی دیر میں اتنا ہجوم ہو گیا کہ دور دور تک انسان ہی انسان نظر

آتے۔

میں جب حجرے سے باہر آیا تو لوگ نعرے لگانے لگے ان کی بے تابیاں دیکھ کر میں نے انہیں پر سکون رہنے اور بیٹھنے کا اشارہ کیا تا حد نظر نظر عقیدت مند تھے یقیناً ان میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو کل کے واقعے کی سن گن لینے آئے تھے جو تماش بین تھے میں نے بغیر کسی تشویش کے اپنا معمول جاری رکھا رحیم خان اپنے ساتھی شمشیر علی کے انتقال کی وجہ سے بہت دل گیر نظر آتا تھا مجھے اندازہ تھا کہ تھوڑی دیر بعد پولیس ادھر کا رخ کرنے والی ہے اور شاید ہجوم کو بھی اس کا انتظار تھا کوئی نو بجے کے قریب پولیس کی ایک جماعت پہاڑی پر وارد ہوئی مجمع میں اس کی آمد سے کھلبلی مچ گئی سب سے آگے والے افسر نے دور سے مجھے سلام کیا جس سے بے قابو مجمع میں کس قدر نظم پیدا ہوا افسر نے پوری جماعت وہیں چھوڑ دی اور آگے بڑھنے لگا رحیم خان

نے اسے راستے میں جالیا اور اس سے کہا کہ وہ میاں صاحب کی ایما کے بغیر ان سے نہیں مل سکتا پولیس افسر نے اس بات پر سر جھکا دیا وہ ایک ڈی ایس پی تھا رحیم خان دوڑا ہوا میرے پاس آیا اور میں نے اسے پولیس افسر کو اپنے پاس لانے کی اجازت دے دی جب وہ میرے قریب آیا تو اس نے جھک کر سلام کیا اور نہایت انکساری سے مخاطب ہوا۔

میاں صاحب..........میرا نام ظفر علی ہے میں نے ہزاروں افراد سے آپ کی بزرگی اور آپ کے در سے ہونے والے فیض کے واقعات سنے ہیں بخدا میرا یہاں آنے کا مقصد آپ کی بزرگی کی تفتیش کرنا نہیں صرف اپنے فرائض کی بجا آوری مقصود ہے بدقسمتی سے مجھے آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل نہ ہو سکا تاہم میں بھی آپ کے سچے عقیدت مندوں میں سے ہوں۔

اس وقت کس کام سے آئے ہو؟ میں نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا تو ڈی ایس پی گڑبڑا گیا میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ اپنی آمد کی اصل وجہ بتانے سے جھجک رہا تھا۔

میاں صاحب۔ اس وقت یہاں جس مقصد سے حاضر ہوا ہوں اس کے لئے میں تہہ دل سے معذرت خواہ ہوں یقین کیجئے میں صرف کاغذات کی خانہ پری کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

میرے استفسار پر ڈی ایس پی نے مجھے جو واقعات بتائے انہیں سن کر میرا خون کھول اٹھا ڈی ایس پی ظفر علی کے بیان کے مطابق بیرسٹر راشد حسین کا مکان اور اس کا ساز و سامان جل کر راکھ کا ڈھیر ہو چکا تھا لیکن راشد حسین اور ثمینہ کسی نہ کسی طرح بچ گئے اور اب راشد حسین نے پرانے واقعات کی روشنی میں میرے خلاف باقاعدہ تحریری رپورٹ درج کرائی ہے اس رپورٹ میں اس مردود نے اس جھوٹے

قصے کا بھی ذکر کیا تھا جس کی بدولت مجھے سات سال طویل عرصہ جیل میں گزارنا پڑا اور میرے والدین اور بہن بھائی مجھ سے ہمیشہ کے لئے چھن گئے تھے ڈی ایس پی انہی واقعات کی تصدیق کے لئے اس وقت میرے پاس آیا تھا کل جو انسپکٹر آیا تھا وہ گستاخ بھی اسی مقصد سے بھیجا گیا تھا اور اب یک نہ شد دو شد کے مصداق دو کیس پولیس کی تفتیش کا مرکز بن گئے تھے پہلا بیرسٹر راشد حسین کی درخواست کا دوسرا شمشیر علی کے قتل کا واقعہ ڈی ایس پی ظفر علی کا انداز گفتگو اور اس کا طرز عمل سے ان باتوں کی سختی سے تردید کرنے پر آمادہ ہے جو میری ذات سے منسوب کی گئی تھی واقعات کے ہر پہلو سے آگاہ کرنے کے بعد اس نے مجھ سے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

میاں صاحب۔ بیرسٹر راشد حسین نے آپ کی بزرگی پر جو کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے اور جو بے بنیاد الزامات آپ کی ذات

پر عائد کئے ہیں میں اس کمینہ ذات شخص کوایسا پریشان کروں گا کہ وہ تمام زندگی یاد رکھے گا۔

ظفر علی میاں............... کسی کی چھان بین کرنا تمہارا ذاتی معاملہ ہے میں اس ضمن میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دوں گا نہ یہ کہوں گا کہ تم جانبداری سے کام لو تم جو سمجھو کرو۔ مجھے اس سے کوئی سروکار ہے نہ اس کی پروا۔ تم یقینا حقائق جاننے کی جستجو کرو مجھ سے جو ہو سکا میں تمہاری مدد کروں گا میں نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

ظفر میاں مگر مجھے بتاؤ یہ بیرسٹر راشد حسین کا قیام اب کہاں ہے۔؟

وہ شہر کے ایک پنڈت اونکار ناتھ کے ساتھ مقیم ہے دراصل یہ پنڈت ہی راشد حسین اور اس کی لڑکی ثمینہ کو آگ سے بچا کر لے گیا تھا ویسے یہ بہت حیرت انگیز واقعہ ہے اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کوئی پہنچا ہوا پنڈت ہے بہر حال جتنے منہ ہیں اتنی باتیں مجھے تو یہ اونکار

ناتھ کبھی پسند نہیں آیا بلکہ میرا خیال ہے بیرسٹر راشد حسین کی رپورٹ میں اسی کا ہاتھ شامل ہے۔؟

پنڈت اونکار ناتھ کا نام سن کر میرا چہرہ سرخ ہوگیا میں سرتاپا غصے میں کانپنے لگا ڈی ایس پی نے مجھے اس کیفیت سے دوچار دیکھا تو اس خیال سے کہیں اس کیفیت میں میری زبان سے اس کے لئے کوئی بد دعا نہ نکل جائے بڑھ کر میرے پاؤں پکڑ لئے اور گڑگڑانے لگا میں نے اسے مطمئن کر کے رخصت کیا پھر اٹھ کر اپنے حجرے میں واپس آ گیا۔

یہ ڈی ایس پی چلا گیا تو دوسرا آئے گا اب یہ سلسلہ چلتا رہے گا راشد حسین کی رپورٹ میں کوئی جان نہیں اور شمشیر علی کے قتل کے سینکڑوں چشم دید گواہ موجود ہیں میں نے ان واقعات کے قانونی پہلوؤں پر غور کیا مگر پولیس مجھے کسی بھی طرح پریشان کر سکتی ہے اونکار ناتھ اس

واقعے سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گا میں حجرے میں آکر یہی سوچتا رہا مجھے کیا کرنا چاہیے یہ میں کن لوگوں میں پھنس گیا ہوں میاں صاحب کے زمانے میں تو کبھی ایسا نہیں ہوا یقیناً یہ سب میرے ذہن کی بو و کے سبب سے ممکن ہوا ہے باہر لوگوں کا شور بڑھ گیا تھا میں نے باہر آ کر دیکھا ڈی ایس پی سے لوگ گتھے ہوئے تھے وہ اپنے کسی کاغذی خانہ پری نہ کر سکا لوگوں نے پولیس کے خلاف نعرے لگائے میں نے اشارہ کیا کہ خاموشی اختیار کی جائے ایک لمحے میں وہاں سناٹا چھا گیا ڈی ایس پی ظفر علی رحیم خان سے کل کے واقعات کی تفتیش میں مصروف تھا اور میں نے لوگوں سے معذرت کی کہ آج میں ان سے نہ مل سکوں گا تھوڑی دیر میں ویرانی کا تسلط ہو گیا اور میں حجرے میں آکر اپنی سوچوں میں گم ہو گیا۔

میں نے اس وظیفے کو پڑھنا شروع کیا جس کی فضیلت سے میں اپنی بصیرت کو اس حجرے کی دیواروں سے باہر لے جا سکتا تھا اور تھوڑی دیر بعد میں نے خود دیکھا وہ مجھے اور مشتعل کر دینے کے لئے بہت تھا راشد حسین اور ثمینہ اونکار ناتھ کے ہمراہ ٹھہرے ہوئے تھے راشد حسین بہت سراسیمہ تھا مگر اونکار ناتھ اسے کچھ اس طرح کی تسلی دے رہا تھا کہ اب یہ فیصلہ ہو کر رہے گا کہ اس علاقے میں کون زیادہ افضل ہے وہ جادوگر شاہد علی یا پنڈت اونکار ناتھ۔

وہ راشد حسین کو تسلی دے رہا تھا تم کیوں گھبراتے ہو تم میری پناہ میں ہو جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اب نقصان پہنچنے میں کیا رہ گیا ہے راشد حسین بولا شہر میں میری رسوائی ہوئی میرے آباؤ اجداد کی کوٹھی جل گئی پنڈت جی بس کسی طرح اس کمبخت شاہد علی کو ٹھکانے لگا دو مجھے کچھ اور نہیں چاہیے۔

دیکھتے جاؤ راشد حسین آگے کیا ہوتا ہے ممکن ہے تمہیں اس سے برے حالات کا سامنا کرنا پڑے مگر یاد رکھو کہ شاہد علی کا مقابلہ اونکار ناتھ سے ہے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آگ کے شعلوں سے میرے بیر تمہیں کیسے بچا کر لے آئے پنڈت اونکار ناتھ غصے میں واہی تباہی بک رہا تھا۔

مگر سنا ہے شاہد علی کو پہاڑی والے میاں صاحب نے بہت کچھ سکھا دیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک پہنچا ہوا بزرگ ہے پنڈت جی آپ نے اچھی طرح سوچ لیا ہے کہ آپ کا واسطہ کس بلا سے ہے راشد حسین نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

راشد حسین پنڈت اس پر گرجنے لگا وہ بچہ ہے میاں صاحب بھی میرے سامنے خاموش رہتے تھے اس کی حیثیت کیا ہے پولیس میں رپورٹ کے بعد اس کی شخصیت مشکوک ہو گئی ہے کچھ دنوں بعد وہ رسوا

ہو جائے گا میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ نادانی میں الٹے سیدھے قدم اٹھائے اور میں اسے پہاڑی سے بے دخل کرسکوں۔

...........پنڈت کی اس جرات و جسارت پر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا میں نے اوپر بہت کچھ دیکھا اور میں برداشت نہ کرسکا میں نے اپنی بصارت کو وہاں سے واپس بلا لیا۔

درشہوار اور ابوالحسن میرے پاس آئے تو میں بہت سنبھلا ہوا تھا اتنے بڑے واقعے کے بعد میری حالت اطمینان بخش دیکھنے کے بعد ابوالحسن نے خدا کا شکر ادا کیا اور مجھے وہی صبر و ضبط کی تلقین کی کہ ان معاملوں میں پڑنا ہمارا منصب نہیں۔ اب یہی مناسب ہے کہ موجود نزاع کو کس طرح نمٹایا جائے اور اس پہاڑی کی حرمت برقرار رکھی جائے میں ابوالحسن کی باتیں نہایت تحمل سے سنتا رہا اگر میں اس وقت خود کو کوئی مشورہ دیتا تو وہ یہی ہوتا درشہوار اپنے باپ کے سامنے نہیں

بولتی تھی مگر اس نے نظروں نظروں میں اپنے باپ کے مشوروں کی توثیق ضرور کر دی تھی۔

میں رات کہیں نہیں گیا، اور خود کو سمجھاتا رہا کہ خدا کو بیرسٹر راشد حسین کی تباہی منظور نہیں وہ میرے ہر عتاب سے بچ جاتا ہے اس نے اونکار ناتھ کو اس کا محافظ بنا کر کھڑا کر دیا ہے میرا کام کچھ اور ہے مجھے اپنے خدا کے اور قریب ہونا ہے مجھے معاف کر دینا چاہیے یقیناً میری خاموشی کا غلط مطلب اخذ کیا جائے گا مگر اس سے کیا ہوتا ہے سخت ذہنی کشمکش کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ بیرسٹر راشد حسین اور اونکار ناتھ دونوں کو معاف کر دیا جائے قابل صد احترام ہیں وہ جو دوسروں کو معاف کر دیتے ہیں اس فیصلے سے میرے دل و دماغ کا سارا بوجھ چھٹ گیا ذہن کی ساری کثافت دور ہو گئی میں نے بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہو کر معافی طلب کی میں نے کہا خدا مجھے معاف کر میں راستے

سے بھٹک گیا تھا میری رہنمائی کر۔

رات کو میں نے کسی روح کو طلب نہیں کیا میں پوری نیند سے سو رہا دوسری صبح طوطوں نے شور و غل کر کے مجھے بیدار کیا میں نے جلدی سے اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی ایک بار پھر اپنے خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور رات والے عہد کی تجدید کی۔

میں نماز سے فارغ ہوا تھا کہ ورشہوار کے بجائے ابوالحسن میرا ناشتہ لے کر آئے ورشہوار کے نہ آنے سے مجھے ایک کمی سی محسوس ہوئی میں ابوالحسن سے اس کے متعلق پوچھنے والا تھا کہ کسی نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوالحسن نے دروازے کے باہر جا کر دیکھا تو اکبر وہاں موجود تھا دروازہ کھلتے ہی وہ اندر آ گیا اس کے چہرے پر پریشانی کے گہرے تاثرات دیکھ کر میں مضطرب ہو گیا یقیناً وہ کسی اہم ضرورت کے تحت ہی میرے پاس اس وقت آیا تھا اپنے محسن اور سچے دوست کو

پریشان دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھا اس کی پریشانی کا احوال پوچھا تو اکبر آبدیدہ ہو کر بولا شاہد میاں میں تباہ ہو گیا ہوں میرا سب کچھ چھین لیا گیا ہے۔

اکبر۔ میرے دوست خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا افتاد آپڑی ہے کس نے تمہیں پریشان کرنے کی جرات کی ہے میں نے اکبر کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے پوچھا تو وہ بے اختیار ہچکیاں لے کر رو پڑا اس کے آنسو کسی طرح تھمنے کا نام نہ لیتے تھے میں نے اسے رونے دیا جب اس کے آنسو خشک ہوئے تو وہ بسورتے ہوئے بولا۔

شاہد میاں۔ رات نہ جانے کس دشمن نے میرے گھر کو آگ لگا دی میری بوڑھی ماں میرا بھائی اور تمہاری بھابھی سب جل کر مر گئے ایک میں بدنصیب تھا جو آنسو بہانے کے لئے بچ گیا کاش میں بھی مر گیا ہوتا۔

اکبر کی زبانی صورت حال معلوم ہوئی تو میرا ماتھا ٹھنکا میں نے اسی وقت چند لمحوں کے لئے ارتکاز توجہ کی تو سیاہ سپید سے آگاہ ہو گیا اونکار ناتھ نے میرے بے قصور دوست اور محسن کا گھر اس کے خاندان سمیت برباد کر دیا تھا رات میں نے راشد حسین اور اونکار ناتھ کے سلسلے میں جو فیصلہ کیا تھا وہ آن واحد میں میرے ذہن سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا میں اسی وقت جلالی کیفیت میں اٹھا اور اکبر کا ہاتھ تھام کر بولا۔

اکبر میرے ساتھ چلو۔ میں جانتا ہوں تمہاری بربادی میں کس بدبخت اور بد کردار کا ہاتھ ہے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہ اس دنیا میں بد ترین انجام سے دوچار ہو گا آؤ میرے ساتھ اب بات دوسرے انداز سے ہو گی۔

اکبر نے مجھے غصے کی حالت میں دیکھا تو اپنا غم بھول کر بولا شاہد میاں

تمہیں ساتھ لے جانے کی غرض سے نہیں آیا میں تو تمہیں اطلاع دینے آیا تھا میں ابھی واپس جا رہا ہوں مجھے ابھی تجہیز و تکفین کرنی ہے بس دعا کرو کے خدا مجھے صبر عطا کرے۔

نہیں نہیں اکبر۔ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اب یہ چپقلش جنگ کی صورت اختیار کر گئی ہے ایسی صورت میں میں خاموش رہا تو خدا بھی مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔

ابوالحسن جو خاموش کھڑے یہ تمام باتیں سن رہے تھے درمیان میں بولے۔

آپ کے جانے کی ضرورت نہیں یہاں آپ کے بہت سے خدام ہیں ویسے آپ مرحومین کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں جانا چاہیں تو دوسری بات ہے آپ کی ضرورت اس پہاڑی کو زیادہ ہے۔

ہاں مجھ سے زیادہ تمہاری ضرورت تمہارے عقیدت مندوں کو ہے

اکبر مجھے سمجھاتے ہوئے بولا جو کچھ میرے ساتھ ہوا قدرت کو شاید اس میں بھی میری کوئی بہتری۔ منظور تھی مجھے صرف تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے اس کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔

نہیں اب حالات حد سے تجاوز کر گئے ہیں عبادت وریاضت کا کام ایسے پراگندہ ماحول میں خوش دلی سے جاری نہیں رہ سکتا برے لوگوں کو راہ راست پر لانا بھی ایک عبادت ہے اب مجھے اس وقت تک سکون نہیں مل سکتا جب تک میں ان بدکردار لوگوں کی اصلاح نہ کردوں۔

اکبر اور ابوالحسن نے مل کر مجھے بہت سمجھایا میری منت سماجت کی لیکن میں کسی آہنی چٹان کی طرح اپنے فیصلے پر اڑا رہا چنانچہ وہ دونوں میرے عزم کے آگے سرنگوں ہو گئے ابوالحسن نے میرے ساتھ چلنے کی درخواست کی لیکن میں نے پہاڑی پر عقیدت مندوں کی پرسش کے

لئے انہیں مامور کر دیا دن خاصا نکل آیا تھا پہاڑی پر عقیدت مند بڑھ رہے تھے ابوالحسن نے میرے مشورے پر عقیدت مند بڑھ رہے تھے ابوالحسن نے میرے مشورے پر عقیدت مندوں کے ہجوم کو میری بیمار کا عذر کر کے بہ حسن وخوبی رخصت کر دیا جب پہاڑی خالی ہو گئی تو میں اکبر کے ساتھ باہر آیا لیکن پھر میں نے اپنی روانگی کا ارادہ ملتوی کر دیا مجھے خیال آیا کہ اگر میں دن کے وقت پہاڑی سے نیچے اترا تو میرے عقیدت مند مجھے گھیر لیں گے چنانچہ میں نے اکبر کو رخصت کیا اور رات کو آنے کا وعدہ کر کے بے چینی سے رات کا انتظار کرنے لگا۔

دن میں کس کرب سے گزرا اس کا ذکر بے کار ہے ظہر، عصر اور مغرب کی نماز میں نے حجرے میں ادا کی رات کا کھانا درشہوار لے کر آئی تو میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی خاموشی سے کھانا کھایا۔

میں صرف اس سے اتنا ہی کہہ سکا درّی۔ میں جلد واپس آؤں گا۔

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ خاموش خاموش واپس چلی گئی عشاء کی نماز کے بعد ابوالحسن مجھے چھوڑنے آئے میں تاریکی میں باہر نکلا ایک طویل عرصے بعد میں اس راستے پر جا رہا تھا جہاں سے گزر کر میں میاں صاحب کے قدموں تک آیا تھا میرے سامنے تاریکی تھی میں صرف اپنی آنکھیں روشن محسوس کر رہا تھا میرا دل سلگ رہا تھا۔

گھنے درخت کے سامنے اندھیرا تھا اور میں متضاد کیفیتوں میں الجھا
نیچے اتر رہا تھا اس وقت مجھے اپنے اجنہ دوست اور عقیدت مندوں کا
خیال آیا یکبارگی مجھے احساس ہوا کہیں میں کوئی غلط قدم تو نہیں اٹھا رہا
مجھے اپنے حجرے کی طرف واپس ہو جانا چاہیے یہ میرا مقام نہیں کہ
سادھو پجاری اور کمینہ فطرت لوگوں سے الجھوں لیکن اسی لمحے اپنی
مرحوم بہن ،والدین ،اونکار ناتھ کی طنزیہ مسکراہٹ اور بیرسٹر راشد
حسین کا مغرور چہرہ میری نظروں کے سامنے گھوم گیا میں نے اپنی
رفتار تیز کر دی غرضیکہ میں مختلف خیالوں میں الجھا پہاڑی عبور کر کے
نیچے اتر آیا ایک نظر پلٹ کر میں نے اوپر کی سمت دیکھا پہاڑی
اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی نہ جانے مجھے کیوں ایسا محسوس ہو رہا تھا
جیسے میرا وزن بھاری ہو گیا ہو مجھے تھکاوٹ کا احساس ہوا مگر میں نے
اس طرف توجہ کیے بغیر تیزی سے قدم بڑھانے شروع کر دیے جب

میں اکبر کے جلے ہوئے گھر کے قریب پہنچا تو وہ کھنڈرات کے ملبے پر اداس بیٹھا میری راہ تک رہا تھا مجھے دیکھ کر بھاگا ہوا میرے قریب آیا اس وقت میں نے ایک سیاہ چادر سے اپنے جسم کو چھپا رکھا تھا اکبر رقت انگیز لہجے میں کہنے لگا۔

شاہد میاں! مجھے امید تھی کہ تم آؤ گے مجھے تمہاری دوستی پر ناز ہے لیکن میرے بزرگ دوست صرف تمہاری دعائیں بہت ہیں جو کچھ مجھ پر گزری ہے اسے بھول جاؤ ہو گیا اب شر و فساد سے کیا حاصل میری خوشی اسی میں ہے کہ تم واپس اپنے حجرے کی طرف لوٹ جاؤ مجھ سے زیادہ تمہارے بیشمار عقیدت مندوں کو تمہاری ضرورت ہے تم میری حق میں دعا کرتے رہو میرے لئے یہی بہت ہے۔

میں نے اکبر کے سوگوار چہرے پر نظر ڈالی اس کے لہجے میں ہزاروں غم موجود تھے جو مشورہ مجھے اکبر دے رہا تھا وہی مشورہ مجھے ابوالحسن

ور شہوار اور میرے دوست اجنہ نے دیا تھا لیکن ایک بار قدم آگے بڑھا کر پیچھے لوٹ جانا مجھے اچھا لگتا تھا اور نہ یہ بات مناسب معلوم ہوتی تھی میرے نزدیک اونکار ناتھ کو راہ راست پر لانا بھی عبادت تھا اس لئے میں نے اکبر کی بات تسلی سے سن کر اعتماد سے کہا۔

اکبر.......... میرے دوست خدا تمہیں سکون قلب سے نوازتا رہے اور مرنے والوں کو غریق رحمت کرے میری جان تم نے جن جذبوں کا اظہار کیا ہے وہ میرے دل کو لگتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے بات اتنی آسان نہیں ہے جس قدر تم سمجھ رہے ہو اونکار ناتھ کی سرکوبی اگر نہ کی گئی تو اس کے غرور و تکبر میں مزید اضافہ ہوگا اور کچھ عجب نہیں کہ وہ تمہاری طرح اور بھی بے گناہ انسانوں کو اپنے گندے علم اور روجود کے ذریعے پریشان کرے ایسی صورت میں کیا یہ فرض مجھ پر عائد نہیں ہوتا کہ میں مظلوموں کو ایک

جابر کے شر سے نجات دلاؤں بتاؤ کیا میں راستی پر نہیں کیا یہ کوئی خدمت نہیں ہے؟

شاہد میاں خدا تمہاری بزرگی دراز کرے تم جو کچھ کہتے ہو ٹھیک کہتے ہو میں تمہارے علم و فضل اور فہم و بصیرت کا دل سے قائل ہوں لیکن کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حالات ابھی تمہارے حق میں سازگار نہیں راشد حسین کی درخواست اور شمشیر علی کے قتل نے تمہاری راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں پولیس کے محکمے میں جو ہندو افسران موجود ہیں وہ ان عناصر کی پشت پناہی کر رہے ہیں جو تمہاری بدنامی کے درپے ہیں اونکار ناتھ کی ہمدردی میں وہ تمہاری شخصیت کو یکسر فراموش کر کے تعصب کا شکار ہو چکے ہیں ایسے غیر متوازن حالات میں تمہارا کھل کر سامنے آنا دانش مندی کے منافی ہے اگر تمہارے اور اونکار ناتھ کے مقابلے نے ہندو مسلم فساد کی صورت اختیار کر لی تو شہر کا

پر سکون ماحول مکدر ہو جائے گا کیا عجب کہ رفع شر کی آڑ لے کر پولیس
کے ہندو افسران تمہارے در پے آزار ہو جائیں اور تمہیں نظر بند کر دیا
جائے بہت کچھ ہو سکتا ہے تم نے اس کے متعلق کچھ سوچا۔
بس کرو اکبر بس کرو میں جلالی کیفیت میں بولا اب پولیس کی یہ مجال
بھی نہیں کہ وہ میاں صاحب کے عزیز ترین شاگرد کی سمت آنکھ اٹھا کر
بھی دیکھ سکے ان کے پاس اگر قانون کی طاقت ہے تو میرے پاس
ایمان کی قوت موجود ہے خدا مجھے برے حالات سے محفوظ رکھے لیکن
اب ایسا بھی نہیں کہ پلک جھپکتے میں دشمن اپنی سزا کو پہنچ سکتے ہیں سچائی
کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے میں نے بہت غور و خوص کے بعد قدم آگے
بڑھایا ہے حالات سے ڈر کر واپس ہو جانا اور بدی کے خوف سے
نیکیوں سے منہ موڑ لینا مجھے نہیں سکھایا گیا شر کو بڑھنے سے پہلے اس کا
قلع قمع کیا جانا بہتر ہے اب اس بات کا فیصلہ ہو جانا چاہیے اور اونکار

ناتھ کے شر سے اس علاقے کو پاک کر دینا چاہیے۔

اکبر نے مجھے غصے کی حالت میں دیکھا تو خاموش ہو گیا میں اس کے ساتھ اسی وقت قبرستان جا کر مرنے والوں کی قبروں پر فاتحہ خوانی پڑھی اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی قبرستان پہنچ کر اکبر کے زخم دوبارہ ہرے ہو گئے وہ اپنی ماں کی قبر کے پاس کھڑا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا میں نے اپنے دوست کو تسلی دی اور سمجھا بجھا کر قبرستان سے باہر آ گیا اکبر چپ چپ میرے ساتھ چل رہا تھا میں اس کے چہرے سے اس کے دل کی حالت کا اندازہ لگا رہا تھا میرے لئے سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ میں اکبر کی رہائش کا بندوبست کروں چند لمحوں کے غور و خوض کے بعد میں نے اکبر کو مخاطب کر کے کہا۔

اکبر.......... تم نے اپنی رہائش کا کیا حل تلاش کیا ہے؟ میری معلومات کے مطابق اس شہر میں تمہارا کوئی دوست عزیز ایسا نہیں جو

اس وقت تمہارے ساتھ محبت اور اپنائیت کا اظہار کرے۔

خدا کی یہ بستی بہت وسیع ہے شاہد میاں اکبر گلوگیر آواز میں بولا چالیس روز تک میں اسی شہر میں رہوں گا جہاں تک رہائش کا مسئلہ ہے تو میں رات اپنے دفتر میں بھی بسر کر سکتا ہوں لیکن اب میرا دل اس شہر سے اچاٹ ہو چکا ہے چالیسویں کے بعد میں کہیں اور چلا جاؤں گا۔

نہیں وعدہ کرو کہ تم ایسا نہیں کرو گے میں نے اپنے دوست کا ہاتھ تھام کر ٹھوس لہجے میں کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اور یہ رفاقت تمہارے لئے باعث اطمینان ہونی چاہیے ہاں تمہارے اوپر جو گزری ہے اس کا سبب میں ہوں مرنے والوں کو زندہ کرنے کی طاقت تو نہیں رکھتا لیکن اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ تمہارے دوسرے نقصان کی تلافی ہو جائے میری خواہش ہے کہ تم اسی شہر میں قیام کرو اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا تو میرا مشن ادھورا رہ جائے گا تمہارے چلے جانے سے ظالم لوگوں کو

ملنے کا موقع مل جائے گا بولو اکبر میرے دوست کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے چھوڑ کر اکیلے کہیں چلے جاؤ اور کیا میں تمہیں جانے کی اجازت دے دوں تم مجھ سے بہت کم ملتے ہو لیکن بخدا میرے لئے ہمیشہ یہ احساس سکون و فرحت کا باعث رہا ہے کہ تم اسی شہر میں رہتے رہو۔

شاہد میاں۔ یہ میرے لئے سعادت کی بات ہے کہ اتنا عالی مرتبہ بزرگ میرا دوست ہے تمہاری خاطر میں اپنی حقیر جان کا نذرانہ ہر وقت پیش کر سکتا ہوں لیکن......

آگے کچھ نہ کہو اکبر مجھ سے وعدہ کرو کہ تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے خدا نے چاہا تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا تمہیں اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے میرے دوست یوں بھی پریشانیوں سے گھبرا جانا نیک لوگوں کا شیوہ نہیں تمہیں ہمت اور حوصلے سے کام لینا ہو گا ایسی نہ جانے کتنی آزمائشیں زندگی میں اور آئیں گی۔

اکبر نے میرے اصرار کے آگے سر جھکا دیا وہ رات میں نے اکبر کے
ساتھ اس کے دفتر کے ایک مختصر سے کمرے میں گزاری دوسری صبح
جب میں بیدار ہوا تو باہر سے شور وغل کی آوازیں آ رہی تھیں اکبر
صورت حال معلوم کرنے کی غرض سے گھبرایا ہوا باہر نکلا کچھ دیر بعد
اس نے واپس آ کر مجھے بتایا کہ باہر میرے عقیدت مندوں کا جم
غفیر موجود ہے لوگوں کو میری وہاں موجودگی کا علم کس طرح ہوا میں یہ
راز نہ جان سکا بہر حال میں نے از خود باہر جا کر دیکھا مجھ پر ایک عالم
حیرت طاری ہو گیا میرے ہزاروں عقیدت مند سڑک پر جمع تھے مجھے
دیکھ کر انہوں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے ابھی یہ صورت حال
جاری تھی کہ پولیس کی بھاری جماعت وہاں آ گئی غالبا او نکار نا تھ یا پھر
کسی دوسرے ہندو نے پولیس کو اس ہنگامے کی اطلاع کر دی تھی
میرے عقیدت مندوں کو پولیس کی آمد اور میرے گرد گھیرا ڈالنے کی

حرکت سخت گراں گزری قریب تھا کہ صورت حال سنگین ہو جاتی مگر میں نے بروقت آگے بڑھتے ہوئے ہجوم کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور بلند آواز میں کہا۔

اے لوگوں! خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے میری درخواست سنو تم سب اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ میں یہ کشیدگی پسند نہیں کرتا جو ہو رہا ہے وہ صلح و آشتی سے دور ہو جائے تو بہتر ہے اس کے لئے ہنگامہ قطعی غیر مناسب ہے۔

ہجوم میری ہدایت پر واپسی کے ارادے سے چھٹنے لگا مگر کچھ شر پسند ہندوؤں نے چھیڑ خانی شروع کی تو ہنگامہ شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں میدان کارزار جم گیا دس بارہ افراد خون میں نہا گئے میں نے آگے بڑھ کر حالات کو سنبھالنے کی کوشش کی تو پولیس کے چند سپاہی اپنے ہندو افسر کے اشارے پر میرے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے

ہو گئے باقی پولیس والوں نے ہجوم پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیئے

میں دیکھ رہا تھا کہ وہ تاک تاک کر میری عقیدت مندوں کو زدوکوب کر

رہے تھے میرا دل چاہا کہ میں ان سب کے سینے میں خنجر بھونک دوں یا

کوئی ایسا عمل شروع کر دوں کہ ان کے ہاتھ قلم ہو جائیں لیکن میں

نے خود کو قابو میں کیا میرا ذرا سا اشتعال صورت حال کو اور سنگین کر

دیتا۔

پولیس والے بدستور میرے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے اکبر اس

اچانک افتاد سے بہت پریشان نظر آ رہا تھا خدا کا شکر ہے بات زیادہ

آگے نہیں بڑھی اور پولیس نے جلدی ہجوم کو منتشر کر دیا خون میں لت

پت زخمیوں کے سوا باقی افراد بھاگ چکے تھے میں پھر خاموشی سے

اندر آ گیا اکبر نے میرے ساتھ آنے کی کوشش کی تو پولیس کے چند

سپاہیوں نے اس کا راستہ روک لیا میں نے پلٹ کر ایک نظر پولیس

والوں پر ڈالی پھر مسکراتا ہوا اندر آ گیا اندر آ کر پولیس کے ایک افسر نے جو ایس پی کے عہدے پر فائز تھا مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

مسٹر شاہد کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم پہاڑی پر سے نیچے کس غرض سے آئے ہو اور اس ہنگامے کی کیا وجہ ہے؟

میں اپنے دوست کو اس کی بربادی کا پرسہ دینے کی خاطر آیا تھا میں نے بڑے صبر سے کام لیتے ہوئے جواب دیا رہا ہنگامے کا سوال تو مجھے حیرت ہے کہ یہ صورت کس طرح پیدا ہو گئی؟

سنو مسٹر شاہد میں کوئی کچا عقیدہ رکھنے والا مسلمان نہیں ہوں جو تمہاری شعبدہ بازی سے مرعوب ہو کر دھرماتما یا اوتار سمجھ کر تمہاری پوجا شروع کر دوں ایس پی نے جو ہندو تھا تلخ لہجے میں کہا مجھے اپنے مخبروں کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے تم کس کارن پہاڑی سے نیچے اترے ہو میں

تمہارے دھرم کے معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کرنا چاہتا لیکن تمہیں متنبہ کروں گا کہ تم پہلی فرصت میں اپنے ڈیرے کی طرف واپس لوٹ جاؤ شہر میں امن برقرار رکھنا میرے فرائض میں داخل ہے اس کے لئے میں دنگا فساد کرنے والوں پر سختی بھی کر سکتا ہوں۔؟

ایس پی کا لہجہ تلخ اور اشتعال انگیز تھا میرے لئے اس کا یہ تضحیک آمیز سلوک ناقابل برداشت تھا پھر بھی میں نے بڑے صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

ایس پی صاحب کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کچھ لوگوں نے تمہیں میرے ضمن میں ورغلایا ہو اور یہ ہنگامہ جو ہوا ہے حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش ہو۔

اصلیت کیا ہے یہ جاننا تمہارا نہیں بلکہ ہمارا کام ہے ایس پی نے مجھے لال پیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا تمہارے لئے میرا یہی حکم ہے کہ تم واپس پہاڑی پر چلے جاؤ ورنہ میں سختی کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا

کیا سمجھے؟

میرے لئے اب ایس پی کے اس گستاخانہ رویے کو مزید برداشت کرنا ناممکن ہو گیا تھا پھر بھی میں نے قدرے نرمی سے کام لیتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

راستی پر کون کون حق کا امین ہے یہ وقت تمہیں بتا دے گا لیکن کیا میں دریافت کر سکتا ہوں جب دشمنوں نے میرے دوست کے گھر کو آگ لگائی تھی اور اس کے بیوی بچے درد سے چلا رہے تھے اس وقت تم کہاں تھے۔؟

مسٹر شاہد۔ایس پی نے اپنی بید اپنے دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے غصے سے کہا تم مجھے سختی کرنے پر مجبور کر رہے ہو۔

حق کی راہ میں سختیاں برداشت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

تو کیا تم پہاڑی پر واپس جانے کے لئے تیار نہیں ہو؟ ایس پی کے لہجے میں میرے لئے کھلا چیلنج موجود تھا۔

خدا کے بنائے ہوئے قوانین کے آگے دنیوی قانون میرے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتے میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

میں دیکھوں گا کہ تم کتنے دنوں شہر میں رہ سکتے ہو ایس پی کرخت آواز میں بولا میں تمہاری شکایت آئی جی سے کروں گا اس کے بعد کیا ہوگا تم دیکھو گے۔

میری دعا ہے کہ خدا تمہیں نیک ہدایت دے۔

شٹ اپ ایس پی نے تلملا کر کہا اور پھر بولا۔ بحیثیت ایس پی سٹی کے میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم میری اجازت کے بغیر اس عمارت سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرو گے دوسرا حکم تم کو براہ راست آئی جی کی طرف سے ملے گا۔

ایس پی اتنا کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا اس کے جانے کے کچھ دیر بعد اکبر بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا اور مجھ سے گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

شاہد میاں ایس پی نے باہر اپنے آدمی تعینات کر دیئے ہیں اور مجھے ہدایت کی ہے کہ میں باہر جانے کی کوشش نہ کروں میں نے اسی وجہ سے تمہیں مشورہ دیا تھا کہ حالات ابھی سازگار نہیں ہیں اب بھی وقت ہے شاہد میاں تم نے اگر اپنی ضد نہ چھوڑی اور پہاڑی پر واپس نہ گئے تو صورت حال زیادہ سنگین ہو جائے گی۔

صورت حال تو سنگین ہو چکی ہے اکبر اور مزید سنگین ہو گی دیکھتے جاؤ کہ کیا ہوتا ہے۔

اکبر نے ہر چند مجھے سمجھانے کی کوشش کی لیکن پھر تھک ہار کر خاموش ہو گیا حالات کے دھارے نے جو رخ اختیار کیا تھا اس نے میری

طبیعت میں اور جوش پیدا کر دیا میں پنڈت اونکار ناتھ کو یہ بات بتانا چاہتا تھا کہ وہ کس طاقت سے نبرد آزما ہے اس نابکار نے نہ صرف یہ کہ میری عبادت اور ریاضت کو چیلنج کیا تھا بلکہ میاں صاحب کی بزرگی کی شان میں بھی گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے میں اس کی آنکھوں پر پڑی ہوئی اس پٹی کو ہٹانا چاہتا تھا جس نے اسے تکبر کا شکار بنا رکھا تھا چنانچہ میں نے اسی وقت وضو کیا اور ایک وظیفہ پڑھنے بیٹھ گیا اکبر نے کوئی مداخلت کرنی مناسب نہیں سمجھی اور خاموش ہو کر بیٹھ رہا۔

میں وظیفے میں منہمک رہا تصور میں پنڈت اونکار ناتھ کی حویلی میرے سامنے تھی میری کیفیت اس وقت کچھ عجیب سی تھی جوں جوں وظیفہ مکمل ہوتا جاتا تھا میرے اوپر غنودگی اور نشے کی سی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی میں نے وظیفہ ختم کر کے انگشت شہادت اونکار ناتھ کی حویلی کی سمت اٹھائی۔

پھر میں نے کشف کیا اور اپنی نظریں بند کر کے درمیانی رکاوٹوں کو دور کرنے کا عمل پڑھا تو اونکار ناتھ کی حویلی جس سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے میری نظروں کے سامنے تھی میں نے اونکار ناتھ کو بڑے غیظ و غضب کی حالت میں دیکھا وہ دیوانوں کی طرح اپنے قیمتی مال و اسباب کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے بچانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن ہر چیز خس و خاشاک کے مانند جل رہی تھی بیرسٹر راشد حسین ثمینہ کا ہاتھ تھامے آگ کے شعلوں سے بچتا بچاتا باہر کی طرف بھاگتا نظر آیا مجھے اس وقت جو روحانی خوشی حاصل ہوئی اس کا اندازہ میرے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا میں نے کشف کی حالت کو ختم کیا نظریں کھول کر اکبر کی طرف دیکھا تو وہ حیران پریشان کھڑا میری طرف پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا میں جائے نماز سے اٹھا اور اکبر کو مخاطب کر کے بولا۔

اکبر میرے دوست اونکار ناتھ نے تمہارے ساتھ جو جارحانہ سلوک کیا تھا اس کے انتقام کا پہلا مرحلہ میں نے پورا کر دیا ابھی کچھ دیر میں تم سنو گے کہ اس نابکار پنڈت کی شاندار حویلی کا کیا حشر ہوا۔

شاہد میاں تم پر خدا کی رحمتیں ہوں خدا کے لئے تم ان باتوں سے پرہیز کرو اکبر نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے کہا اس طور پر دوسروں سے انتقام لینا اور نقصان پہنچانا تمہارے شایان شان نہیں جو کچھ اونکار ناتھ نے میرے ساتھ کیا ہے اس کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو اس کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔

نہیں اکبر ان نصائح سے میں تنگ آ چکا ہوں اب اس کمینہ صفت شخص کو بتانا ہی ہو گا کہ دل آزاری کی سزا کیا ہوتی ہے بزرگوں کی شان میں گستاخانہ کلمے استعمال کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے میں اگر چاہتا تو وہ شیطان پنڈت مع راشد حسین اور ثمینہ کے اس آگ میں بھسم ہو سکتا

تھا لیکن میں نے انہیں ایک اور موقع دیا ہے میرا خیال ہے یہ بہت

ہے انہیں یقینا عبرت ہو گی۔

شاہد میاں۔بڑے میاں صاحب کی دعاؤں سے تم نے بہت کچھ پا لیا

ہے میں جانتا ہوں کہ تمہارے پاس موکلوں کی ایک پوری فوج موجود

ہے تم جسے چاہو نقصان پہنچا سکتے ہو مگر ان باتوں سے اول تو تمہاری

بزرگی پر حرف آئے گا پھر تمہاری عقیدت مند بھی تم سے کترانے لگیں

گے۔

ممکن ہے تمہارا اندازہ درست ہو مگر اب ان باتوں کو سوچنے سمجھنے کا

وقت گزر چکا ہے میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

میں مانے لیتا ہوں شاہد میاں لیکن پولیس افسران کو تم کس طرح

مطمئن کر سکو گے؟ وہ تمہارے خلاف سخت کارروائی بھی کر سکتے ہیں۔

پولیس میں نے قدرے نفرت سے کہا ہاں وہ میرے خلاف بہت کچھ

کر سکتے ہیں لیکن یاد رکھو اگر انہوں نے زیادتی سے کام لیا تو مجھے انہیں کوئی معقول سبق دینا پڑے گا میرا خدا اس بات کا شاہد ہے کہ میں نے ابھی تک کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا میرا کوئی عمل ایسا نہیں جس میں میری کسی ذاتی غرض کو دخل ہو۔

ابھی میرے اور اکبر کے درمیان گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ وہی ایس پی غصے سے بھرا ہوا اندر داخل ہوا اور مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس وقت وہ بڑے تذبذب کی حالت میں ہے میں مطمئن انداز میں بیٹھا رہا کچھ توقف کے بعد وہ مجھے مخاطب کر کے بولا۔

کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ کسی نے پنڈت اونکار ناتھ جی کی حویلی کو آگ لگا دی ہے۔؟

میں نے مسکراتے ہوئے طنزاً جواب دیا جب تم نے مجھے یہاں نظر بند

کیا ہے تو بھلا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔

تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے مسٹر شاہد۔ ایس پی ماتھر نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں میں خوب سمجھتا ہوں کہ پنڈت جی کی حویلی میں آتشزدگی کیوں کر ہوئی اس میں بھی تمہارے کسی سیوک کا ہاتھ ضرور شامل ہے ایس پی کے لہجے میں گھن گرج ضرور تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ مرعوب بھی ہے چنانچہ میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

ماتھر جی تم مجھ سے کچھ پوچھنے کے بجائے اپنے پنڈت اونکار ناتھ سے کیوں نہیں دریافت کرتے کہ یہ حرکت کس نے کی ہے ہو سکتا ہے وہ اپنے کالے علم کے ذریعے تمہیں حقیقت سے آگاہ کر دے۔

مسٹر شاہد تم زیادتی کر رہے ہو تم ہمارے پنڈت اور پجاریوں پر کیچڑ نہیں اچھال سکتے تمہیں اس حرکت پر پچھتانا ہوگا۔

میرا ایمان ہے ماتھر جی کہ خداوند کریم کو جو منظور ہوتا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے میں نے ایس پی کی بوکھلاہٹ سے قدرے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا انسان کی کیا مجال کہ وہ قانون قدرت میں رخنہ اندازی کر سکے۔

بکواس بند کرو ملا۔ ماتھر آپے سے باہر ہو کر بولا میں تمہیں حوالات میں بند کر کے سڑوا بھی سکتا ہوں۔

ماتھر کے منہ سے بے ہودہ کلمات سن کر مجھے غصہ آ گیا۔

میں نے زبان بندی کا عمل پڑھ کر اس کی جانب دم کیا تو وہ بولتے بولتے یک لخت خاموش ہو گیا اس کی حالت مضحکہ خیز ہو گئی اس کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن آواز ندارد تھی دوسرے ہی لمحے وہ خوفزدہ نظر آنے لگا اس کی آنکھوں سے بے بسی جھانک رہی تھی اس نے واپس جانے کے ارادے سے گھومنے کی کوشش کی لیکن اس کے قدم جیسے

زمین سے جکڑ کر رہ گئے تھے اس کیفیت نے اس کی رہی سہی عقل بھی خبط کر دی اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں ان دو سپاہیوں کو کمرے سے باہر جانے کا اشارہ کیا جو اس کے ساتھ آئے تھے اور اس کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے تھے سپاہی باہر نکل گئے تو اس نے میری طرف رحم طلب نظروں سے دیکھا اور ہاتھ جوڑ دیئے ماتھر سے میری کوئی دشمنی نہیں تھی میں اسے صرف اس کی بدکلامی پر تھوڑی سی سرزنش کرنا چاہتا تھا چنانچہ جب اس نے میرے سامنے ہاتھ جوڑے تو میں نے بڑی نرمی سے کہا۔

جاؤ ماتھر جی آئندہ اس بات کا دھیان رکھنا کہ اللہ والوں کو چھیڑنا اور ان سے بدکلامی کرنے کا انجام اچھا نہیں ہوتا تمہاری لئے اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔

میرا یہ کہنا تھا کہ ماتھر کی قوت گویائی دوبارہ واپس آ گئی اس نے سہمے

ہوئے لہجے میں بوکھلا کر میرا شکریہ ادا کیا پھر الٹے قدموں دروازے سے باہر نکل گیا اکبر ابھی تک پیدا ہونے والی صورت حال سے بڑا متاثر نظر آ رہا تھا میں نے اکبر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

تم پریشان مت ہو اکبر اب ماتھر جی دوبارہ میرے خلاف ایک لفظ کہنے کی ہمت نہیں کریں گے۔

اکبر نے اثبات میں گردن کو جنبش دی پھر برابر والے کمرے میں چلا گیا میں کمر سیدھی کرنے کی غرض سے اسی کوچ پر نیم دراز ہو گیا جس پر میں نے رات گزاری تھی میرا ذہن پنڈت اونکار ناتھ میں الجھا ہوا تھا میری خواہش تھی کہ وہ اپنی حماقتوں کو محسوس کرے اور میرے پاس آ کر غلطیوں اور غلط فہمیوں کا اعتراف کرے اسی وجہ سے میں نے ابھی تک اسے کچھ طرح دے رکھی تھی البتہ راشد حسین اور ثمینہ کے لئے میرے دل میں رعایت کی کوئی گنجائش نہیں تھی مگر مجھے رشیدہ کی واپسی

کا انتظار تھا میں چاہتا تھا کہ ان پر مصائب کا سلسلہ اتنا ہی طویل ہو
جتنا اس خاندان کی وجہ سے مجھ پر ہوا تھا میں لاکھ کوشش کے باوجود
بیرسٹر راشد حسین کے مظالم کو نہ بھلا سکا تھا مجھے اکبر کا خیال بھی تھا
میری ہی وجہ سے بے چارہ راندہ درگاہ ہوا تھا میں چاہتا تھا کہ اس کی
آسودہ حالی کے لئے بھی کچھ کروں۔

ابھی مجھے نیم دراز ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک ابوالحسن جن
میرے سامنے نمودار ہوئے ان کے چہرے پر مجھے الجھن اور پریشانی
کے تاثرات نظر آئے تو میں نے دریافت کیا۔

کیا بات ہے ابوالحسن آپ مجھے خلاف توقع آزردہ خاطر نظر آتے ہیں
میاں صاحب ابوالحسن نے عجز سے کہنا شروع کیا میں ایک بار پھر
آپ کی خدمت میں یہ درخواست کرنے حاضر ہوا ہوں کہ آپ
پہاڑی پر چل کر رشد و ہدایت اور فیض عام کا سلسلہ جاری کریں اور

اپنے خادموں کو متوقع دیں کہ وہ آپ کے کسی کام آسکیں ابوالحسن نے بڑی لجاجت سے کہا صرف آپ کے اشارے کی دیر ہے میاں صاحب میرے قبیلے کے ہزاروں افراد آپ کے دشمنوں کو منٹوں میں صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیں گے۔

میں آپ کا شکر گزار ہوں ابوالحسن کہ آپ اور آپ کے قبیلے کے احباب مجھے اتنی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں آپ میرے عزیز ہیں آپ نے قدم قدم پر میری رہبری کی ہے لیکن میں نے بارہا آپ سے گزارش کی ہے کہ ان معاملوں میں آپ نہ الجھئے مجھے اعتراف ہے کہ میں اس معاملے میں اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ سکا مجھے اپنی شکست تسلیم ہے لیکن ابوالحسن یقین کیجئے یہ سب میں اس بابرکت پہاڑی کے آبرو کے لئے کر رہا ہوں اور اس لئے بھی کہ میں کامل سکون سے آئندہ اپنے مشاغل دینی میں مصروف رہ سکوں۔

باہر ایک ہنگامہ بر پا ہے میاں صاحب ابوالحسن تیزی سے بولے آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کی عدم موجودگی کو مختلف اور عجیب معانی پہنانے شروع کر دیئے ہیں۔

یہ آپ نے کیا کہا ابوالحسن ؟ میں چونک کر سیدھا ہوتے ہوئے بولا مجھے بتایئے ابوالحسن کہ میرے عقیدت مندوں نے میرے بارے میں کیا خیال رکھا ہے یہ کس قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔

لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے خدانخواستہ پولیس سے متاثر ہو کر پہاڑی چھوڑ دی ہے ابوالحسن نے ڈرتے ڈرتے کہا کچھ لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ آپ ہی کے حکم پر شمشیر علی نے پولیس انسپکٹر پر حملہ کیا تھا بعض افراد نے دشمنوں کے بہکائے میں آ کر آپ پر بے بنیاد اور گھناؤنے الزامات تراشنے بھی شروع کر دیئے ہیں

اللہ اکبر، اللہ اکبر، میں نے حیرت سے کہا ابوالحسن کیا میرے عقیدت

مند میری گزشتہ خدمات بھول گئے؟ کیا انہیں یہ یاد نہیں رہا کہ میاں صاحب نے اپنی جانشینی کی سعادت مجھے سونپی تھی؟ کیا میں نے اس سلسلے میں کبھی کوئی کوتاہی کی؟ خیر میں نے خود کو سمجھاتے ہوئے کہا کہنے دو اگر وہ کچھ کہتے ہیں اللہ بڑا ہے اسے جو منظور ہوگا........ وہی ہوگا۔..........

میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں میاں صاحب کہ آپ اپنے حجرے میں واپس چلیں ساری باتیں از خود ختم ہو جائیں گی آپ کے حریف راہ راست پر آجائیں گے اور عقیدت مندوں کے شبہات بھی دور ہو جائیں گے۔

نہیں ابوالحسن نہیں اب یہ ناممکن ہے میں نے اٹھ کر ہاتھ ملتے ہوئے کہا یہ میرا دل دیکھو کیا تمہیں اس میں برائیاں نظر آتی ہیں؟ خدا شاہد ہے ابوالحسن میں نے بلاوجہ کسی کو پریشان کرنے کی کوشش نہیں کی اس

لئے مجھے کسی بات کا خوف نہیں میرے عقیدت مند جو کہتے ہیں انہیں کہنے دو میں دعا کروں گا کہ خدا ان کو سیاہ سفید کا فرق سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔

ابوالحسن نے مجھے سمجھانے اور پہاڑی پر واپس جانے کے لئے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے لیکن میں اپنی جگہ اٹل رہا اس نے میرے دشمنوں سے نپٹنے کے لئے مجھ سے اجازت چاہی لیکن میں نے منع کر دیا ابوالحسن مایوس ہو کر واپس چلے گئے تو میں نے سکون قلب کی خاطر میاں صاحب کا ودیعت کیا ہوا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا میں خود کو مزید مشتعل نہیں کرنا چاہتا تھا مبادا کہ اشتعال کی حالت میں مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جاتی جو خدا کے حضور ناگوار گزرتی میرے وظیفے کا ورد ابھی جاری تھا کہ اکبر ناشتہ لے کر آ گیا میں نے وظیفہ ختم کر کے ناشتہ کیا ناشتے کے دوران اکبر نے میرے استفسار پر بتایا کہ

ماتھر نے ان پولیس والوں کو واپس بلا لیا ہے جو میری نگرانی پر مامور کئے گئے تھے۔

ظہر اور عصر کی نماز میں نے اکبر کے دفتر میں ہی ادا کی مغرب کی نماز کے بعد میں باہر جانے کا قصد کر رہا تھا کہ ڈی ایس پی ظفر علی آ گئے انہوں نے مجھے بڑے ادب سے سلام کیا میں نے آنے کی وجہ دریافت کی تو بولے۔

میاں صاحب میں آپ کو شہر کی حالت سے باخبر کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

ظفر علی میاں میں جانتا ہوں کہ باہر کیا ہو رہا ہے لیکن ان باتوں سے میرا کوئی سروکار نہیں رہا پنڈت اونکار ناتھ کا مسئلہ تو میں تم کو بلا خوف و خطر بتاتا ہوں کہ اس کی حویلی میرے موکلوں نے جلائی تھی لیکن پولیس میرے خلاف کوئی فردِ جرم عائد نہیں کر سکتی جس وقت حویلی جلی

تھی اس وقت تمہارے ایس پی ماتھر جی کے سپاہی میری نگرانی کے لئے موجود تھے وہ اس بات کی شہادت دیں گے کہ میں ایک لمحے کے لئے بھی باہر نہیں گیا۔

آپ کا کہنا بجا ہے میاں صاحب لیکن میں اس وقت ایک خاص درخواست لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں ظفر علی نے دبی زبان میں کہا اگر آپ کچھ دنوں کے لئے پہاڑی پر واپس چلے جائیں تو شہر کے حالات سدھر سکتے ہیں رہا پنڈت اونکار ناتھ کا مسئلہ تو میں آپ کو ایک سچے عقیدت مند کی حیثیت سے یقین دلاتا ہوں کہ میں اس کے خلاف کارروائی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا۔

میں خدا کے سوا کسی کا پابند نہیں ہوں ظفر علی میاں میں نے چڑ کر کہا شہر میں پھیلی ہوئی کشیدگی کو دور کرنا پولیس کا کام ہے یقین رکھو میں تم لوگوں کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔

ظفر علی بھی مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔تو میں نے اس کشیدہ اور
ناگفتہ صورت حال کا از سرِ نو جائزہ لیا پولیس کے دباؤ میں آ کر اپنے
تمام اقدام واپس لینے کا مطلب تھا کہ پولیس مسلمانوں کے معاملے
میں ہمیشہ یہ وتیرہ اختیار کرتی میں سوچنے لگا وہ صبح مجھ سے اجازت
لے کر دوسرے کمرے میں گیا تھا لیکن ابھی تک واپس نہیں آیا دوپہر کا
کھانا اس کے ایک چپڑاسی نے مجھے کھلایا تھا اکبر کی عدم موجودگی سے
میرا ماتھا ٹھنکا میں نے اٹھ کر دوسرے کمرے میں جھانکا تو وہاں کوئی
موجود نہ تھا دفتر بند پڑا تھا اکبر کہاں جا سکتا ہے؟
میں نے سوچا پھر میرے ذہن میں مختلف شبہات سر ابھارنے لگے
جوں جوں وقت گزرتا گا میری بے چینی اور الجھن میں اضافہ ہوتا گیا
عشا کا وقت آیا تو میں نے اضطراب کے عالم میں نماز ادا کی چپڑاسی
کے ذریعے میں نے روحوں کو بلانے کے لئے مختلف قسم کے لوازم

آگ اور خوشبو منگوائی اور پھر الماس کی روح کو طلب کرنے والا وظیفہ شروع کر دیا الماس کی روح جلد ہی میری طلبی پر حاضر ہو گئی میں نے اس سے اکبر کے بارے میں دریافت کیا تو وہ با ادب بولی۔

اے نیک بزرگ آپ کے دوست کو اونکار ناتھ کے کالے علم کے بیروں نے اغوا کر لیا ہے۔

الماس۔ اسکا نام میرے ہونٹوں سے نکل نہیں رہا تھا مجھے بتاؤ کہ اکبر اس وقت کہاں ہے اور وہ مردود اونکار ناتھ پنڈت مجھے کہاں مل سکتا ہے۔؟

اونکار ناتھ بیرسٹر راشد حسین اور ثمینہ کو ساتھ لے کر ایک مقامی مندر میں مقیم ہے جہاں پولیس کا کڑا پہرہ لگا ہوا ہے پجاریوں کو بھی مندر میں جانے کی اجازت نہیں مل رہی۔

الماس اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تو میں اس پر اور مشتعل ہو گیا اس کا

جواب ادھورا تھا میں نے اسے شدید غصے کی حالت میں مخاطب کر کے کہا۔

الماس تم نے اکبر کے بارے میں مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ کس مقام پر قید کیا گیا ہے یہ تم غیر واضح جوابات کیوں دے رہی ہو مجھے حالات سے پوری طرح باخبر کرو۔

حضرت میں آپ کی تابع ہوں، الماس نے یہ کہہ کر سر جھکایا۔

میں نے خود کو سنبھالا اور اس سے کہا الماس جاؤ اور اکبر کو رہا کر کے میرے پاس حاضر کرو۔

الماس نے نظریں نیچی کر کے کہا اے عالی مرتبہ بزرگ میں آپ کے احکام کی تابع ہوں لیکن اکبر کی رہائی کے سلسلے میں معذور ہوں۔

وجہ۔؟ الماس وجہ؟

اے بزرگ او نکار ناتھ کالے علم اور سفلی جیسے ناپاک علم میں دور دور

تک مشہور ہے اس نے اپنی دیوی دیوتاؤں سے پرارتھنا کی ہے کہ وہ اس کی سہائتا کریں کالی نے اس کی درخواست قبول کر لی ہے اور اب۔

میں ان بے ہودہ تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا الماس مجھے اکبر کا پتا درکار ہے۔

میں معذور ہوں حضرت جہاں کالے علم کے ناپاک بیر ہوں اس علاقے میں میرا گزرنا ناممکن ہے میں خود کو آلودہ نہیں کرنا چاہتی۔

الماس نے نظریں جھکا کر اپنی مجبوری کا اظہار کیا تو میں غصے سے لرز نے لگا چنانچہ میں نے اسے غضب ناک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

اے الماس کیا میں یہ سمجھوں کہ تم نے میرے احکام سے انکار کی جرات کی ہے؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ پہاڑی سے نیچے آنے میں میرا

مقصد کیا ہے کیا تم نہیں جانتیں کہ انکار کرنے کے بعد تم کس سزا کی مستوجب ہو رہی ہو؟ جاؤ تم نے میرے حکم سے انکار کی جرات کیسے کی؟ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس علاقے میں جاؤ جہاں اکبر موجود ہے میرے دوست کی بازیابی کا کام تمہیں سرانجام دینا ہوگا انکار کا لفظ اب تمہاری زبان پر نہیں آنا چاہیے۔

الماس نے سہمی ہوئی نظروں سے میری سمت دیکھا پھر خاموشی سے گردن جھکا لی میں کچھ دیر تک اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا لیکن جب الماس نے کوئی کلام نہ کیا تو میں نے اسی لہجے میں مخاطب کیا۔

الماس میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں۔

اے نیک بزرگ میں اکبر کی بازیابی کے سلسلے میں مجبور اور بے بس ہوں۔

تم گستاخی کر رہی ہو میں تمہیں اس کی سزا ضرور دوں گا کیا تم نے ان

طوطوں کو نہیں دیکھا جو میرے حجرے میں موجود ہیں۔؟

نہیں، نہیں بزرگ میں معافی چاہتی ہوں لیکن میں مجبور ہوں۔

میں نے اس کی بات نہیں سنی اور طیش میں آ کر ایک عمل پڑھا الماس کی روح ایک لمحے میں غائب ہو گئی مجھے یقین تھا کہ وہ جلد ہی میرے پاس کسی اور صورت میں اپنی گستاخی کی معافی مانگنے آئے گی اس وقت میرا عالم عجیب تھا کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی میرے حواس معطل ہو چکے تھے اور میں ایک بزرگ سے ایک عام شخص بن گیا تھا مجھے اکبر کے اغوا نے چڑ چڑا کر دیا تھا میں غصے میں پھنکا جا رہا تھا کچھ دیر تک میں اسی کیفیت سے دو چار رہا پھر میں نے ایک اور وظیفہ پڑھا اور اس مندر کو نذر آتش کر دیا جہاں اونکار ناتھ راشد حسین اور ثمینہ کے ساتھ چھپا ہوا تھا اس کے بعد میں نے کشف کیا تو درمیانی رکاوٹیں چھٹ گئیں میری نظریں جلے ہوئے مندر پر تھیں لیکن مجھے یہ دیکھ کر سخت

تعجب ہوا کہ اونکار ناتھ اس بار بھی راشد حسین اور ثمینہ کو ساتھ لے کر مندر سے نکل گیا تھا راشد حسین بری طرح بوکھلایا ہوا تھا اس نے خوف زدہ لہجے میں اونکار ناتھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

پنڈت جی بھگوان کے لئے اس شاہد علی کے لئے کچھ کرو ورنہ ہم کب تک آگ کے شعلوں سے یوں جان بچاتے پھریں گے۔

دھیرج! راشد حسین دھیرج۔ اونکار ناتھ نے غصے سے تلملا کر جواب دیا میں دیکھوں گا کہ وہ مجھ پر کتنے وار اور کر سکتا ہے میرے بیر اسے بہت جلد موت کے گھاٹ اتار دیں گے یہ بچوں کا کھیل جلد ہی ختم ہو جائے گا۔

اونکار ناتھ اور راشد حسین مندر کے باہر کھڑے ان باتوں میں مصروف تھے کہ میں نے دیکھا ہندو اور مسلم کے دو گروہ نمودار ہو کر آپس میں برسر پیکار ہو گئے ہندوؤں کا خیال تھا کہ مقدس عمارت کو

مسلمانوں نے آگ لگائی ہے لہذا کشیدگی کا پیدا ہونا لازم تھا میرے
دیکھتے ہی دیکھتے دونوں گروہ جنگلی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر
ٹوٹ پڑے کئی خنجر مختلف سمت سے لہرائے اور متعدد بے گناہ افراد خون
میں نہا کر لوٹ پوٹ ہو گئے اس صورت حال کو دیکھ کر میں چونکا میں
نے آنکھیں کھول دیں میرے ذہن میں اب بھی زخمیوں کی چیخ پکار
گونج رہی تھی میں محسوس کر رہا تھا کہ مرنے والوں کا خون میری گردن
پر ہے لیکن میں مجبور تھا اکبر کے اغوا کی واردات نے مجھے دیوانگی کی
سرحدوں پر لا کھڑا کیا تھا میں یہ بتانا بھول گیا کہ میں نے اکبر کی
حالت اور اس کی قید کے مقام کے تعین کے لئے بھی کشف کرنے کی
کوشش کی لیکن میں کامیاب نہ ہو سکا یہی وجہ تھی کہ میں ہوش وحواس
کھو بیٹھا میں نے مندر کو نذر آتش کر دیا اور اس کے نتیجے میں یہ
ہولناک فساد وقوع ہوا حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے اور میرے

پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں انتہا پسندانہ اقدام کروں۔
میں اسی کشمکش و پیچ میں اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا میں ہر قیمت پر اکبر کو اونکار ناتھ کے پیروں کے چنگل سے بچانا چاہتا تھا ابھی میں اپنے اگلے اقدام کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ معا میری نظر درشہوار پر پڑی جو میری نظروں کے سامنے موجود تھی اس کے معصوم چہرے پر ان گنت سوال تھے اس وقت درشہوار کو اپنے قریب دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے تقویت محسوس ہوئی میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔
دری تم! تم یہاں کیسے آ گئیں۔؟
میں کبھی نہ آتی لیکن آپ کے اضطراب نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کر دیا میں آپ کا اس کیفیت میں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتی آپ کو اس وقت میری ضرورت ہے۔
میں نے یہاں آنے کے لئے بابا جان اور قبیلے والوں کی ناراضی بھی

گوارا کرلی۔

میں سمجھا نہیں دری۔ میں نے تعجب سے پوچھا کیا ابوالحسن نے تمہیں میرے پاس آنے سے منع کیا تھا۔؟

ہاں۔ درشہوار نے رندھی ہوئی آواز میں کہا بابا جان اور قبیلے والے آپ کی بے حد عزت کرتے ہیں لیکن۔

لیکن کیا دری خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ ابوالحسن اور میرے رفیق اجنہ کس بات پر ناراض ہیں؟ میں نے درشہوار کو جملہ نامکمل چھوڑتے ہوئے دیکھ کر بے چینی سے دریافت کیا۔

بابا جان اور قبیلے والوں کا خیال ہے کہ آپ ان راستوں سے بھٹک گئے ہیں جن پر میاں صاحب نے آپ کو چلنے کی تلقین کی تھی درشہوار نے دبی زبان میں جواب دیا تو میں تڑپ اٹھا میں نے کہا۔

دری اکبر کے اغوا نے مجھے جارحانہ اقدام کے لئے مجبور کردیا تھا میں

جانتا ہوں کہ میری وجہ سے بے گناہ انسان کا خون ہوا ہے لیکن میں مجبور تھا دری اکبر میری وجہ سے حادثات کا شکار ہوا ہے میں اس کی مدد سے منہ کیسے موڑ لوں؟ تم میری رہنمائی کرو دری۔

میں جانتی ہوں کہ اس وقت آپ کے دل کی کیا حالت ہے درشہوار نے میرے قریب آتے ہوئے بولی پھر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑی اپنائیت سے بولی میں آپ کے ساتھ ہوں مجھے ہر حال میں آپ کی رفاقت عزیز ہے مجھے بتائیے کہ آپ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں دری کی جان بھی نذر ہے۔

مجھے یقین ہے دری مجھے یقین ہے۔ میں نے درشہوار کے ہاتھ کو جوش سے تھامتے ہوئے کہا دری میں اکبر کی بازیابی کے لئے بے چین ہوں میں نے روح الماس سے مدد چاہی لیکن اس نے اپنی معذوری کا اظہار کر دیا چنانچہ میں غصے کی حالت میں بھڑک اٹھا خدا مجھے معاف

کرے پھر میں نے اسے پوری تفصیل کے ساتھ صورت حال سے آگاہ کیا۔

آپ میری مانیں گے ورشہوار نے بے پناہ لگاوٹ سے کہا۔

وری یہ تم کیا کہہ رہی ہو میں نے کب کسی کی بات نہیں مانی ہے لیکن پے در پے حادثات نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا ہے تم سمجھتی کیوں نہیں کہ آخرکار میرے اس اقدام کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

مجھے معلوم ہے لیکن آپ مان لیجئے کہ آپ کو میری رفاقت کی ضرورت ہے ورشہوار نے اعتماد سے کہا۔

میں اسی لئے آئی ہوں اب آپ خاموش رہیں آپ کی فضیلت اپنی جگہ ہے تاہم بعض معاملوں میں آپکا ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں یہ کام آپ اپنے رفقا کے اوپر چھوڑ دیجئے وہ بھی تو آپ کے ساتھ آپ کے بلند مرتبے کے سبب سے ہیں۔

دری تم بہت ذہین اور معاملہ فہم دوشیزہ ہو ہاں میں اپنے عزیز دوست کی بازیابی کے سلسلے میں تمہاری معاونت چاہتا ہوں فی الحال یہ معلوم کرنا ہے کہ اونکار ناتھ کے بیروں نے اسے کہاں مقید کیا ہے باقی کام میں خود کرلوں گا۔

درشہوار نے جواب میں تامل کا مظاہرہ کیا تو میں نے بڑی بے چینی سے کہا۔

دری تم کیا سوچ رہی ہو۔؟

درشہوار نے اپنے خیالوں سے چونکتے ہوئے کہا میری حقیقت اس ہوا کے مانند ہے جس کا گزر ہر جگہ ممکن ہے میں اکبر حسین کو یقیناً تلاش کر لوں گی لیکن۔

لیکن کیا۔ میں نے تیزی سے پوچھا۔

سنئے اگر آپ نے اپنے دوست کی بازیابی میں جلد بازی سے کام لیا تو

حالات آپ کے حق میں اور خراب ہو جائیں گے اونکارناتھ کے
چیلوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کے گرگے فساد پر آمادہ ہیں میری
درخواست ہے کہ آپ پہلے اونکارناتھ سے دوبدو بات کریں ہو سکتا
ہے کہ وہ آپ کی کرامتوں کے کرشمے دیکھ کر متاثر ہو جائے دوسری
صورت میں، میں حضرت سلیمان کی قسم کھا کر وعدہ کرتی ہوں کہ آپ
مجھ سے جو کہیں گے وہی ہوگا، درشہوار نے مجھے سمجھایا تو بات میری سمجھ
میں آ گئی میں خود بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ میرے اونکارناتھ
کے مقابلے میں بے گناہوں کا خون اور بہے میں نے سوچ کر کہا۔
دری اگر تم کہتی ہو تو میں اونکارناتھ سے دوبدو گفتگو کرنے کو بھی تیار
ہوں لیکن کیا میرا اور اس کا آمنا سامنا مناسب ہوگا کیا یہ بات قرین
قیاس نہیں کہ اس نابکار کے گرگے مجھے سامنے دیکھ کر مجھ پر حملہ آور
ہونے کی کوشش کریں گے یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ مجھے دیکھ کر اپنے

جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اگر ایسا ہوا تو پھر میں بھی ہوش کا دامن کھو بیٹھوں گا۔

آپ ایسے جا سکتے ہیں کہ آپ کو کوئی نہ دیکھے آپ نظر بندی کا عمل پڑھ سکتے ہیں درشہوار نے مجھے آمادہ پا کر جلدی سے بولی۔

میں بھی آپ پر اس طرح سایہ کیے رہوں گی کہ صرف اونکار ناتھ آپ کو دیکھ سکے دوسرے افراد کی آنکھوں پر پردہ پڑا رہے۔

کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ پنڈت اونکار ناتھ اس وقت کہاں ہے میں نے اس واقعے سے خود کو پوری طرح باخبر رکھا ہے درشہوار نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا پھر میرا ہاتھ تھام کر باہر کی سمت بڑھنے لگی۔

سڑک عبور کرتے ہی میں ٹھٹک کر رک گیا پولیس کی تین گاڑیاں اکبر کے آفس کے سامنے پہنچ کر رک گئیں۔ چالیس پچاس پولیس والوں

میں تین چار افسر بھی تھے اور ان کی قیادت ڈی آئی جی کر رہا تھا میں بگڑے ہوئے تیور سے پلٹا ہی تھا کہ درشہوار نے کہا۔

نہیں آپ کوئی مداخلت نہیں کیجئے گا۔

دری۔ یہ بد بخت لوگ اکبر کے کاروبار کو بھی تہس نہس کر دیں گے میں نے غصے سے کہا تو درشہوار تیزی سے بولی۔

مجھے معلوم ہے وہ کیوں آئے ہیں یہ یہاں محض آپ کو گرفتار کرنے آئے ہیں آپ کو موجود نہ پا کر خاموشی سے کسی اور طرف نکل جائیں گے اکبر حسین یا ان کے کاروبار سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔

ایسی صورت میں کیا میرا اس طرح غائب ہو جانا مناسب ہو گا دری یہ تم کس طرح سوچ رہی ہو؟

میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ آپ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیجئے درشہوار مجھے سمجھاتے ہوئے بولی حالات کا تقاضا یہی ہے کہ آپ صبر و تحمل کو

ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

درشہوار کے کہنے پر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اس کے ساتھ قدم بڑھانے لگا لوگوں کا ہجوم ہمارے دائیں بائیں سے گزر رہا تھا لیکن کسی نے بھی ہماری طرف توجہ نہ دی تھی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ درشہوار نے بدستور میرا ہاتھ تھام رکھا تھا وہ ایک عالم و فاضل جن کی لڑکی تھی ان کے پاس خود بڑی فضیلتیں تھیں میاں صاحب اس پہ خاص شفقت فرماتے تھے میں اس وقت اس کی رہبری میں تھا اور خود کو کسی قدر پرسکون اور آسودہ محسوس کر رہا تھا میں اس کے قرب دل نشیں میں محو تھا۔

ہم مختلف سڑکوں سے گزرتے رہے مجھے نہیں معلوم تھا کہ درشہوار مجھے کہاں لئے جا رہی ہے کچھ دیر بعد جب ہم ایک پولیس اسٹیشن کے سامنے پہنچے تو میں چپ نہ رہ سکا میں نے درشہوار سے دریافت کیا۔

ورمی ہم کہاں آ گئے ہیں۔؟

پنڈت اونکار ناتھ راشد حسین اور ثمینہ اس وقت پولیس کے تحفظ میں ہے۔پولیس نے ان کا بیان لینے کے بعد انہیں اسی تھانے کے ایک کمرے میں جگہ دے رکھی ہے۔

جی چاہتا ہے کہ اس پورے تھانے کو نذر آتش کر دیا جائے تا کہ بانس اور بانسری کا وجود نہ رہے۔

درشہوار مسکرائی مگر یہ اقدام آپ کو زیب نہیں دے گا میں نہیں سمجھتی کہ اونکار ناتھ اور آپ کا کوئی مقابلہ ہے یقیناً کوئی نہیں اگر آپ اونکار ناتھ کو کوئی سزا دینا چاہتے ہیں تو اسے ہوشیار کر کے یہ مرحلہ کیوں نہ کیا جائے آیئے میرے ساتھ میں آپ کو اس کمرے تک لیے چلتی ہوں جہاں اونکار ناتھ موجود ہے۔

میں خاموشی سے درشہوار کے ساتھ آگے بڑھا اور پولیس والوں کے

درمیان سے ہوتا ہوا تھانے کے اندر داخل ہو گیا جہاں ہر سمت بڑا سخت پہرا تھا میں مختلف کمروں سے ہوتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہوا تو میرا چہرہ غصے کی شدت سے تمتما اٹھا میرے سامنے پنڈت اونکار ناتھ تھا جو سینہ تانے کھڑا تھا اس کے سامنے ایس پی ماتھر کچھ کاغذات لئے بیٹھا کسی مسئلے کے حل میں سرگرداں تھا ورشہوار نے میرے تیور خراب ہوتے دیکھے تو سرگوشی کی۔

جنیے خدا کے لئے آپ پر سکون رہنے کی کوشش کریں ورنہ سب کام خراب ہو جائے گا۔

میں نے ورشہوار کی بات کا جواب سر کی معمولی جنبش سے دیا پھر غصے سے اونکار ناتھ اور ایس پی ماتھر کو گھورنے لگا کمرے میں چند ساعت تک مکمل سکوت رہا پھر اونکار ناتھ ہونٹ چباتا ہوا ماتھر سے بولا۔

مجھے صرف راشد حسین اور ثمینہ کی چنتا تھی ماتھر جی ورنہ اب تک میں

اس تماشا باز شخص کا کریا کرم کر چکا ہوتا پرنتو اب تم نے ان دونوں کی رکھشا کا وچن دیا ہے تو میں آرام کے ساتھ اس کا کریا کرم کر سکوں گا۔

مہاراج میں راشد حسین اور اس کی لڑکی کا پورا پورا دھیان رکھوں گا لیکن کیا آپ میاں جی سے تنہا۔

ماتھر جی۔ اونکار ناتھ ایس پی کا جملہ اچک کر غرایا تم نے اس چھوکرے کو میرے سامنے میاں جی کہہ کر میرا اپمان کیا ہے کیا تمہیں اپنے سادھو پنڈتوں اور اپنے دھرم پر وشواس نہیں رہا۔

ماتھر اونکار ناتھ کی بات سن کر گڑبڑا گیا کرسی پر پہلو بدل کر بولا۔

میرا مطلب یہ نہیں تھا مہاراج بلکہ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ جب پولیس میں آپ کے بے شمار سیوک موجود ہیں تو پھر آپ کیوں دشمنوں کے منہ لگتے ہیں۔

نہیں ماتھر۔ اونکارناتھ گرجتے ہوئے بولا شاہد علی نے براہ راست تجھے نقصان پہنچایا ہے اس کا اپائے میرے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا ایک بات اور بھی دھیان میں رکھو شاہد علی کوئی معمولی آدمی نہیں بڑے میاں جی اسے دو چار گر سکھا گئے ہیں جن کے ذریعے وہ چمتکار دکھاتا رہا ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کی طرف سے دیے ہوئے میرے علم کو زیر کر سکے یہ بہت مشکل ہے میں نے اپنے پورے جیون کی تپسیا کے بعد کچھ حاصل کیا ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اسے کسی بڑے مقام پر پہنچنے کے لئے ابھی اور تپسیا کرنا ہوگی پھر بھی وہ اونکارناتھ سے آنکھ ملانے کی جرات نہ کر سکے گا۔

جیسی آپ کی مرضی مہاراج ماتھر نے مجبور ہو کر جواب دیا پھر اس نے اٹھ کر بڑے ادب سے اس مردم آزار پنڈت کو پرنام کیا اور اس کا آشیرواد لے کر کمرے سے نکل گیا۔

ماتھر کے جانے کے بعد اونکار ناتھ کچھ دیر تک کمرے میں بے چینی سے ادھر اُدھر گھومتا رہا پھر وہ ایک کرسی پر براجمان ہو گیا اس کی نظروں میں تشویش اور الجھن کے تاثرات عیاں تھے میں اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا لیکن وہ مجھے دیکھنے سے قاصر تھا پھر جیسے ہی درشہوار نے میرا ہاتھ چھوڑا اونکار ناتھ نے مجھے دیکھ لیا وہ اس طرح اچھل کر کھڑا ہوا جیسے کسی زہریلے بچھو نے اسے ڈنک مار دیا ہو وہ حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگا میں نے اس کی حیرتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

گھبرا گئے ہیں اونکار ناتھ جی۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اس وقت یہاں میری آمد پر یقیناً ششدر ہوں گے لیکن اگر آپ نے اس متبرک پہاڑی کی عظمت و حرمت کو محسوس کر لیا ہوتا تو شاید آپ کی یہ حالت نہ ہوتی۔

سامنے کھڑے باتیں کر رہے ہو اونکار ناتھ کا لہجہ تضحیک آمیز تھا میں تم جیسے نادانوں پر توجہ نہیں دیتا لیکن بچہ اگر بگڑ جائے تو اسے سیدھا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

تم بڑی غلط فہمیوں کا شکار ہو پنڈت جی۔ میں نے اونکار ناتھ کو گھورتے ہوئے کہا میں تم سے پھر درخواست کرتا ہوں اسے آخری موقع سمجھو اگر سدھر سکو تو ٹھیک ہے ورنہ کیا ہو سکتا ہے یہ تم نہیں جانتے اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کیا تمہیں وشواس ہے کہ تم یہاں سے زندہ بچ کر جا سکو گے۔

مومن موت سے کبھی نہیں ڈرتا اونکار ناتھ۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میری موت کم از کم تمہارے جیسے پاپی کے ہاتھوں کبھی نہ ہوگی میں نے اس بار سرد لہجے میں کہا البتہ میں یہ ضرور سوچ رہا ہوں کہ کہیں تمہاری گستاخی اور چرب زبانی مجھے تمہیں کچھ سمجھانے پر مجبور نہ کر

دے۔

اچھا تم بہت بڑھ کر باتیں کر رہے ہو شاہد علی۔

اونکار ناتھ تیوری پر بل ڈال کر بولا کیا دنیا سے تمہارا دل بالکل ہی اچاٹ ہو گیا ہے چھوٹے میاں صاحب۔

مہمل باتوں میں وقت مت ضائع کرو اونکار ناتھ میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا میں تم سے صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ اکبر کو میرے حوالے کر دو اور مجھ سے وعدہ کرو کہ آئندہ تم کبھی میرے معاملات میں دخل انداز ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔

اگر میں تمہاری باتیں ماننے سے انکار کر دوں تو؟

اونکار ناتھ نے مسکراتے ہوئے کہا تو مجھے غصہ آ گیا قریب تھا کہ میں اس پر کوئی وار کر بیٹھتا کہ درشہوار نے جو میرے ساتھ ہی موجود تھی جلدی سے کہا۔

نہیں۔نہیں خدا کے لئے صبر سے کام لیجئے اس تھانے پر کچھ مسلمان افسر بھی تعینات ہیں اگر آپ نے اونکار ناتھ کے ساتھ کچھ کیا تو اس کا الزام ان بے چاروں پر عائد کیا جائے گا حالات قابو میں آنے کے بجائے اور خطرناک صورت اختیار کرلیں گے پولیس کے درمیان بھی فرقہ وارانہ فساد شروع ہو جائے گا۔

ورشہوار کے مشورے نے میرے غصے کو زم کر دیا میں نے خون کا گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

سنو اونکار ناتھ میں اس وقت یہاں سے جارہا ہوں لیکن تمہیں اتنا باور کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اب پہاڑی والے میاں صاحب سے کسی رواداری کی توقع مت رکھنا۔تم دیکھو گے کہ سکون کا ایک لمحہ تمہارے لئے کس قدر محال ہو جائے گا۔

مورکھ اس سمے کے آنے سے پہلے ہی میں تجھے جلا کر بھسم کئے دیتا

ہوں اونکار ناتھ نے غصے میں آ کر کہا۔

اونکار ناتھ نے اتنا کہہ کر اپنے گلے میں پڑی ہوئی مالا اتار کر تیزی سے میری طرف پھینکی لیکن ٹھیک اسی وقت در شہوار لپک کر درمیان میں آ گئی اس کے بعد جو کچھ ہوا مجھے اس پر حیرت تھی مالا نے در شہوار کے جسم سے ٹکرا کر بڑی سرعت کے ساتھ اس کے جسم کے گرد زنجیر کی صورت میں پھیلنا شروع کر دیا تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے در شہوار ان زنجیروں میں جکڑ گئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ زنجیریں ٹوٹ گئیں اونکار ناتھ حیرت بھری نظروں سے اس انجام کو دیکھ رہا تھا در شہوار اسے نظر نہیں آ رہی تھی لیکن زنجیروں کے ٹوٹنے نے اسے ضرور بوکھلا دیا تھا اسے یقیناً اپنے منتر کے اس عجیب و غریب توڑ کی امید نہ تھی۔

میں کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ در شہوار نے لپک کر میرا ہاتھ تھام لیا اور بڑی لجاجت سے بولی اس وقت کسی جوابی کاروائی سے کوئی نتیجہ

برآمد نہیں ہوگا۔

درشہوار کا میرا ہاتھ تھامنا تھا کہ میں پھر اونکارناتھ کی نظروں سے اوجھل ہوگیا وہ اس بات پر اور بوکھلا اٹھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کردیا میں درشہوار کے مجبور کرنے پر اس کے ساتھ قدم اٹھاتا تھانے سے باہر آگیا جہاں سنگین بردار پولیس والے تعینات تھے بہت دیر تک میرے اور درشہوار کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی پھر جب ہم تھانے سے خاصی دور ایک غیر آباد علاقے کی طرف نکل آئے تو میں نے درشہوار سے کہا۔

دری تم نے مجھے بڑے سخت امتحان میں مبتلا کیا ہے تم نے مجھے منع کر کے اچھا نہیں کیا اونکارناتھ کے طرزِ عمل پر مجھے اس کی سرزنش ضرور کرنا چاہیے تھی۔

مجھے اس کا احساس ہے درشہوار نے بڑی اپنائیت سے کہا پھر وہ بڑے

سلجھے ہوئے انداز میں بولی آیئے اس وقت آپ میرے ساتھ شہر سے دور ایک ویرانے میں چلئے آپ کو سکون کی ضرورت ہے وہاں برسوں سے ایک غیر آباد مسجد آپ کی منتظر ہے وہاں آپ اطمینان سے آئندہ اقدام اور اکبر کی بازیابی کے متعلق سوچ سکتے ہیں۔

اس نے مجھ سے ویرانے میں چلنے کی درخواست کی تو میں نے سوچ سمجھے بغیر آمادگی ظاہر کر دی میں اپنے خیالات میں مستغرق اس کے ہمراہ قدم بڑھاتا رہا میں اب کچھ کھویا ہوا تھا کہ راستے کی دوری اور ماحول سے بالکل بے نیاز تھا درشہوار کے دوبارہ ہمکلام ہونے پر جب میں چونکا تو دیکھا کہ اس وقت ایک ویرانے میں ایک بوسیدہ مسجد کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوں دور دور تک آبادی کا نام و نشان نہ تھا یہ جگہ مجھے بے حد پسند آئی میں تنہائیوں اور ویرانیوں کا عادی تھا وہاں جا کر میں نے خدا کا نام لیا اور درشہوار کے ساتھ مسجد

کے اندر داخل ہو گیا جہاں ہر سو تاریکی مسلط تھی معا اس اندھیرے میں

اجالا پھیلا تو میں نے دیکھا کہ درشہوار ایک طاق کے قریب کھڑی

موم شمع روشن کر رہی ہے وہ شمع وہاں پہلے سے موجود تھی یا ممکن ہے

درشہوار نے اس کا بندوبست کیا ہو روشنی میں مسجد کا اندرونی حصہ نظر آیا

تو مجھے بڑا تعجب ہوا وہ جگہ صاف ستھری تھی اور فرش پر ایک اجلی دری

اور گاؤ تکیہ موجود تھا میں نے درشہوار کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی

۔

لیجئے اب آپ اطمینان سے بیٹھئے میں نے پہلے ہی سے ان تمام

چیزوں کا بندوبست کر رکھا تھا آپ کو یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی

آپ جس چیز کی خواہش کریں گے وہ پیش کر دی جائے گی۔

میں جانتا ہوں دری کہ تم کیا کچھ کر سکتی ہو لیکن ہمیں سکون سے بیٹھنے

کے بجائے اکبر کی طرف توجہ دینا چاہیے کیا تم جانتی ہو کہ اکبر حسین کو

اونکارناتھ کے بیروں نے کہاں مقید کیا ہے میں اپنی پہلی فرصت میں اپنے عزیز دوست کو اس اذیت سے نجات دلانے کا خواہش مند ہوں درشہوار میری بات سن کر سنجیدہ ہوگئی پھر کوئی جواب دیے بغیر وہ آن واحد میں میری نظروں سے غائب ہوگئی اس خیال سے کہ وہ اکبر کا پتا لگانے کی غرض سے گئی ہے میں آگے بڑھ کر دری پر بیٹھ گیا جس پر ایک اجلی چاندی کا فرش تھا اور میں نے سجدے کی حالت میں خود کو زمین پر گرا دیا میرا اندازہ غلط نہیں تھا درشہوار جلد ہی واپس آگئی پھر قبل اس کے کہ میں اس سے کوئی سوال کرتا اس نے خود ہی پہل کر دی۔

آپ کا دوست اس وقت بھوتان کی پہاڑیوں پر ایک غار میں قید ہے جہاں اونکارناتھ کے بیر اس کی نگرانی کر رہے ہیں اونکارناتھ نے وہاں بڑی سخت ناکہ بندی کر دی ہے اس غار کے اردگرد حصار کھینچ دیا گیا ہے تاکہ دوسری طاقتیں اس کی مدد نہ کر سکیں۔

مجھے خدا کی ذات پر بھروسا ہے در ہی میں اپنے اکبر کو ضرور ان پریشانیوں سے نجات دلاؤں گا۔

ورشہوار کی زبانی اکبر کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جانے کے بعد میں نے اٹھ کر تیمم کیا پھر اس مصلے پر آ بیٹھا جو فرش پر ایک جانب موجود تھا قبل اس کے کہ میں اپنا وظیفہ شروع کرتا ورشہوار نے قریب آ کر کہا۔

خدا آپ کو آپ کے ارادوں میں کامیاب کرے لیکن اگر میری کوئی ضرورت محسوس ہو تو مجھے آواز دے لیجیے گا۔

میں نے ورشہوار کے چہرے کو دیکھا تو اس کی آنکھوں سے اضطراب جھلک رہا تھا وہ مجھے کچھ پریشان نظر آ رہی تھی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ مجھے یہ بتانا چاہتی ہو کہ اکبر کی بازیابی کے سلسلے میں میرا ٹکراؤ سفلی علم کے گندے اور خطرناک پیروں سے ہونے والا ہے ایک لمحے تک

میں درشہوار کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی کو پڑھتا رہا پھر میں نے اپنا منہ قبلے کی سمت کیا اور میاں صاحب کا ودیعت کیا ہوا ایک جلالی وظیفہ شروع کر دیا میں خود سے بے نیاز ہو گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا تعلق کسی دوسری دنیا سے ہو۔

تین روز تک متواتر شب و روز میں اس وظیفے کو پڑھتا رہا۔

چوتھے روز میں اپنے وظیفے کو پڑھنے میں مشغول تھا کہ اچانک میری نظروں کے سامنے سے درمیانی رکاوٹیں ہٹنے لگیں اور پھر میں نے اس مقام کو پا لیا جہاں اکبر قید تھا میں نے دیکھا کہ ایک تنگ و تاریک غار میں وہ بڑی بے بسی کی حالت سے دوچار پڑا ہے اس کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے جکڑے ہوئے ہیں غار کے دہانے پر مکروہ صورت اور ہیبت ناک و بدصفت افراد موجود تھے یہی وہ مکروہ اور گندے بیر تھے جنہیں اونکارناتھ نے تعینات کیا تھا اکبر کو اس بے چارگی کے عالم

میں دیکھ کر مجھ پر عالم وحشت طاری ہو گیا میں نے بہت آہستہ سے آواز دی۔

میرے دوست میں تمہارے پاس موجود ہوں کیا تم سن رہے ہو؟
لیکن اکبر نے میری آواز نہیں سنی وہ غار کے اندر بندھا بیٹھا کبھی کبھی نگاہوں سے دہانے کی سمت دیکھ رہا تھا میں نے اسی عالم محویت میں آگے بڑھ کر اکبر کے قریب جانا چاہا تو اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے میرا بازو پکڑ کر مجھے روک لیا ہو میں نے اس مداخلت پر غصے کی حالت میں گھوم کر دیکھا تو ایک سفید ریش بزرگ کو اپنے قریب پایا جو سرتا پا سفید لباس میں ملبوس تھے اور ان کے چہرے سے نور برس رہا تھا میں نے ان برگزیدہ بزرگ سے مداخلت کا سبب پوچھنا چاہا مگر پیشتر اس کے کہ میں کچھ کہتا بزرگ نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

شاہد میاں جلد بازی سے کام مت لو اگر تم نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو ایک پیچیدہ شیطانی جال میں پھنس جاؤ گے۔

لیکن میں اپنے دوست کو ہر قیمت پر نجات دلانے کا فیصلہ کر چکا ہوں میں نے اعتماد سے جواب دیا یہ گندی اور ناپاک روحیں میرے راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں۔

مقابلے اور جنگ و جدل کے معاملات میں طاقت کے ساتھ عقل اور دانش کا استعمال بھی ضروری ہے بزرگ نے بڑی نرم آواز میں سمجھاتے ہوئے کہا تم یہیں رکو میں آگے جا کر تمہارے دوست کو اس قید سے رہائی دلاتا ہوں۔

کیوں؟ کیا میں بذات خود یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا کیا میں نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں اس بار میں نے قدرے برہمی سے بزرگ کو مخاطب کیا تو ان کی کشادہ اور نورانی پیشانی ایک ثانیے کے لئے شکن

آلودہ ہوگئی ان کی نگاہوں سے جلال ٹپکنے لگا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پرسکون نظر آنے لگے انہوں نے اپنا نرم و نازک ہاتھ جو روئی کے گالے کی طرح تھا میرے شانے پر رکھا اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولے۔

شاہد میاں بڑے میاں صاحب نے تمہیں علم و فضیلت کے جوہروں سے آراستہ کیا ہے تمہیں خدائے بزرگ و برتر کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میاں صاحب نے دنیا سے پردہ کرنے کے باوجود ابھی تک تمہارے اوپر اپنے التفات کا سایہ کیا ہوا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو.......

بزرگ نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا تو میں نے اصرار کیا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں بزرگ کے لہجے نے مجھے خاصا متاثر کر دیا تھا میں نے کہا حضرت آپ کچھ کہتے کہتے رک کیوں گئے۔؟

ظلمت و نور کو پہچاننے کی قدرت پیدا کرو شاہد میاں جو باتیں ہیں

السطور میں ہیں انہیں سمجھنے کی کوشش کرو تفصیلات میں نہ جاؤ یہ سب بے کار باتیں ہیں مجھے اسے زیادہ بتانے کا حکم نہیں۔

کیا میں دریافت کر سکتا ہوں قبلہ کہ آپ کون ہیں؟ میں نے تمام تر انکسار سے پوچھا تو سفید پوش بزرگ نے مسکرا کر جواب دیا۔

یوں سمجھو کہ میں بھی اس آستانے کا ایک خادم ہوں جو بڑے میاں صاحب کی فضیلت سے موسوم ہے اور یوں سمجھو کہ مجھے تمہاری رہبری اور مدد کے لئے حکم دیا گیا ہے اکبر حسین اس تمام معاملے میں بے قصور ہے اس لئے اس کی مدد کرنا میرے اوپر فرض ہے۔

بزرگ نے اتنا کہہ کر ایک بار پھر میرے شانے کو بڑی شفقت کے ساتھ تھپتھپایا پھر اس غار کی طرف دبدبے کے ساتھ قدم بڑھانے لگے جس میں میرا عزیز دوست قید تھا بزرگ کے تعاقب میں میں نے بھی قدم اٹھانا چاہا لیکن میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا مجھے

یوں محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں من من بھر کے ہو گئے ہیں اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں جو میں انہیں جنبش دے سکوں مجھے شدید گھٹن کا احساس ستانے لگا۔

میری نگاہیں بدستور بزرگ کے متحرک جسم پر جمی ہوئی تھیں جو ہر لمحے غار سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا دہانے کے منہ پر تعینات سفلی علم کے گندے بیروں نے اچھل کود شروع کر دی تھی اور بھیانک آوازیں نکال کر بزرگ کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے جب وہ ناپاک طاقتیں اپنا منہ کھولتیں تو آگ کے شعلے لپک اٹھتے تھے لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ بزرگ برابر آگے قدم اٹھا رہے تھے۔

غار کے قریب پہنچ کر بزرگ نے بلند آواز میں سورہ یٰسین پڑھنی شروع کر دی اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لئے بہت حیرت انگیز تھا غار میں عجیب و غریب قسم کی آوازیں نمودار ہوئیں جیسے کوئی بین کر رہا ہو

جیسے ایک خونیں معرکہ برپا ہو اور چیخوں سے کان پڑی آواز نہ سنائی دے رہی تھی یہ بے ہنگم اور بے ربط آوازیں بہت دردناک تھیں میں نے دیکھا کہ بزرگ بلند آواز میں سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے غار کے اندر اترے اور اکبر کو رسیوں کی قید سے آزاد کر کے اپنے ساتھ باہر نکال لائے اور میرے قریب آ کر بولے۔

جو تم چاہتے تھے وہ پورا ہو گیا، یہ دیکھو تمہارا دوست تمہارے پاس موجود ہے۔

اے بلند مرتبت بزرگ میں آپ کا شکر گزار ہوں میں نے بزرگ کو بڑی عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا پھر دبی زبان میں کہا کیا اب بھی آپ اپنے تعارف سے مجھے سرفراز نہیں کریں گے۔

کیا ضرورت ہے اعمال صالح سے بصیرت پیدا ہوتی ہے شاہد میاں۔

بزرگ نے آہستگی سے جواب دیا جو حق کے امین ہیں وہ ان رمی

باتوں سے بے نیاز ہوتے ہیں کہ کون کون ہے کون کیا ہے؟ جو فیصلے
خدا پر چھوڑ دیے جائیں وہ ان کا فیصلہ ضرور کرتا ہے جنہوں نے
سچائیوں کو چھوڑ دیا اور جو حق کے راستے سے بھٹک گئے انہوں نے
اپنے لئے کانٹے بوئے۔ کیا تم نے میری باتیں غور سے سنیں۔
میں نے بزرگ کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔
شاہد میاں میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بڑے میاں صاحب کے حکم پر میں
تمہاری مدد کے لئے آیا تھا جو تم چاہتے تھے وہ ہو گیا اب میں جا رہا
ہوں لیکن جاتے جاتے تم سے ایک بات کہنے کو جی چاہتا ہے جو
درخت آندھیوں سے گر جاتے ہیں ان کی جڑیں یا تو پائیدار نہیں
ہوتیں یا تو کھوکھلی ہوتی ہیں۔
قبلہ آپ کس سمت اشارہ فرما رہے ہیں میری سمجھ میں کچھ کچھ آ رہا ہے
کیا میں جو سمجھ رہا ہوں وہ صحیح ہے میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا

بزرگ کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہوگئی عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے گویا ہوئے۔

میری دعا ہے کہ خدا تمہیں نیک ہدایت دے۔

میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ بزرگ کون تھے مگر مجھے یقین تھا کہ یہ اس وظیفے کا ثمر ہے جو میں نے تین دن پڑھا تھا اور قبل اس کے کہ میں کچھ اور کہتا بزرگ اچانک تاریکی کا ایک حصہ بن کر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے دوسرے ہی لمحے میں نے چونک کر آنکھیں کھولیں تو خود کو اسی شکستہ در و دیوار کی مسجد کے اندر پایا جہاں چراغ کی مدھم روشنی سے اندھیرے کا وجود کانپ رہا تھا ہوش میں آتے ہی مجھے خیال آیا کہ میں کہاں کہاں گیا تھا پھر یقیناً اکبر بھی میرے ساتھ ہوگا میرا گمان درست نکلا۔ اکبر میرے قریب ہی فرش پر بے ہوش پڑا تھا اور رود شہوار اس کے بائیں طرف کھڑی مجھے حیرت انگیز نظروں سے دیکھ رہی تھی

اس کی نگاہوں میں بے پناہ تجسس موجود تھا جیسے ان سب باتوں کا اسے یقین نہ آتا ہو میں نے اس کی طرف ایک سرشار نگاہ سے دیکھا مجھے معلوم تھا کہ وہ اکبری کی پراسرار بازیابی پر انگشت بدنداں ہے اسے حیرت ہے کہ یہ سب کیسے ممکن ہے ہاں واقعی یہ بڑی حیرت انگیز بات تھی اگر وہ جلیل المرتبت بزرگ میری مدد کو نہ آتے تو میں خود اس شیطانی جال میں پھنس جاتا میری نظروں میں رات کے واقعات گھومنے لگے اور میں سوچنے لگا وہ فرشتہ خصلت اور برگزیدہ بزرگ تھے کون؟ میری محویت کو دیکھ کر درشہوار نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

آپ............ آپ حقیقتاً بڑے میاں کے سچے جانشین ہیں میں نے یہ کرشمہ آج سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا خدا آپ کے علم وفضل میں اوراضافہ کرے یقین کیجئے میں نے صورت حال کا پوری طرح جائزہ

لیا تھا اور میں بہت پریشان تھی۔

میں نے درشہوار کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا یہاں تو میں خود حیران تھا کہ اکبر کیونکر بھونان کی پہاڑیوں سے آزاد ہوا اور کس طرح میرے پاس پہنچا سوائے اس کے کہ میں اسے قدرت کا کرشمہ سمجھتا اور کیا سوچ سکتا تھا میں نے دل ہی دل میں خدائے بزرگ و برتر کی اس عنایت کا شکر ادا کیا پھر جائے نماز سے اٹھ کر اکبر کے قریب آ گیا جو فرش پر بے ہوش پڑا لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا میں نے اس کی نبض دیکھی در می کیا یہاں پانی دستیاب ہو سکتا ہے۔

درشہوار میری بات سن کر تیزی سے ایک کونے میں گئی اور مٹی کے ایک پیالے میں پانی لے آئی میں نے پانی پر کچھ دعائیں پڑھ کر دم کیں پھر پانی کے چھینٹے اکبر کے منہ پر مارے تو وہ ہوش میں آ گیا اکبر کو ہوش و حواس میں آتا دیکھ کر درشہوار اور میں نے ایک دوسرے کو مسرت آمیز

نظروں سے دیکھا۔

اکبر میری وجہ سے تمہیں تکلیف اٹھانا پڑی مگر اب تم محفوظ ہو ہوش میں آؤ۔

اکبر نے میری آواز سنی تو چونک کر میری طرف دیکھا پھر اس انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکا کر مجھے گھورنے لگا جیسے اسے اپنی بصارت پر شبہ ہو میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

تم میرے پاس ہو میرے دوست جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ خواب نہیں حقیقت ہے اب تم میری امان میں ہو جو گزر چکا ہے اسے بھول جاؤ تمہارے سامنے میں ہوں تمہارا دوست۔

شاہد، اکبر بے ساختہ میرا نام لے کر اٹھا اور مجھ سے چمٹ گیا بڑی دیر تک وہ وارفتگی کے عالم میں مجھ سے لپٹا رہا پھر علیحدہ ہو کر تعجب سے بولا یہ کس طرح ممکن ہوا میں نے تو سمجھ لیا تھا کہ اب میرے دن ختم

ہوئے اف ! کس قدر بھیانک تھا وہ منظر۔ میرا اندازہ ہے کہ میں کسی پہاڑی غار میں قید تھا مگر تم مجھے وہاں سے کیسے بچا لائے؟

ان باتوں میں مت الجھو میرے دوست۔ میں نے اکبر کو تسلی دیتے ہوئے کہا پنڈت اونکار ناتھ نے تمہارے ساتھ جو ناروا سلوک کیا ہے مجھے یاد ہے اسے بہت کچھ بتایا جا چکا ہے اور مزید بتانا ہے کہ اس نے میرے راستے میں آ کر کس طرح اپنی بربادیوں کو دعوت دی ہے تم دیکھو گے کہ اس کے گندے علم کے ناپاک بیر کب تک اس کا ساتھ دیتے ہیں کب تک یہ آنکھ مچولی جاری رہتی ہے۔

جتنی دیر میں اور اکبر گفتگو کرتے رہے اتنی دیر میں درشہوار نے کھانے کا بندوبست کر دیا پھر میرے قریب آ کر اس نے اشارہ کیا تو میں اکبر کو ساتھ لے کر دسترخوان پر آ گیا درشہوار میرے برابر بیٹھی تھی لیکن اکبر اسے دیکھنے سے قاصر تھا کھانے کے بعد اکبر سو گیا تو میں نے اٹھ

کر وضو کیا اور عشاء کی نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر میں نے روح کی طلبی والا عمل کیا کچھ باتیں جاننا ضروری تھیں جس کے لئے الماس کو طلب کرنا تھا۔

الماس کو میں نے گزشتہ مرتبہ سخت سرزنش کی تھی لیکن آج جب کہ بہت سے مسئلے خود بخود طے ہو گئے میں الماس کو بلانا چاہتا تھا دور دراز کے واقعات دیکھنے کے لئے اور غیر معمولی کام انجام دینے کے لئے روحوں کو طلب کرنے کا وظیفہ میں نے بڑی مشکل سے سیکھا تھا ہر چند کہ میں اپنی بصارت کو ہر رکاوٹ کے پار لے جانے پر قادر تھا تاہم وہ وظیفہ خاصا وقت طلب اور مشکل تھا اس لئے کبھی میں اپنی بصارت کو وسیع کرنے کا وظیفہ پڑھتا اور کبھی الماس کو طلب کر کے اس سے یہ کام انجام دیتا مجھے اعتراف ہے کہ مجھے الماس سے ایک خاص اُنس تھا میں نے اشتعال میں اسے برا بھلا کہا تھا مگر اس دلکش اور حسین و جمیل روح

کو دوبارہ بلانے اور اسے معاف کرنے کے لئے کئی مرتبہ میرا دل مضطرب ہوا چنانچہ جیسے ہی موقع ملا میں نے الماس کو طلب کیا۔

الماس میرے سامنے آئی تو بری طرح سہمی ہوئی تھی اس کی حسین آنکھیں بوجھل تھیں اکبر کی بازیابی کے سلسلے میں اس نے اپنی معذوری کا اظہار کرکے مجھے طیش دلا دیا تھا حزن و ملال کے تاثرات اس کے چہرے پر نمایاں تھے وہ سوگوار نظر آ رہی تھی میں الماس کو چند ثانیئے تک اس عالم میں دیکھتا رہا پھر خشک آواز میں اسے مخاطب کیا۔

الماس! تم نے اپنی پچھلی جسارت پر یقیناً نظر ثانی کی ہوگی۔

اے نیک بزرگ! مجھے معاف کر دیجئے یقین کیجئے میں آپ کے ہر حکم کو بجا لانا اپنا فرض سمجھتی ہوں لیکن میں ایک روح ہوں جس کا مادی دنیا سے کوئی تعلق نہیں میں ہر وہ کام کر سکتی ہوں جو میری گزشتہ زندگی کے اعمال سے انحراف نہ کرے کسی غلیظ جگہ جانا یا کسی ناپاک چیز کو

ہاتھ لگانا میرے بس میں نہیں میں یہ کام کر ہی نہیں سکتی روحوں کی کچھ صفات ہوتی ہیں اے نیک بزرگ آپ تو سب کچھ جانتے ہیں۔

مجھے معلوم ہے الماس میں نے اس وقت تمہیں ایک اشد ضروری کام سے طلب کیا ہے۔

الماس کی روح نے بڑی سعادت مندی سے سر جھکا لیا بتاؤ پنڈت اونکار ناتھ راشد حسین اور ثمینہ کے بارے میں اس وقت وہ تینوں بد بخت کہاں اور کس حال میں ہیں۔؟

الماس نے میرا حکم سن کر چاروں طرف دیکھنا شروع کیا اور پھر میری طرف دیکھ کر باادب بولی۔

اے عالی مرتبہ بزرگ پنڈت اونکار ناتھ راشد حسین اور ثمینہ اس وقت ایس پی ماتھر کے بنگلے میں موجود ہیں جہاں پولیس کا سخت پہرہ ہے اونکار ناتھ کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ آپ نے اکبر کو اس کے

گندے بیروں کی قید سے آزاد کرا لیا ہے وہ یہ جان کر سخت تشویش میں ہے اور آپ سے موثر انتقام لینے کے بارے میں سوچ رہا ہے راشد حسین اور ثمینہ کو بھی ان پیچیدہ حالات کا علم ہو گیا ہے وہ دونوں اس خبر کو سن کر بے حد خائف نظر آتے ہیں۔

الماس اکبر کے اغوا کا ردعمل شدید ہونا چاہیے اونکارناتھ اور راشد حسین کو یہ باور کرانا ضروری ہے کہ انہوں نے کس شعلے کو ہوا دی ہے ظالموں کے کیفر کردار تک پہنچنا چاہیے ابھی تک وہ باز نہیں آئے۔

میرے لئے کیا حکم ہے اے حضرت! روح الماس نے پوچھا۔

الماس کیا ایسا ممکن ہے کہ تم اسی وقت ایس پی ماتھر کے گھر جا کر ثمینہ کو یہاں پیش کرو۔

الماس میرا حکم سن کر چونک اٹھی اس نے تعجب خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں نے کسی قدر برہم ہو کر کہا۔

سن رہی ہو میں کیا کہہ رہا ہوں میں ثمینہ کو یہاں دیکھنا چاہتا ہوں۔

الماس کے وجود میں لرزش ہوئی وہ تھر تھر کانپنے لگی۔

میں ثمینہ کو آپ کے قدموں میں لا کر ڈال سکتی ہوں۔لیکن کیا یہ......

باقی سوچنا میرا کام ہے میرا خیال ہے تم پھر بے ادبی کی مرتکب ہو رہی ہو الماس۔میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

الماس کی ہچکچاہٹ پر مجھے بے حد غصہ آیا اس موقع پر میں اپنی اس کمزوری کا اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اعصابی طور پر میں بہت چڑ چڑا جلد باز اور تنگ مزاج ہو گیا تھا یہ خامیاں ایک اعلیٰ درجے کے بزرگ کے اوصاف جمیلہ کی نفی کرتی تھیں مجھے یہ بات معلوم تھی تاہم حالات کچھ اس طور پر پیش آئے تھے کہ خود پر قابو پانا میرے بس سے باہر ہو گیا تھا۔

الماس نے ایک بار پھر پریشان نظروں سے دیکھا پھر اچانک میرے

سامنے سے اوجھل ہوگئی اور میں ایس پی ماتھر کے بارے میں سوچنے لگا میرے لئے یہ موقع بڑا اچھا تھا ثمینہ کی گمشدگی سے اونکار ناتھ اور راشد حسین کے علاوہ ماتھر اور پولیس کے عملے کا بوکھلا جانا بھی یقینی تھا میں ثمینہ کو اوجھل کر کے یہ بھی جتلانا چاہتا تھا کہ وہ مزید ہرزہ سرائیوں سے باز آ جائے وگرنہ حالات کتنا ہولناک رخ اختیار کر سکتے ہیں میرے ذہن میں رشیدہ بھی تھی مگر اس نابکار عورت کے لئے کوئی سزا میرے ذہن میں نہیں آ رہی تھی ویسے میں نے یہ ضرور طے کر رکھا تھا کہ اسے اس کے کرتوتوں کی کوئی مثالی سزا ضرور دی جائے گی اس لئے کہ ان تمام جھگڑوں کی اصل جڑ وہی تھی اسے فراموش کر دینا میرے لئے ناممکن تھا۔

ابھی میں ان باتوں پر غور ہی کر رہا تھا کہ بیرونی دروازے پر قدموں کی آہٹ سنائی دی میں نے پلٹ کر دیکھا تو ثمینہ میرے سامنے

کھڑی مجھے یوں حیران و پریشان نظروں سے تک رہی تھی جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہی ہو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اس کی آنکھوں سے خوف اور دہشت عیاں تھی سر تا پا وہ بید مجنوں کے درخت کی مانند لرز رہی تھی اسی لمحے روح الماس دوبارہ ظاہر ہوئی اور نہایت ادب سے بولی، اے عالی مرتبہ بزرگ کیا مجھے اجازت ہے؟

تم اب جا سکتی ہو الماس ضرورت ہوئی تو تمہیں دوبارہ طلب کرلیا جائے گا۔

الماس نے میرا جواب سن کر سر جھکایا اور غائب ہوگئی میں نے دوبارہ ثمینہ کی جانب دیکھا تو وہ محو حیرت بنی کھڑی تھی مجھے خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی میں جائے نماز سے اٹھ کر اس کے قریب گیا اور نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

لڑکی کیا تجھے علم ہے کہ تجھے یہاں کون لایا ہے؟

نہیں.........لیکن تم کون ہو؟ ثمینہ نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔
میں.........وہی ہوں جس سے بچانے کے لئے اونکار ناتھ نے تجھے اور تیرے باپ کو اپنے ناپاک دامن میں پناہ دے رکھی تھی وہ اونکار ناتھ جس نے میرے مظلوم دوست کو اغوا کیا لیکن اب وہ مہمان پنڈت تجھے یہاں سے نہیں لے جا سکتا۔
میں ثمینہ پر گرجتا رہا اور طیش کے عالم میں جو منہ میں آیا اسے سناتا رہا غیظ و غضب نے مجھے پھر ایک عام انسان بنا دیا تھا میرے دشمن راشد حسین کی لڑکی اور رشیدہ کی بہن اس وقت میرے سامنے موجود تھی میرے دل کے زخم از سر نو ہرے ہو گئے تھے مجھے اپنے والدین کی دردناک موت یاد مجھے اپنی وہ مظلوم اور معصوم بہن یاد آرہی تھی جس کے دامن عصمت کو بلا کسی قصور کے محض اس وجہ سے تار تار کیا گیا تھا کہ وہ میری بہن تھی میرا قصور صرف اتنا تھا کہ میں نے رشیدہ کی بے ہودہ

خواہشوں کی تکمیل سے انکار کر دیا تھا جس کا کتنا بڑا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑا تھا۔

گزری ہوئی باتیں ایک ایک کر کے مجھے یاد آ رہی تھیں میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اور اب صبر و ضبط کا یارا نہیں رہا تھا قریب تھا کہ میں اسی طیش کی حالت میں ثمینہ سے اسی طرح کا بدلہ لیتا جس طرح میری معصوم بہن کی عصمت کا مذاق اڑایا گیا تھا کہ اسی لمحے درشہوار درمیان میں آ گئی اور گھبرائے ہوئے انداز میں بولی۔

آپ اپنی عظمت کی خود توہین کر رہے ہیں یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ.........

درمی خدا کے لئے خاموش رہو میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تمہیں مجھ پر ترس کیوں نہیں آتا۔؟

اپنے آپ کو قابو میں رکھے درشہوار نے تند و ترش لہجے میں کہا جو کچھ

آپ سوچ رہے ہیں وہ آپ کی تمام ریاضت اور عبادت کو برباد کر دے گا آپ ایک بہت بڑے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں آپ بہک رہے ہیں ہوش میں آیئے۔

درشہوار کے لہجے میں بڑا تاثر تھا مجھے کچھ احساس نہیں تھا کہ میں کیا کرنے والا تھا ہوش میں آیا تو مجھے ایک جھٹکا سا لگا اگر درشہوار اس وقت نہ ہوتی تو......... میں ایک ناقابل معافی گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوتا ثمینہ بدستور لرزہ براندام تھی اور مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی اسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ آخر میں کس سے گفتگو کر رہا ہوں جب درشہوار نے مجھے چونکایا تو میں نے ایک بار پھر ثمینہ کی سمت نظر اٹھائی اور جھنجھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے بے غیرت باپ نے میری بہن کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا تم جانتی ہو ثمینہ اس کے باوجود تمہارے ساتھ

یہاں کوئی ظلم نہیں کیا جا رہا۔

مم.......مم میرا قصور؟ ثمینہ نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

تمہارا یہ قصور کیا کم ہے کہ تم ایک بد طینت باپ کی بیٹی اور ایک آبرو باختہ عورت کی بہن ہو، تم نے غلاظتوں میں پرورش پائی ہے میں تمہیں بتاؤں کہ پنڈت اونکار ناتھ نے تم لوگوں کی پشت پناہی کر کے بڑی حماقت کی ہے جو کچھ تم نے اب تک دیکھا ہے وہ بہت کم ہے

اگر یہاں مناسب نامناسب جائز ناجائز کا خیال نہ ہوتا تو نہ جانے کیا ہوتا، بہر حال میں نے بہت دھیمے لہجے میں کہا۔

درشہوار میرے پہلو میں کھڑی تھی اس نے میرا ہاتھ تھام لیا تھا اور اس طرح مجھے صبر و ضبط کی تلقین کر رہی تھی۔

مجھے احساس ہوا کہ ثمینہ میری زبانی اصل واقعات سن کر بہت حیرت زدہ ہے اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میری باتوں کا کیا جواب دے وہ

گنگ سی کھڑی حیرت اور خوف بھری نظروں سے مجھے دیکھتی رہی میری کیفیت اس بجھتی ہوئی آگ کے مانند تھی جو بجھتے بجھتے بھی بھڑک اٹھتی ہے درشہوار میرے قریب کھڑی سب کچھ سن رہی تھی میں ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

آپ ثمینہ کو یہاں دیکھنا چاہتے تھے لیکن اب آپ اسے میری نگرانی میں دے دیں میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک آپ نہ چاہیں گے دنیا کی کوئی طاقت اسے آزادی نہ دلا سکے گی۔

میں نے درشہوار کی اس درخواست پر ثمینہ کی طرف پہلی بار توجہ سے دیکھا وہ بہت معصوم نظر آ رہی تھی اس کے چہرے پر اداسی کا راج تھا وہ ایک معاملہ فہم لڑکی نظر آتی تھی وہ خاصی حسین تھی اسے دیکھ کر پہلی بار میرے دل میں ہمدردی کے جذبات امڈ آئے۔

میں نے درشہوار سے انکار نہیں کیا اور ثمینہ کو لے جا کر مسجد کے ایک

دوسرے بوسیدہ حجرے میں چھوڑ آیا درشہوار نے اس کی نگرانی کا وعدہ کیا تھا اس لئے مجھے یقین تھا کہ ثمینہ کہیں فرار نہیں ہو سکے گی اس رات درشہوار مجھے ایک پل کے لئے بھی چھوڑ کر کہیں نہیں گئی تمام رات وہ میرے سرہانے بیٹھی میرا سر دباتی رہی میں اس کی شیریں بیانی سے لطف اندوز ہوتا رہا اور نہ جانے کب نیند کی آغوش میں پہنچ کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

دوسری صبح اکبر نے ثمینہ کو دیکھا تو اسے بھی تعجب ہوا وہ ایک نیک دل اور شریف انسان تھا اس نے حالات کا علم ہونے کے بعد مجھے سمجھایا اور مشورہ دیا کہ میں ثمینہ کو واپس اس کے والد کے پاس بھیج دوں لیکن میں نے انکار کر دیا۔

اکبر نے جب مجھے اپنے ارادے میں ٹھوس اور اٹل پایا تو زیادہ اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

دو روز تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جسے میں تحریر میں لاؤں مجھے اس عرصے میں برابر اس بات کا انتظار رہا کہ اونکار ناتھ کی طرف سے کوئی جوابی کاروائی ہو اور میں اس کا جواب دوں تیسرے روز عصر کی نماز کے بعد میں اکبر سے بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ درشہوار سامنے سے آتی نظر آئی میں اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی دیکھ کر بھانپ گیا کہ وہ کچھ پریشان ہے ابھی تک میں نے اکبر کو درشہوار کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اس لئے میں درشہوار کو دیکھ کر اکبر کو نظر انداز کر کے اٹھا اور مسجد سے باہر کھلے میدان میں نکل آیا درشہوار بھی میرے ساتھ تھی باہر آ کر میں نے کہا۔

کیا بات ہی دری۔ تم کچھ پریشان نظر آ رہی ہو۔

آپ کا اقبال بلند ہو، میں آج آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتی ہوں کیا آپ میری خاطر اس پر عمل کریں گے۔؟

جواب میں، میں نے شکایت کی نظروں سے درشہوار کو دیکھا وری بعض اوقات تم بہت دور سے بولتی ہو میرے لئے سب کچھ تم ہو جب تم میرے اس قدر قریب ہو تو فاصلوں کا یہ انداز کیوں اختیار کرتی ہو دری! اکثر یہ جی چاہتا ہے کہ ہمارے درمیان عظمت و بزرگی، فضیلت وحرمت کی دیوار گر جائے میں سوچتا ہوں میں ایک عام شخص بھی تو ہوں تم ایک دوشیزہ بھی تو ہو جب تم یہ لہجہ اختیار کرتی ہو تو تم مجھے میری کوئی عقیدت مند نظر آتی ہو درشہوار نہیں۔

درشہوار نے میرے اس طویل اور تاثر انگیز بیان پر ایک خاص ادا سے اپنی گردن کو جھکا دیا مگر میں سچ مچ آپ کی عقیدت مند ہوں میں تہہ دل سے آپ کی بزرگی اور آپ کے اعلیٰ منصب کی قائل ہوں۔

مگر میں کیا کروں آپ کا قد بہت اونچا ہے میرا خیال ہے کہ ایک عقیدت مند ہی صحیح طور پر آپ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے درشہوار

نے اٹھلاتے ہوئے کہا آپ بہت بلند ہیں۔

دری۔یقین کرو..............یہ میرے دل کی بات ہے یہ میرے اندر کی بات ہے کہ تمہارے سامنے اکثر میں اپنے قد کو چھوٹا محسوس کرتا ہوں مجھے کچھ احساس کم مائیگی سا ہوتا ہے میں سوچتا ہوں تم وہ ثمر نایاب ہو میرا ذہن جس کی شیرینی کا متحمل نہیں میں نے جذبات انگیز لہجے میں کہا۔

تم بہت دلکش باتیں کرتی ہو، میں سمجھتا ہوں کہ انسان پر نفس کے مختلف غلبے ہوتے ہیں نفس کی کوئی ایک واضح سمت نہیں ہے مگر دری یہ وقت اس گفتگو کا نہیں تم مجھے کوئی مشورہ دینے کو کہہ رہی تھیں ہاں مجھے تمہارا انداز پسند نہیں آیا تھا تم حکم بھی دیا کرو یقین کرو مجھے وہ تیور دیکھنے کی بڑی شدید خواہش ہے جب تم حکم دے رہی ہو میں نے درشہوار کا نرم وگداز ہاتھ پکڑ کر کہا۔

میں تو بھول ہی گئی آپ کو معلوم ہے کہ میں اونکار ناتھ کے سلسلے میں بڑی محتاط رہتی ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے پے در پے شکستوں کے بعد اپنے نامی گرامی پنڈتوں اور پجاریوں سے مشورے لئے ہیں اور بنارس کے ایک پنڈت نے اسے ایک ایسا عمل یاد دلایا ہے جو اونکار ناتھ کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا ہر چند کہ وہ خود وہ یدوں اور منتروں کا بڑا عالم اور ماہر ہے چنانچہ اس نے وہ مہلک عمل شروع کر دیا ہے اور وہ ایک ہفتے کے اندر ختم ہو جائے گا درشہوار نے مجھے راز داری سے بتایا۔

اچھا............تو تم اس سے خوفزدہ ہو؟ میں نے پوچھا۔

نہیں......مگر میں احتیاط کا مشورہ دے رہی ہوں درشہوار نے جواب دیا۔

کیا خوب.........کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا؟

آپ غلط سمجھ رہے ہیں مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ ثمینہ اور اکبر کو لے کر کہیں اور منتقل ہو جائیں۔

مگر کیوں دری............آخر اس میں کیا مصلحت ہے۔؟

یہ جگہ اس اعتبار سے مشکوک ہے کہ اونکار ناتھ کے علم میں آچکی ہے حالانکہ میں یہاں دربانی کے فرائض انجام دیتی ہوں جب تک میں یہاں موجود ہوں آپ پر کوئی آنچ نہیں آسکتی لیکن احتیاطاً آپ ہٹ جائیں تو مناسب ہے۔

مجھے درشہوار کی اس ہدایت پر ہنسی آگئی اس کے چہرے پر معصومیت تھی غالباً وہ اونکار ناتھ سے کچھ زیادہ خوفزدہ ہوگئی تھی لہٰذا میں نے اسے سمجھاتے ہوئے بڑی لاپروائی سے کہا دری تم اس ضمن میں پریشان نہ ہو اونکار ناتھ کے بارے میں تم نے جو اطلاع پہنچائی ہے وہی بہت ہے وہ احمق مجھ سے بار بار الجھ کر اپنے رہے سہے اعتماد کو بھی کھونا چاہتا

ہے تمہاری اطلاع کے مطابق اس عمل یا جاپ کی معیاد ایک ہفتے میں ختم ہو جائے گی لیکن میں اس سے پہلے کوئی انتظام کر دوں گا۔

آپ میری بات نہیں سمجھ رہے میں آپ کو ان باتوں سے دور رکھنا چاہتی ہوں آپ کو پہاڑی نہیں چھوڑنی چاہیے تھی باوا جان نے جو کیا تھا کہ کاش آپ نے اسے مان لیا ہوتا وہ اونکار ناتھ کو عبرتناک سزا دیتے۔

ابوالحسن میرے محسن ہیں انہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی ہے لیکن اگر وہ آسانی سے ختم ہو گیا تو میرا دل مطمئن نہ ہو گا کیا تم سمجھتی ہو کہ اونکار ناتھ کو ختم نہیں کیا جا سکتا تھا۔

آپ تاویلیں پیش کر رہے ہیں حالانکہ آپ نے ابھی کہا تھا کہ آپ میرے حکم کے خواہاں رہتے ہیں میری اس درخواست کے اور بھی کئی پہلو ہیں آپ نے اس پر غور کیوں نہیں کیا کہ پولیس نے آپ خلاف

ایک باقاعدہ مقدمہ تیار کرلیا ہے وہ جلد اس جگہ پر پہنچ جائیں گے مجھے علم ہے کہ وہ آپ کا بال بیکا نہیں کرسکیں گے لیکن اس کے بعد شر اور فساد کا ایک سلسلہ پھر شروع ہو جائے گا بہتر یہی ہے کہ یہاں سے چلا جائے اسے آپ میرا حکم سمجھئے۔

خوب میں نے مسکرا کر کہا تو اگر یہ حکم ہے پر دری! پولیس سے ایک آخری معرکہ تو ہونا ہی ہے یہ شعبدہ بازی کب تک جاری رہے گی۔ پولیس اونکارناتھ کو ناکام دیکھ کر خود بخود مایوس ہو جائے گی لیکن اس ایک ہفتے کے اندر اندر وہ کسی وقت بھی ادھر کا رخ کرسکتی ہے۔

مجھے تمہاری زیرکی پر بہت خوشی ہے دری۔ پر ہم جائیں گے کہاں؟

پہاڑی پر چلئے۔

اس کا وقت نہیں آیا۔

آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ان معاملات میں الجھ کر آپ اپنے مقام

سے دور ہوتے جا رہے ہیں آپ کے عقیدت مند بھی کنارہ کش ہوتے جا رہے ہیں باوا جان اور ان کے رفقاء اجنہ بھی آپ سے کبیدہ خاطر ہیں آپ نے ایک راشد حسین کے لئے کتنے لوگوں کی دوریاں مول لی ہیں جب آپ پہاڑی پر چلے جائیں گے تو سب باتیں ٹھیک ہو جائیں گی ابھی موقع ہاتھ سے نہیں گیا ہے۔

دری! پہاڑی پر جانے کے لئے اصرار مت کرو، چاہے کہیں اور لے چلو میں سرفراز ہو کر پہاڑی پر واپس جانا چاہتا ہوں میرے رفیق عقیدت مند اور اجنہ کی ناراضگی عارضی ہے میں ان سب کو راضی کر لوں گا کیونکہ میں خیر کی طرف مائل ہوں اور یہ تمام معاملات و واقعات عارضی ہیں میں نے درشہوار کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

درشہوار کی آنکھیں شدت جذبات سے نمناک ہو گئیں میں نے محسوس کیا کہ وہ میری ضد پر تلملا رہی ہے۔

اچانک مجھے ایک خیال آیا میں نے کہا۔

دری...........کہیں ایسا تو نہیں کہ تم ابوالحسن سے دور رہ کر پریشان ہو میری طرف سے اجازت ہے تم جا سکتی ہو۔

اس جملے کا اس پر بڑا گہرا اثر ہوا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے روتے ہوئے بولی آپ مجھے نہیں سمجھے۔

مجھ سے اس کی یہ حالت نہ دیکھی گئی میں شرمندہ ہوں دری۔ میں کچھ زیادہ کہہ گیا میں نے خجالت سے کہا تمہاری رفاقت ان دنوں میرے لئے بڑا سہارا ہے مجھے اس سہارے سے محروم نہ کرنا۔

اور پہلی بار ایسا ہوا نہ جانے یہ کیسے ہو گیا میں نے بے اختیار ہو کر اسے سینے سے لگا لیا اس کی دبی دبی سسکیاں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ میرے رویئے سے سخت آزردہ ہے اسے سینے سے لگا کر میرے اندر زندگی کا عجیب احساس پیدا ہوا اس کا لمس اس کی وارفتگی مجھے پر

سکون اور اطمینان کے دروازے ایک عرصے بعد وا ہوئے میں ایک
لذت سے آشنا ہوا تھا۔ میرا جی چاہا کہ یہ لمحے جاوداں ہو جائیں بس
یہی سکون وراحت کی معراج ہے بس یہی گداز ہے جہاں جسم وجاں
کی آزمائش کا حل موجود ہے میں نے یہ چند لمحے اس دنیا میں نہیں
گزارے لیکن جلد ہی میں نے اسے خود سے علیحدہ کر دیا، اور نہ جانے
کیوں میں نے اسے علیحدہ کرنے پر چند آیتیں پڑھیں۔.......

درشہوار کی نظریں جھکی ہوئی تھیں وہ میری اس اچانک کیفیت پر یقیناً
حیران ہوئی ہوگی ہم دونوں دیر تک خاموش ادھر ادھر دیکھتے رہے میں
نے اس خاموشی کو توڑا۔

تو تم نے کہاں جانے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟

میری رائے ہے یہاں سے دو دن کی مسافت کے بعد ایک ویران
قلعہ ہے جواب کھنڈر کی شکل میں موجود ہے کسی زمانے میں وہاں

آبادی تھی مگر گردش وقت نے اس شہر کی آبادی کو ختم کر دیا اب صرف ایک قلعہ اور اس سے ملتی ٹوٹے پھوٹے مکانات ہیں قلعے کے قریب ایک دریا رواں ہے عرصہ ہوا یہاں خانہ بدوش قبائل آ کر بس جاتے تھے مگر اب پورا علاقہ خالی ہے ہے اس لئے کہ لوگوں میں عجیب قسم کے توہمات مشہور ہیں سنا ہے وہ روحوں کا مسکن ہے درشہوار نے کہا۔ یہ جگہ تو خاصی دلچسپ ہوگی بہتر ہے وہیں چلا جائے۔

کچھ دیر بعد میں اکبر اور ثمینہ کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا اکبر نے اس تبدیلی کے متعلق جاننا چاہا تو میں نے اسے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ اب یہ جگہ محفوظ نہیں رہی ہم چلتے رہے چلتے رہے رات ہوئی تو ہم نے کچھ دیر آرام کیا ثمینہ کو حیرت تھی کہ کھانا اچانک کیسے فراہم ہو جاتا ہے میں چلتے چلتے کس سے باتیں کرتا ہوں وہ خوف اور حیرت کے ساتھ اس مختصر قافلے کے ساتھ چل رہی تھی اس کی چال میں ایک

عزم تھا اکبر اس کی خبر گیری کرتا رہتا تھا راستے میں ثمینہ سے میری کوئی خاص بات نہیں ہوئی اس نے کئی بار مجھ سے گفتگو کرنا چاہی دوسرے دن بھی ہم اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے اکبر کی داڑھی بڑھ گئی تین آدمیوں کا یہ شکستہ قافلہ جس کے ساتھ کوئی سامان نہیں تھا ویران گزر گاہوں کو عبور کرتا رہا ہم نے درمیان کی آبادیوں کے بجائے ویرانوں سے گزرنا پسند کیا راستے میں ثمینہ کی وجہ سے خاصی دقت پیش آئی اس کے پیر میں چھالے پڑ گئے مگر وہ چلتی رہی درشہوار کی فراہم کی ہوئی اعلیٰ قسم کی غذا مشروبات اور پھل اسے سنبھالے ہوئے تھے ثمینہ ناز و نعم میں پروان چڑھی تھی اسے کیا معلوم تھا کہ کبھی اتنا طویل سفر پیدل بھی کرنا پڑے گا۔

ہم دو دن اور دو راتیں سفر کر کے اپنی منزل پر پہنچ گئے سامنے ایک دریا رواں تھا چھوٹی موٹی پہاڑیاں تھیں گھنا سبزہ تھا آبادی یہاں سے

زیادہ دور نہیں تھی سامنے وہ رفیع الشان کھنڈر تھے کسی زمانے میں
یہاں بڑی رونق ہوگی اب وہاں ہو کا علم طاری تھا قلعے کے شکستہ
در و دیوار اپنی عظمت و شوکت کی المناک داستانیں دہرا رہے تھے
مختلف قسم کے پرندوں کا وہاں راج تھا قلعے میں داخل ہونے میں ہم
نے کچھ دیر نہیں لگائی ثمینہ نے سب سے پہلے میرے لئے ایک جگہ کو
اپنے دوپٹے سے صاف کیا اکبر دریا کے کنارے چلا گیا جہاں اس
نے غسل کیا تھوڑی دیر میں درشہوار نے ضروریات کی چیزیں مہیا کر
دیں ایک گھڑا تین چار لوٹے مٹی کے برتن چٹائیاں اور چادریں گرمی
کا موسم تھا ایسی خاص گرمی بھی نہیں اکبر کے آجانے کے بعد میں نے
بھی دریا کے کنارے غسل کیا اور قلعے میں نماز پڑھی اکبر میرے ساتھ
جماعت میں شریک تھا غالباً بہت عرصے کے بعد اس قلعے میں انسانی
آوازیں گونجی تھیں میری تلاوت سے قلعے کے بام و در گونج اٹھے ثمینہ

پر وجد کی کیفیت طاری تھی پھر ورشہوار کھانا لے آئی ثمینہ نے ایک خانہ دار عورت کی طرح کھانے کو سلیقے سے رکھا پلیٹیں دھوئیں اور نماز پڑھی دریا کے کنارے رات گئے میں اکبر ثمینہ اور ورشہوار کے ساتھ گھومتا رہا یہ جگہ بڑی پر فضا تھی ورشہوار اکبر اور ثمینہ سے روپوش ہی رہی رات گزر گئی تو ہم اپنے ٹھکانے پر آ گئے اکبر مجھ سے کچھ دور اور ثمینہ خاصی دور سو گئے جب وہ دونوں سو گئے تو میں نے آنے والے حالات کے بارے میں سوچنا شروع کیا اچانک میرے ذہن میں ایک وظیفہ آیا میں نے اٹھ کر وضو کیا اور جائے نماز پر بیٹھ کر وہ وظیفہ شروع کر دیا میرے اس وظیفے سے چند موکل حاضر ہوئے میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایس پی ماتھر کے گھر جا کر اونکار ناتھ کو گھیر لیں اور میرے دوسرے حکم کا انتظار کریں اس عمل سے فارغ ہو کر میں نے آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد میری بصارت نے میلوں کا سفر طے کر لیا درمیانی رکاوٹیں

دور ہوتی چلی گئیں میں قلعے میں بیٹھا ایس پی ماتھر کے مکان کے اس حصے کو بخوبی دیکھ رہا تھا جہاں اونکار ناتھ اپنے کسی بھگوان کی مورتی کے سامنے ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھے بیٹھا مالا جاپ رہا تھا اس کے ہونٹ ہل رہے تھے اسی کمرے کے ایک کونے میں مجھے بیرسٹر راشد حسین نظر آیا اس کی آنکھوں سے وحشت اور بے بسی جھلک رہی تھی بھگوان کی مورتی کے سر پر جلتے ہوئے دیئے کی روشنی میں کمرے کا ماحول بڑا پراسرار نظر آ رہا تھا میرے موکل اونکار ناتھ کے سر پر سوار تھے مگر راشد حسین کی نظریں انہیں نہیں دیکھ سکتی تھیں میں کچھ دیر تک اونکار ناتھ کی محویت کو غور سے دیکھتا رہا جب اس کی محویت ختم نہیں ہوئی تو میں نے اپنے موکلوں کو حکم دیا۔

وہ جو کونے میں دبکا بیٹھا ہے اس کی سمت جاؤ۔

میرے موکل تیزی سے پلٹے اور راشد حسین کو پکڑ کر اسے زدوکوب کرنا